حیاتِ سعدؓ

یعنی

سیرتِ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

فاتحِ عراقِ عرب



مؤلفہ

طالب ہاشمی



ناشران

قومی کتب خانہ (رجسٹرڈ) ریلوے روڈ۔ لاہور۔

سیرت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

مصنف : طالب ہاشمی

ناشر : محمد نصیر ہمایوں

برائے قومی کتب خانہ۔ لاہور

طابع : نسیم ہمایوں

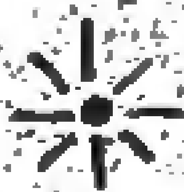
مطبع : تعمیر پرنٹنگ پریس

۱۹۔ فیروزپور روڈ۔ لاہور

ایڈیشن : اوّل

تعداد : دو ہزار ۲۰۰۰

قیمت : نو روپے -/۹



جولائی ۱۹۷۴ء

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدّمہ

(مولانا نصر اللہ خان عزیز)

میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام سب سے پہلے حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں سُنا جو زمانۂ جاہلیت ہی سے عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے شجاعت و بسالت اور تیغ زنی میں ان کا جواب نہیں تھا۔ اُس دَور کی اصطلاح میں وہ ایک ہزار سواروں پر بھاری تھے ۹ھ میں اسلام لائے مگر شراب نوشی کی عادت پر قابو نہ پا سکے چنانچہ عہد فاروقی میں ان پر کئی مرتبہ حد جاری ہوئی۔ بالآخر انھیں ایک جزیرے میں نظر بند کر دیا گیا جہاں سے وہ کسی طرح نکل کر قادسیہ جا پہنچے۔ ان کا شوقِ جہاد انہیں کشاں کشاں وہاں لے گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو سپہ سالارِ اسلام کے نام فرمان جاری کیا کہ ابو محجنؓ کو قید کر دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ کی اقامت گاہ کے قریب انہیں زنجیروں میں جکڑ کر ایک کوٹھڑی میں نظر بند کر دیا گیا۔

اسی دوران میں قادسیہ کی عظیم الشان جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت ابو محجنؓ ثقفی مجاہدینِ اسلام کے نعرے سنتے اور قید میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے اور حسرت و افسوس سے شعر پڑھتے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ تھا کہ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اور اب اس کو نہیں توڑوں گا، اگر میخانوں کے دروازے بھی مجھ پر کھول دیے جائیں گے تو ان کا رُخ نہیں کروں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس جنگ کے سپہ سالار تھے مگر رانوں میں پھوڑے نکل آنے کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے اور اپنے مکان کی ایک بلند جگہ میں بیٹھ کر جنگ کا نظارہ کر رہے تھے اور ہدایات دے رہے تھے۔ ان کی بیگم سلمٰی حضرت ابو محجنؓ کی بے تابی

جہاد سے بے حد متاثر ہوئیں اور انھیں اس شرط پر رہا کر دیا کہ اگر شہید ہوئے تو قیدِ حیات و قیدِ غم دونوں سے نجات پا جائیں گے اور اگر زندہ و سلامت لوٹے تو آ کر بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈال لیں گے۔

حضرت ابو محجنؓ رہا ہو کر خود حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور منہ سر لپیٹ کر عقاب کی طرح ایرانیوں کے لشکر پر جا پڑے۔ وہ جس طرف گھوڑے کی باگیں موڑتے پرے کے پرے صاف ہو جاتے۔

مسلمانوں کا لشکر اس نصرتِ غیبی پر حیران تھا اور خود حضرت سعدؓ سخت حیرت زدہ تھے کہ یہ فنِ جنگ اور اندازِ وغا تو ابو محجنؓ کا ہے اور گھوڑا بھی میرا ہے۔ حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے کوٹھڑی میں محبوس ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس روز کی جنگ میں مسلمانوں کو زبردست غلبہ عطا فرمایا۔ ابو محجنؓ نے حسبِ قرارداد آ کر اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لیں۔ رات کے وقت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنی بیگم سلمٰی سے جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کی جنگ بڑے معرکے کی جنگ تھی۔ دشمن برابر کی جنگ لڑ رہا تھا کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے کسی جنگ جُو کو بھیج دیا جو ابلق گھوڑے پر سوار تھا اس نے آتے ہی دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔ اس کا سارا انداز ابو محجنؓ کا تھا۔ اگر وہ قید میں نہ ہوتے تو مَیں گمان کرتا وہی دادِ جہاد دے رہے ہیں۔

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اس پر اصل قصہ سنایا، جس کو سُن کر حضرت سعدؓ بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم مَیں ایسے مجاہد فی سبیل اللہ کو قید میں نہیں رکھ سکتا۔ اور اپنے ہاتھ سے اُن کی بیڑیاں کھول دیں۔ حضرت ابو محجنؓ نے رہا ہو کر کہا کہ سزا کا خوف بھی مجھے شراب نوشی سے باز نہ رکھ سکا۔ مگر آج مَیں خدا کے خوف سے عہد کرتا ہوں کہ ساغرِ شراب کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔

مَیں نے یہ واقعہ پڑھا تو میرے نوجوان دماغ نے جو خود اس وقت تمنائے جہاد سے لبریز

تھا اس سے بے حد اثر قبول کیا۔ حضرت ابو محجنؓ کا شوقِ جہاد، حضرت سعدؓ کا اس شوقِ جہاد کی قدر کرنا اور پھر حضرت ابو محجن رضؓ کا اس پر ترکِ مے نوشی کا عہد کرنا، ان سب باتوں پر میرا دل عش عش کر اٹھا اور میرے دل میں جہاں حضرت ابو محجنؓ کے لیے محبت پیدا ہوئی وہاں حضرت سعدؓ کی حکمت و دانش کا بھی گہرا اعتراف جاگزیں ہوا۔

لیکن اُس وقت اِس سے آگے بڑھ کر حضرت سعدؓ کی سیرت کے مطالعے کا شوق پیدا نہ ہوا۔ بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ ان کا مقام بعض اعتبارات سے بہت ہی بلند ہے۔ وہ عشرہ مبشّرہ ہی میں شامل نہیں جن کو خود لسانِ رسالتؐ نے ان کی زندگی ہی میں مغفرت و جنّت کی بشارت دے دی بلکہ اپنی خدماتِ اسلامی میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے اور یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ اس نے اتنے عظیم الشّان، جامعِ کمالات اور محبوبہ صفات صحابیؓ کے شایانِ شان سیرت نگاری کا حق ادا نہیں کیا، اور ان کی لائف پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی۔ دوسری زبانوں کا تو مجھے علم نہیں مگر اُردو کا دامن تو اس دولتِ نایاب سے بالکل تہی ہے۔ میرے عزیز دوست طالب ہاشمی نے جب اپنا مسودۂ کتاب مجھے دِکھایا تو مَیں نے اسے اپنی خوش بختی سمجھا کہ ان کی فرمائش پر اس کا مقدمہ لکھ دوں۔

بیانِ قامتِ آں یارِ دِل نواز کنیم
بایں بہانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کوتاہی ہوئی ہے، میرے نزدیک اس کے کچھ سیاسی اسباب ہیں ورنہ ان کا مقام صحابہؓ میں بے حد بلند ہے۔ ان کی سیرت اپنے اندر بے شمار پہلوئے اتباع رکھتی ہے۔ اسلامی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہو گا جس کے متعلق ان کا اسوۂ حسنہ کوئی اعلیٰ نمونہ پیش نہ کرتا ہو۔ وہ ۱۹ برس کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ رشتے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ماموں ہوتے تھے۔ ان کا گھرانا اسلام کا سخت مخالف تھا۔ اسلام لانے والوں میں ان کا تیسرا یا چوتھا نمبر تھا۔ مکّی زندگی میں اسلام اور پیروانِ اسلام پر امتحان و ابتلاء کے جو کوہ

گراں ٹوٹے ان سب کو برداشت کرنے میں وہ شریک رہے۔ ان کی والدہ نے بھوک ہڑتال کرنے کی دی اور وہ ذرا نہ ڈگمگائے شعب ابی طالب میں انھوں نے رضاکارانہ طور پر پیروانِ اسلام کا ساتھ دیا۔ حالانکہ وہ بنی ہاشم میں سے نہیں تھے اور اس المناک مقاطعے کے مخاطب نہیں تھے۔ ہجرت میں وہ پیش پیش تھے اور اپنے کم سن بھائی کو لے کر مرکزِ اسلام میں پہنچ گئے تھے جنگ بدر میں وہ کفار کے سامنے سینہ سپر اور صف اوّل میں جنگ آزما تھے۔ اپنے کم سن بھائی کے شوقِ شہادت کی تائید میں وہ پیش پیش تھے۔ غزوۂ احد میں وہ ان پیکرانِ استقامت میں تھے جو ابتدائی شکست سے بھی بددل نہ ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے لیے سینہ سپر تھے۔ خود حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم ان کو اپنے ترکش سے تیر نکال نکال کر دے رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے "میرے ماں باپ تم پر قربان، تیر چلاتے جاؤ"۔ یہ اتنا بڑا شرف ہے جو شاید ہی کسی دوسرے صحابی کو حاصل ہوا ہو۔ وہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ یہ بھی ایسا شرف ہے جس میں بہت کم صحابہؓ ان کے شریک وسہیم ہیں۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی وہ اسلامی خدمات ادا کرنے میں پیش پیش رہے۔ انتظامِ سلطنت ہو یا قیادتِ جہاد۔ وہ کسی امر میں کوتاہ دست نہ رہے۔ اسلام کو جہاں اور جس طرح کی ضرورت ہوئی انھوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کا نذرانہ فوراً پیش کر دیا۔ میدانِ جنگ میں اُن کی ذات فتح و نصرت کی نوید تھی۔ سپہ سالاری میں وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہم سر ہیں۔ سیاست و تدبیر میں حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لگّا کھاتے ہیں۔ الغرض ان کی سیرت ہر پہلو سے قابلِ تقلید اور نمونۂ اتباع ہے۔ جوانوں کے لیے، ادھیڑوں کے لیے، دعوت و تبلیغ میں، سیاست و تدبیر میں، جہاد و قیادت میں، سفارت ہو یا گورنری وہ کسی معاملے میں بند نہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک قلبِ تپاں اور خوش ذوق دل رکھتے ہیں۔ حضرت ابو محجنؓ کو انھوں نے جس حسن و خوبی سے جیت لیا وہ ان کے تفقہ اور حکمتِ تبلیغ کا بہترین نمونہ ہے۔ جس فولاد کو تازیانۂ تعزیر رام نہ کر سکا اُسے اُن کے ایک فقرے نے موم کر دیا۔

طالب ہاشمی اردو داں طبقے کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت سے اس جامع کمالات وصفات صحابی رضی اللہ عنہ کی سیرت مرتب کی۔ اس مسودے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سلسلۂ بیان میں اُس دورِ سعادت کی تاریخ بھی آگئی ہے اور اس طرح یہ کتاب صرف حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی کی سیرت پر مشتمل نہیں رہی بلکہ اس میں سیرتِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ کی تصویر کے دلکش اور دلچسپ خد و خال بھی آگئے ہیں۔

۲ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

۲۶ مئی ۱۹۶۳ء

نصر اللہ خان عزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام و نسب

(۱)

نام اور کنیت

نام "سعد" اور کنیت "ابو اسحٰق" تھی۔

باپ کا نام "مالک" اور کنیت "ابو وقّاص" تھی۔ لیکن وہ عام طور پر اپنی کنیت ہی سے مشہور رہے[1]۔ ان کا سالِ وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی وفات پائی۔

(۲)

نسب اور خاندان

حضرت سعد بن ابی وقاص کا خاندان "قریش" تھا۔ وہ قریش کی ایک معزز شاخ "بنو زہرہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ صحیحین میں ان کا سلسلۂ نسب اس طرح منقول ہے:۔

ابی اسحاق سعدؓ بن ابی وقاص مالک بن اُہیب (وہیب) بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الزہری۔

[1] کتب سیر و تاریخ میں متعدد جگہ حضرت سعدؓ کا نام سعد وقاص بھی مذکور ہے۔ عربی میں "وقّاص" جنگجو یا "گردن توڑنے والے کو کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ بچپن میں حضرت سعدؓ کے نام کا جزو رہا ان کا لقب یا عرف) ہو اور اسی لئے ان کے والد کی کنیت "ابو وقّاص" مشہور ہوئی ہو۔ ان کے کسی دوسرے بھائی کے نام کے ساتھ "وقاص" کا لفظ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔

(۴)

رسولِ اکرمؐ سے نسبی تعلق

"بنوزہرہ" قبیلہ قریش کے جدِ اعلےٰ نضر بن کنانہ کے پوتے فہر الملقب بہ قریش کی نسل سے تھے۔ فہر کے تین بیٹے تھے: محاربؒ، حارثؒ اور غالبؒ۔ بنوزہرہ غالب کی اولاد سے تھے اور رسولِ اکرمؐ کا خاندان بنو ہاشم بھی انہی غالب کی نسل سے تھا۔ حضرت سعد کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں کلاب پر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔

شجرۂ نسب یہ ہے:۔

فہر (الملقّب بہ قریشؒ)
|
غالب
|
لوی
|
کعب
|
مرّۃ
|
کلاب

بعض روایتوں میں ہے کہ قریش کا لقب سب سے پہلے قصیّ بن کلاب کو ملا۔

کلاب کے دو بیٹے: قصیّ اور زہرہ

قصیّ
عبدِ مناف
ہاشم
عبد المطّلب
عبد اللہ ـــــــ آمنہ
محمّد
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

زہرہ
عبد مناف
(دو بیٹے: وہب اور وہیب)

وہب
آمنہ (رسولِ اکرمؐ کی والدہ ماجدہ)

وہیب (یا اُہیب)
مالک (ابی وقاص)
سعدرضؓ

پیچھے دیے گئے شجرۂ نسب پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت سعدؓ نہ صرف رسولِ اکرمؐ کے ہم جد تھے بلکہ ان کا خاندان بنو زہرہ رسول اکرمؐ کا ننہالی رشتہ دار بھی تھا۔ امام بخاریؒ کا قول ہے: "و بنو زھرۃ اخوال النبی صلعم" یعنی بنو زہرہ رسولِ اکرمؐ کے ننہالی رشتہ دار تھے۔ (بخاری، کتاب المناقب)

حضورؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بھی قبیلہ بنو زہرہ سے تھیں۔ وہ وہب بن عبد مناف زہری کی صاحبزادی تھیں جو حضرت سعدؓ کے دادا وہیب کے حقیقی بھائی تھے۔ گویا حضرت سعدؓ کے والد ابو وقاص مالک حضرت آمنہ کے عم زاد بھائی تھے۔ اور رسول اکرمؐ کے ماموں ہوتے تھے۔ اس رشتہ سے حضرت سعدؓ حضورؐ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ بعض روایتوں میں ابو وقاص مالک کے والد کا نام "وہب" مذکور ہے، اس لحاظ سے ابو وقاص مالک حضورؐ کے حقیقی ماموں ہوتے ہیں لیکن کتبِ سیر میں حضرت آمنہ کے کسی حقیقی بھائی کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور پھر صحیحین کی روایات میں بھی حضرت سعدؓ کے دادا کا نام "وہیب یا اہیب" مذکور ہے۔ ان روایات کی موجودگی میں ہمیں ابو وقاص مالک کو لامحالہ حضرت آمنہ کا عم زاد بھائی ماننا پڑتا ہے۔ عبد مناف بن زہرہ کے دو بیٹے تھے۔ وہب اور وہیب۔ وہب نے وفات پائی تو ان کی صاحبزادی حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب (حضرت سعدؓ کے دادا) کی سرپرستی میں آگئیں۔ حضرت آمنہ کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوا اور وہیب کی صاحبزادی ہالہ (حضرت سعدؓ کی پھوپھی) رسولِ اکرمؐ کے دادا حضرت عبد المطلب کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ انہی کے بطن سے تھے اس رشتہ سے حضرت حمزہؓ رسولِ اکرمؐ کے چچا بھی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت حمزہؓ کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔

چونکہ حضرت سعدؓ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اس لیے حضورؐ ازراہِ محبت ان کو ماموں کہا کرتے تھے۔ رسول اکرمؐ نے کئی موقعوں پر اس رشتہ کا اقرار فرمایا[1] اور حضرت سعدؓ بھی اپنے آپ کو رسول اللہ کا ماموں کہلانے میں فخر محسوس

---

[1] اسد الغابہ۔ ترمذی۔ مصابیح وغیرہ۔

کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت جابر بن عبداللہ کی اس روایت کا ذکر بے محل نہ ہوگا:۔

عن جابر بن عبد اللہ قال اَقْبَلَ سَعْدٌ وَرَسُوْلُ اللہ صَلعم جَالِسٌ فَقَالَ ھٰذا خَالِیْ فَلْیُرِنِ اِمْرَءٌ خَالَہٗ[1] (مصابیح)	جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ سعدؓ آئے اور رسول اللہؐ صلعم تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں۔ چاہئے کہ ایک شخص اپنے ماموں کی تعظیم و تکریم کرے (یعنی جس طرح میں اپنے ماموں کی تکریم کرتا ہوں)۔

بعض مؤرخین کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ حضرت سعدؓ رسول اکرمؐ کے حقیقی ماموں تھے۔ صحیح یہ ہے کہ حضورؐ کی والدہ حضرت آمنہ چونکہ بنو زہرہ کی بیٹی تھیں اور حضرت سعدؓ اسی خاندان کے فرزند اور حضرت آمنہ (اور رسولِ اکرمؐ کی سوتیلی دادی ہالہ) کے قریبی رشتہ دار تھے، اس لئے حضورؐ ازراہِ محبت و شفقت (ننھیالی رشتہ کی وجہ سے) ان کو اپنا ماموں کہتے تھے[2]۔

(۴)

حضرت سعدؓ کی والدہ

حضرت سعدؓ کی والدہ کا نام "حمنہ" تھا۔ وہ خاندانِ بنو اُمیہ (یا بنو عبد شمس) سے تھیں

---

[1] ترمذی میں "فلیُرِنی امرءٌ خالہ" کے الفاظ ہیں یعنی "پس چاہیے کہ کوئی شخص مجھے اپنا ماموں دکھائے" حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ کسی شخص کا ماموں میرے ماموں سے بہتر نہیں ہے۔

[2] رسولِ اکرمؐ مدینہ منورہ کے خاندان "بنو نجار" کے لوگوں کو بھی ماموں کہا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ کے دادا حضرت عبد المطلب کی ننھیال بنو نجار میں تھی۔ (حضور کی پردادی سلمٰی مدینہ منورہ کے خاندان "بنو نجار" کی بیٹی تھیں)۔ ہجرت کے بعد جب رسول اکرمؐ مسجد نبوی کی تعمیر فرما رہے تھے تو بنو نجار کے نقیب حضرت اسعد بن زرارہ انصاریؓ نے وفات پائی۔ بنو نجار کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہؐ اسعدؓ کی جگہ کسی اور کو بنو نجار کا نقیب مقرر فرمائیں"۔ حضورؐ نے فرمایا "تم لوگ میرے ماموں ہو اس لیے بنو نجار کا نقیب اب میں خود ہوں"۔ (اسد الغابہ)

سلسلۂ نسب یہ ہے :-

حمنہ

بنتِ

سفیان

بن

امیّہ

بن

عبدشمس

بن

عبدمناف

بن

قصّی

رسولِ اکرمؐ کا شجرۂ نسب پیچھے دیا جاچکا ہے۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہوجائے گا کہ ماں کی طرف سے بھی حضرت سعدؓ کا سلسلۂ نسب عبدمناف بن قصّی پر رسولِ اکرمؐ سے مل جاتا ہے۔ حمنہ حضرت ابوسفیانؓ بن حرب (بن امیّہ بن عبدشمس) کی چچازاد بہن تھیں۔ اس رشتہ سے امیر معاویہؓ حضرت سعدؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ اسی طرح امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورینؓ (بن عفان بن ابی العاص بن امیّہ) بھی حضرت سعدؓ کے ننھیالی رشتہ دار تھے۔[1]

(۵)

ولادت

کتبِ سیر میں حضرت سعدؓ بن ابی وقّاص کے سالِ ولادت کی تصریح نہیں کی گئی۔ البتہ

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۳ ق

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً تیس برس قبل پیدا ہوئے۔ چونکہ حضرت سعدؓ کے سال وفات اور عمر کے بارے میں مؤرخین میں خاصا اختلاف ہے۔ اس لیے سال ولادت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔

حضرت سعدؓ کی جائے ولادت بالاتفاق مکہ معظمہ ہے۔

قبولِ اسلام

(۱)

سبقت فی الاسلام

قبولِ اسلام کے لحاظ سے حضرت سعدؓ "سابقون اولون" میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ نے اپنے آپ کو تیسرا مسلمان بتایا ہے۔ جس دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا اسی دن (چند گھنٹوں کے بعد) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے حضرت سعدؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "جس دن میں نے اسلام قبول کیا۔ اسی دن اور لوگ بھی مسلمان ہوئے اور سات روز تک میں ثلث اسلام تھا۔"

بخاری کے شارحین نے اس ضمن میں مختلف روایتیں بیان کی ہیں۔ بعض کے خیال میں بالغ مردوں میں اسلام لانے والوں میں حضرت سعدؓ کا تیسرا نمبر تھا۔ ان سے پہلے بالغ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ ایمان لا چکے تھے۔ چونکہ سات روز تک کوئی اور بالغ مرد دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا اس لئے حضرت سعدؓ نے ان ایام میں اپنے آپ کو ثلثِ اسلام قرار دیا۔ بعض دوسرے اصحاب کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت سعدؓ سے پہلے چھ سات بزرگ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے مگر حضرت سعدؓ کو ان کے ایمان لانے کا حال معلوم نہیں تھا۔ اسی لیے انھوں نے سات روز تک اپنے آپ کو تیسرا مسلمان بتایا ہے۔

حقیقتِ حال خواہ کچھ بھی ہو، اتنا ضرور ثابت ہے کہ حضرت سعدؓ ان چند نفوسِ قدسی میں ہیں جن کو دعوتِ حق کے ابتدائی سات دنوں میں لوائے توحید تھامنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کی اس سعادت اندوزی کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس وقت ان کا عنفوانِ شباب

تھا اور وہ عمر کی صرف سترہ یا اُنیس منزلیں طے کر پائے تھے[1]۔ اس پر مستزاد یہ کہ گھرانے کے تمام لوگ مشرک تھے۔ گویا اُنھوں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جو کفر و ضلالت کی آماجگاہ تھا اور جس میں دین حق کا نام لینا بھی ہولناک خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ایسے حالات میں اور عین عالم شباب میں ہر قسم کے نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر دعوت حق پر لبیک کہنا فی الحقیقت حضرت سعدؓ کے سعید الفطرت ہونے پر قوی دلیل ہے۔

(۲)

عزم و استقلال

حضرت سعدؓ کے قبول اسلام کا حال ان کی ماں حمنہ کو معلوم ہوا تو ان کو اس قدر رنج ہوا کہ کھانا پینا بولنا چالنا سب ترک کر دیا۔ حضرت سعدؓ ماں سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اپنی ماں کو آزردہ دیکھنا ان کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ لیکن وہ اس آزمائش میں پورے اُترے۔ ماں تین دن تک بھوکی پیاسی رہی۔ یہی اصرار تھا کہ یہ نیا دین ترک کر دو لیکن ثابت قدم بیٹے نے بادۂ توحید کا جو جام پیا تھا اس کا نشہ ایسا نہ تھا جسے ماں کی محبت اُتار دیتی۔ ان کا ایک ہی جواب تھا:

"ماں! تم مجھے بے حد عزیز ہو لیکن تمھارے قالب میں خواہ ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے ہر جان نکل جائے۔ تب بھی میں اسلام کو نہ چھوڑوں گا۔"

بارگاہِ الٰہی میں ان کی شانِ استقلال ایسی مقبول ہوئی کہ عامۃ المسلمین کے لیے یہ فرمانِ خداوندی نافذ ہو گیا۔

وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (۲۹ : ۸)

اور اگر ماں باپ تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جس کی تجھ کو خبر نہیں تو اس میں اُن کا کہا مت مان۔

---

[1] کتب حال میں قبول اسلام کے وقت حضرت سعدؓ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔

صحیح مسلم میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :۔

"سعدؓ کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک سعدؓ دینِ اسلام ترک نہ کریں گے وہ ان سے نہ کلام کرے گی اور نہ کچھ کھائے پیئے گی۔ اس نے کہا تمہارا خیال ہے کہ اللہ نے تم کو ماں باپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے تو میں تمہاری ماں ہوں اور تم کو یہ (دینِ اسلام) چھوڑنے کا حکم دیتی ہوں۔ کہتے ہیں کہ تین دن تک اس کی یہی حالت رہی، جب بھوک پیاس سے بے حال ہو گئی (یعنی اس کی حالت نازک ہو گئی) تو اس کے لڑکے عمارہ نے اسے پانی پلایا۔ اس نے سعدؓ کو بددعا دی۔ اس پر اللہ عزّ وجلّ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی۔" اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کی ہے اور اگر وہ تجھ کو میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت نہ کر۔ اور دنیا میں اچھی چیزوں میں ان کا ساتھ دے[1]۔"

(مسلم کتاب الفضائل باب فی فضل سعد وقاصؓ)

---

[1] مولانا سعید انصاری مرحوم نے اس روایت پر کڑی تنقید کی ہے اور درایتہً اسے مشکوک بنایا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں مذکور آیات کا حضرت سعدؓ کے قبولِ اسلام کے موقع پر نازل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ (سیر الصحابہ جلد دوم، مطبوعہ صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی پنڈی بہاءالدین) اگر مولانا سعید انصاری کی تنقید کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سعدؓ کی ماں ان کے قبولِ اسلام پر سخت ناراض ہوئیں اور ان پر ہر طریقہ سے زور ڈالا کہ وہ اسلام ترک کر دیں۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ صاحب اسد الغابہ نے یہ واقعہ حضرت سعدؓ کے بھائی حضرت عامر بن ابی وقاصؓ کے قبولِ اسلام کے سلسلہ میں درج کیا ہے۔ ہم نے مسلم اور بعض دوسری کتبِ سیر کی روایات کو ترجیح دی ہے۔

تری راہ میں ہم ستائے گئے

(۱)

غیرتِ دینی

ہجرتِ نبوی سے قبل مکہ معظمہ میں فرزندانِ اسلام کو جن زہرہ گداز شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا، تاریخ و سیر کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی بلاکشانِ اسلام کے اسی مقدس گروہ کے ایک فرد تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد انھوں نے کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی جو مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہو۔ انھوں نے مشرکین سے گالیاں کھائیں، طعنے سہے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں لیکن جادۂ حق سے ذرہ برابر بھی نہ ہٹے۔

دعوتِ حق کے آغاز میں بعض صحابہ کرامؓ کفار کی شرانگیزی سے بچنے کے لئے مکہ کے قریبی پہاڑوں کی سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر خدائے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ بھی انہی نفوسِ قدسی میں شامل تھے۔ ایک دن وہ چند دوسرے صحابہؓ کے ساتھ ایک ویران گھاٹی میں عبادت کر رہے تھے کہ چند مشرکین ادھر آ نکلے۔ وہ مسلمانوں پر آوازے کسنے لگے۔ حضرت سعدؓ کی اٹھتی جوانی تھی، انہیں جوش آگیا۔ پاس ہی اونٹ کی ایک ہڈی پڑی تھی اسے اٹھا کر مشرکین پر پل پڑے۔ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا۔ اب دشمنانِ اسلام نے وہاں سے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے راہِ حق میں خونریزی کی[1]۔

---

[1] اسد الغابہ جلد دوم۔

(۲)

ابتلائے عظیم میں رسول اللہ صلعم کی رفاقت

ہجرت سے قبل حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی زندگی کا سب سے زیادہ تابناک باب وُہ ہے جس میں وہ تین سال تک سرورِ کائناتؐ کی رفاقت میں شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ شعب ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم سے مخصوص تھی تاہم حضرت سعدؓ نے ہاشمی نہ ہونے کے باوجود رضاکارانہ طور پر بنو ہاشم کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ تین سال تک ہولناک مصائب برداشت کرتے رہے۔ شعبِ ابوطالب میں بنو ہاشم کی محصوری کا واقعہ تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہم اسے یہاں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

سرورِ کائناتؐ نے جس دن سے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا، مشرکینِ مکہ حضورؐ کی جانِ اقدس کے دشمن بن گئے۔ وہ ذاتِ گرامی جس کی دیانت، امانت، پاکبازی اور راستبازی کا ہر کہ ومہ معترف تھا جب اس نے انھیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور نجاتِ اُخروی کا راستہ دکھایا تو بدبختوں نے صدائے حق کی طرف سے کانوں میں روئی ٹھونس لی اور نُورِ ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ مبارک تھیں وہ ہستیاں جنھوں نے لپک کر عَلَمِ اسلام کو تھاما اور ہولناک مصائب و آلام کو لبیک کہا۔ ستانے والے تھکتے جاتے تھے اور ستائے جانے والے بڑھتے ہی جاتے تھے۔ لیکن ۶ سنہ نبوت میں جب قریش کے شیر حمزہؓ بن عبدالمطلب اور مردِ آہن عمرؓ بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو مشرکین فرطِ غضب سے دیوانے ہو گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا انھوں نے ماہِ محرم ۷ سنہ نبوت میں ایک عظیم مجلسِ شوریٰ منعقد کی۔ اس میں تمام اکابرِ قریش نے شرکت کی۔ سب نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمدؐ کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کریں گے کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھے گا۔ نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے گا اور نہ انہیں کھلے بندوں پھرنے دیا جائے گا۔ اس فیصلہ کو معرضِ تحریر میں لا کر ہر قبیلہ کے نمائندے نے دستخط کئے یا انگوٹھا لگایا

اور پھر اسے درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا[1]

(۳)

بنو ہاشم کی مظلومی

جب بنو ہاشم کو اس خوفناک معاہدے کا علم ہوا تو سرورِ کائنات اور آپ کے جاں نثار رفقاء کو ذرہ برابر پروا بھی نہ ہوئی۔ وہ جانتے تھے کہ جس دعوت کو لے کر وہ اُٹھے ہیں اس کی پُرصعوبت راہ کی یہ بھی ایک منزل ہے۔ لیکن بنو ہاشم کے جو لوگ ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، ان کی قومی حمیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس نازک مرحلہ پر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ چھوڑ دیں۔ سب اس زہرہ گداز انقطاع کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ خاندان کے بزرگ ابو طالب نے خطرہ کو بھانپ لیا۔ چنانچہ وہ ہاشم اور اُن کے بھائی مُطّلب کی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لے کر شعبِ ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ صرف ابو لہب اور اس کے زیرِ اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔

(۴)

محصوری کے مصائب

شعبِ ابی طالب سے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کسی میں اسے دامنِ کوہ کا ایک کشادہ مکان بتایا گیا ہے اور کسی میں اسے پہاڑ کا ایک درہ بتایا گیا ہے جو خاندان ہاشم کا موروثی تھا۔ مشرکینِ مکہ نے شعبِ ابی طالب کا فوراً محاصرہ کر لیا اور اس میں اتنی سختی برتی کہ کھانے پینے کی کوئی چیز محصورین کو نہ پہنچنے دیتے تھے۔ باہر سے اگر کوئی سوداگر غلہ فروخت کرنے کے لئے لاتا تو اس سے ایک ایک دانہ خرید کر قابو میں کر لیتے تاکہ اسے محصورین نہ خرید سکیں۔ ہاشمیوں کے بچے جب بھوک سے بیتاب ہو کر روتے تھے تو مشرکین ان کی آوازیں سُن سُن کر خوش ہوتے

---

[1] منصور بن عکرمہ ایک مشرک نے جو نوشت و خواند جانتا تھا، یہ معاہدہ تحریر کیا۔

تھے۔ عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو گیا تھا۔ محصورین کے منہ میں کئی کئی دن تک ایک پھیل بھی اڑ کر نہ جاتی تھی۔ اگر کبھی حضرت ابوبکر صدیقؓ یا دوسرے غیر ہاشمی جان نثار چوری چھپے جان جوکھوں میں ڈال کر کوئی چیز شعب ابوطالب میں پہنچاتے تو اس کی مقدار اتنی قلیل ہوتی کہ چند دن بھی ساتھ نہ دیتی۔ چنانچہ بے کس محصورین درختوں اور جھاڑیوں کی پتیاں اُبال اُبال کر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو انہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا۔ انھوں نے اسے پانی سے دھویا، پھر آگ پر بھونا اور کوٹ کر پانی میں گھولا اور ستو کی طرح پیا۔[1]

غرض بنو ہاشم مسلسل تین برس تک زہرہ گداز اور حوصلہ فرسا مصائب و آلام کا شکار رہے لیکن آفرین ہے ان پر کہ ایک لمحہ کے لئے بھی انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ نہ کیا۔ ان تین سالوں کے دوران میں جب حج کا موسم آتا تو حضورؐ مردانہ وار شعب ابی طالب سے نکلتے اور لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے۔ بدبخت ابولہب حضورؐ کے پیچھے پیچھے پھرتا اور لوگوں سے کہتا "لوگو میرا یہ بھتیجا دیوانہ ہو گیا ہے، اس کی باتوں پر مت دھیان دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔"

(۵)

محصوری کا خاتمہ

مشرکین میں بعض رحم دل آدمی بھی تھے، ان کا دل بنو ہاشم کی مصیبت پر کڑھتا تھا لیکن ان سے اعلانیہ ہمدردی کا اظہار کر کے عامۃ المشرکین سے دشمنی مول لینے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ لیکن ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بھی حضورؐ کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور تھیں۔ ایک دن ان کے بھتیجے حکیم بن حزام نے (جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول (شبلی نعمانی) بحوالہ روض الانف سہیلی۔

بھتے) اپنے غلام کے ہاتھ کچھ گندم اپنی پھوپھی کو دینے کے لیے روانہ کی۔ راستے میں اسے ابوجہل مل گیا۔ پوچھا "گندم کہاں لیے جا رہے ہو؟"

اُس نے کہا "شعب ابی طالب میں خدیجہؓ کے پاس"۔

ابوجہل نے اُس کا راستہ روک لیا اور کہا "یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو ہم گندم کا ایک دانہ بھی نہ پہنچنے دیں گے"۔

اتفاق سے ابوالبختری بن ہشام ایک غیر مسلم رحمدل رئیس کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے پوچھا "تم آپس میں کیوں جھگڑ رہے ہو؟"

ابوجہل نے واقعہ بتایا اور کہا کہ "معاہدہ کے مطابق ہم کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن یہ شخص ہم سے بالا ہی بالا بنی ہاشم کو غلہ پہنچانا چاہتا ہے"۔

ابوالبختری نے کہا "خدیجہؓ نے کچھ گندم اپنے بھتیجے کے پاس امانت رکھی تھی، اگر وہ اسے واپس کرنا چاہتا ہے تو ہمارا اس میں کیا حرج ہے"۔

ابوجہل نے کہا "تم بھی بنی ہاشم کے خیر خواہ معلوم ہوتے ہو۔ ہوا کرو۔ ہمیں اس کی پروا نہیں۔ لیکن میں یہ گندم ہرگز شعب ابی طالب میں نہ پہنچنے دوں گا"۔

ابوالبختری کو بھی اب جوش آگیا۔ اس نے کہا "اچھا تو پھر میں دیکھوں گا کہ تم یہ گندم کیسے بنی ہاشم کو نہیں پہنچنے دیتے"۔ یہ کہہ کر اُس نے ابوجہل کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور خوب پیٹا حتیٰ کہ وہ لہولہان ہو گیا۔ ابوالبختری کی شہ زوری کے سامنے ابوجہل کی کچھ پیش نہ چلی۔ اور وہ کان لپیٹ کر بھاگ گیا۔ حکیم بن حزام کے غلام نے اطمینان سے گندم شعب ابی طالب میں پہنچا دی۔

ابوجہل کی رسوائی کا قصہ جب عام لوگوں میں پھیلا تو طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کچھ لوگوں نے برملا بنی ہاشم سے ہمدردی کا اظہار شروع کر دیا۔ بنی مخزوم کا ایک رحمدل شخص ہشام عامری عبدالمطلب کے نواسے زہیر کے پاس گیا اور کہنے لگا "اے زہیر! تم یہ کیسے گوارا کرتے ہو

کہ تم تو دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤ اور تمہاری ماں کا بھائی[1] روٹی کے ایک لقمے کو بھی ترسے"۔

زہیر نے کہا "برادرِ عم! میرے بس میں ہوتا تو میں اس ناپاک معاہدے کا قصہ کبھی کا پاک کر چکا ہوتا لیکن افسوس کہ میں اکیلا ہوں"۔

ہشام نے کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کمر ہمت باندھو ہمیں بہتیرے ساتھی مل جائیں گے"۔

دونوں مطعم بن عدی کے ہاں پہنچے۔ وہاں زمعہ بن الاسود اور ابو البختری بن ہشام کو بھی اپنا ہم خیال پایا۔ دوسرے دن بنو ہاشم کے یہ خیر خواہ کعبہ میں پہنچے، قریش کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"یا معشر قریش! کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ہم شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں لیکن بنی ہاشم جو ہمارے ہی بھائی بند ہیں اناج کے ایک ایک دانے کو ترس رہے ہیں۔ ان کے بچے اور عورتیں بھوک سے ہلکان ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک اس معاہدے کو چاک نہ کیا جائے گا ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے"۔

ابو جہل نے کہا "کسی کی مجال نہیں جو اس معاہدے کو ہاتھ لگائے۔ یہ معاہدہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بنو ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالے نہ کر دیں"۔

زمعہ للکارا "تو جھوٹ بکتا ہے ہم تو پہلے دن ہی اس معاہدہ پر راضی نہ تھے"۔

مطعم بن عدی اور ابو البختری نے ہاتھ بڑھا کر دیمک خوردہ معاہدے کو درِ کعبہ سے اُتار لیا اور اسے پرزہ پرزہ کر کے ہوا میں اُڑا دیا۔ مشرکین منہ دیکھتے رہ گئے۔

اس کے بعد زمعہ، ابو البختری، زہیر، مطعم وغیرہ مسلح ہو کر شعب ابی طالب پہنچے اور بیکس محصورین کو وہاں سے نکال لائے۔ اس طرح تین برس کی ہولناک قید و محن کے بعد ان مظلوموں کو شہر میں رہنا نصیب ہوا۔

---

[1] مراد ابو طالب ہیں۔

چند دن نہیں، چند ہفتے نہیں، چند مہینے نہیں بلکہ مسلسل تین برس تک اس استقامت اور عزیمت کے ساتھ خوفناک مصائب برداشت کرنا اور جبینِ ہمت پر شکن تک نہ آنے دینا، بڑا دل گردے کا کام تھا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ شعب ابی طالب کے مقدس نظر بندو تم پر سلام! تمہارا استقلال اور حوصلہ تا قیامت مسلمانوں کے لیے چراغِ راہ بنا رہے گا۔

ہجرت

(۱)

فضائلِ ہجرت

فرزندانِ توحید نے راہِ حق میں جو زہرہ گداز مصائب و شدائد برداشت کیے، ان میں ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے۔ محض رضائے الٰہی کی خاطر گھر بار، مال و جائداد اور اہل و عیال کو چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کرنا ایک عظیم ایثار تھا۔ اسلام کے نام لیواؤں نے راہِ حق میں ہجرت کر کے ایک ایسی قربانی کی مثال پیش کی کہ تاریخِ عالم کے صفحات میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی بنا پر سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقع پر فرمایا:

ان الھجرۃ شانھا شدیدا — ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے۔

مہاجرین کا جذبۂ فدویت بارگاہِ الٰہی میں اس قدر مقبول ہؤا کہ حق تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ مہاجرین کے فضائل بیان کیے اور دنیا و آخرت میں ان سے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا۔

سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ لا	میں جہاد کیا اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ وہ بہت
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ	بلند درجے والے ہیں اللہ کے نزدیک۔ اور یہی لوگ
هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ	کامیاب ہونے والے ہیں، ان کا رب ان کو اپنی رحمت
بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّ	اور خوشنودی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے

جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ (توبہ ع ۳)

جن میں ان کے لیے دائمی راحت ہے اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورۂ نحل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ (نحل ع ۶)

اور جن لوگوں نے اپنی مظلومی کی بنا پر ہجرت کی ان کو ہم دنیا میں ضرور اچھی جگہ بٹھائیں گے اور آخرت کا اجر اس سے بہت بڑا ہے۔ کاش وہ لوگ جانتے۔

اہلِ سنّت کے نزدیک خلفائے راشدینؓ اور ازواجِ مطہراتؓ کے بعد مہاجرینِ اوّلین کا درجہ دوسرے تمام صحابہؓ سے افضل ہے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص مہاجرینِ اوّلین ہی کی مقدس جماعت کے ایک فرد تھے اس سے ان کے بلند درجہ کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲)

ہجرت کا آغاز

جب مکہ میں کفار کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ کو ہجرت کر گئی۔ نجاشی شاہِ حبش ایک نیک دل حکمران تھا مسلمان اس کی حکومت میں آرام سے رہنے لگے۔ مشرکینِ مکہ نے نجاشی کے پاس سفارت بھیجی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن یہ سفارت ناکام رہی۔ کچھ عرصہ بعد مہاجرینِ حبش کو اطلاع ملی کہ اہلِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے، چنانچہ وہ مکہ واپس چلے آئے۔ لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔ حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو مسلمانوں کو دوبارہ حبش کو ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس دفعہ ۸۳ مردوں اور ۲۰ خواتین نے حبش کو ہجرت کی۔ اسی ہجرت کے بعد شعب ابی طالب

میں محصوری کا واقعہ پیش آیا۔ یہ ابتلا ختم ہوا تو حضورؐ نے تبلیغ حق کا کام پھر پوری سرگرمی سے شروع کر دیا اور مختلف قبائل کے سعید الفطرت لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی دوران میں حج کا موسم آگیا۔ مدینہ سے جو لوگ حج کے لیے آئے تھے ان میں سے چھ سلیم الطبع خزرجی حضورؐ کی دعوتِ حق سے متاثر ہو گئے اور مشرف باسلام ہو کر مدینہ واپس گئے۔ دوسرے سال حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ آدمیوں نے حضورؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ تیسرے سال مدینہ سے بہتّر (۷۲) عاشقانِ اسلام مکّہ پہنچے اور سرورِ کونینؐ کے دستِ حق پرست پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی کہ آپؐ مدینہ تشریف لائیں تو ہم اپنی جان و مال کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ یہ بیعت "بیعتِ عقبہ ثانی" کہلاتی ہے۔ اس بیعت کے بعد حضورؐ نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

(۳)

حضرت سعدؓ کی ہجرت

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہجرت مدینہ کا اذن ملنے پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور اُن کے نوعمر بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص نے بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ ارضِ مکہ کو "الوداع" کہا۔

صحیح بخاری میں حضرت براءؓ انصاری سے روایت ہے:۔

"اول من قدم علینا مصعبؓ بن عمیر و ابن ام مکتومؓ وکانا یقرئان الناس، فقدم بلالؓ و سعدؓ و عمار بن یاسرؓ"	"ہمارے پاس (یعنی مدینہ میں) سب سے پہلے مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ وارد ہوئے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ ان کے بعد بلالؓ، سعدؓ اور عمارؓ بن یاسر آئے"۔

مدینہ پہنچ کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور عمیرؓ بن ابی وقاص اپنے بڑے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان میں فروکش ہوئے۔ عتبہ نے جنگِ بعاث سے قبل مکہ میں ایک شخص کو قتل

کر دیا تھا اور قصاص کے خوف سے بھاگ کر مدینہ میں پناہ لی تھی۔ عتبہ کی اقامت گاہ بنو عمرو بن عوف میں تھی، وہاں ان کا ایک باغ بھی تھا۔ عتبہ گو مشرک تھے لیکن انھوں نے نہایت خوش دلی سے اپنے دونوں مسلم بھائیوں کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔ بدقسمتی سے عتبہ کافی عرصہ تک کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکتے رہے۔ جنگِ احد میں انھوں نے مشرکینِ مکہ کا ساتھ دیا۔ اور مسلمانوں کے خلاف نہایت جوش و خروش سے لڑے۔ ان کے ایک پتھر سے رسولِ اکرمؐ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ان کی یہ حرکت مدت العمر یاد رہی۔ فرمایا کرتے تھے: "خدا کی قسم! عتبہ سے بڑھ کر میں کبھی کسی شخص کا جانی دشمن نہیں ہوا۔" عتبہ حضرت سعدؓ و حضرت عمیرؓ کے حقیقی بڑے بھائی اور میزبان تھے۔ لیکن ان کی اسلام دشمنی نے چھوٹے بھائیوں کو ذرہ برابر بھی متاثر نہ کیا اور شروع سے لے کر آخر تک اسلام سے ان کی والہانہ شیفتگی قائم رہی۔

مدینہ کی ابتدائی زندگی

(۱)

پُرخطر ایّام

حضرت سعدؓ کی ہجرت کے تھوڑے عرصے بعد رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد اسلام کی مدنی زندگی کا آغاز ہو گیا[۱]۔ مشرکینِ مکہ اور یہودِ مدینہ کو مدینہ میں مسلمانوں کا امن وامان سے رہنا ایک آنکھ نہ بھایا۔ چنانچہ اُنھوں نے فرزندانِ توحید کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا ــــ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول اور اس کے ساتھی بھی دل سے مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ادھر قریشِ مکہ نے عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھ کر دھمکی دی کہ تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اس کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمھیں نیست ونابود کر دیں گے۔

---

[۱] سنہ ہجری میں رسولِ کریمؐ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ (بھائی چارہ) کا سلسلہ قائم کیا۔ کتبِ سیر وتاریخ اس بارے میں خاموش ہیں کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا بھائی چارہ کس سے کرایا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کے درمیان سلسلۂ مواخات قائم کیا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ ان کے دینی بھائی بنائے گئے۔ لیکن یہ دونوں روایتیں پایۂ استناد تک نہیں پہنچتیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے اور حضرت سعد بن معاذؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے دینی بھائی بنائے گئے۔ ممکن ہے حضرت سعدؓ کا بھائی چارہ اُن کے بھائی عُمیرؓ سے کرایا گیا ہو لیکن یہ محض قیاس ہے۔

عبداللہ کا بس چلتا تو وہ ضرور کفار کے کہنے کے مطابق عمل کرتا۔ لیکن جب رسولِ اکرمؐ نے ایسی کوشش کے نتائج و عواقب سے اسے آگاہ کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ یہ بڑا پُرخطر زمانہ تھا۔ دشمنانِ اسلام مدینہ پر حملہ کے لیے پَر تول رہے تھے اس لیے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد ایک عرصہ تک صحابہ کرامؓ ہر وقت مسلح رہتے تھے حتیٰ کہ رات کو بھی ہتھیار باندھ کر سوتے تھے اور باری باری جاگ کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ "رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ جب مدینہ تشریف لائے اور انصارؓ نے ان کو پناہ دی تو سارا عرب یکبارگی ان کے خلاف لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ صحابہؓ صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔"

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مقدس فرزندانِ اسلام کے لیے ایک متاعِ عظیم تھا ہر صحابی حضورؐ کی محبت کے جذبہ میں سرشار تھا اور ہر وقت اپنی جان و مال اور اولاد کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی راہ میں قربان کرنے پر کمربستہ رہتا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے معمول بنا لیا تھا کہ وہ ان پُرخطر ایام میں کاشانۂ نبویؐ کو کبھی غیر محفوظ حالت میں نہیں چھوڑتے تھے اور دن ہو یا رات کوئی نہ کوئی صحابیؓ ہتھیار باندھ کر کاشانۂ نبویؐ کے پہرے پر ضرور کھڑا ہوتا۔

(۲)

مردِ صالح

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آج کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا۔" حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اس خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا حضورؐ نے اطمینان کا اظہار فرمایا اور حضرت سعدؓ کو رات بھر کاشانۂ نبوی پر پہرہ دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

سَهِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْدَمَهُ الْمَدِيْنَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِيْ اِذَا	جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے تو ایک شب حضورؐ کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ اَنَا سَعْدٌ قَالَ مَاجَاءَ بِكَ قَالَ وَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ خَوْفٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَحْرُسُہٗ فَدَعَا لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ۔

(اسد الغابہ ذکر سعد بن ابی وقاص بحوالہ صحیح بخاری کتاب الجہاد)

کوئی نیک مرد آج پہرہ پر ہوتا۔ اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ حضورؐ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ جواب ملا، میں سعد ہوں۔ فرمایا، کس لیے آئے ہو؟ عرض کی، میرے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہؤا اس لیے میں پہرہ دینے کے لیے حاضر ہؤا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی، پھر سو گئے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کو حضرت سعدؓ پر کس قدر اعتماد تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر رسول اکرمؐ نے حضرت سعدؓ کے جذبۂ فدویت پر خوش ہو کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق یہ واقعہ مدینہ سے باہر کسی جگہ پیش آیا۔ اس وقت رسول کریمؐ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ رات کو ایک ایسی جگہ قیام ہؤا جہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا۔ حضرت سعدؓ کے دل میں خود بخود خیال پیدا ہؤا کہ آج کاشانۂ نبوی کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ وہ مسلح ہو کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ جاگ رہے تھے اور ایک با اعتماد پہرہ دار کی ضرورت محسوس فرما رہے تھے۔ حضرت سعدؓ کو دیکھ کر آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور استراحت فرمائی۔ محدثین نے اس واقعہ کا ذکر صراحت سے کیا ہے، شاید اس لیے کہ اس موقع پر حضرت سعدؓ کو "مردِ صالح" کا عظیم لقب مرحمت ہؤا۔ ورنہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے اور کئی موقعوں پر بھی یہ خدمت انجام دی ہوگی۔

(۴)

مختلف سرایا میں شرکت

ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کسی قدر طمانیت نصیب ہوئی اور وہ کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو گئے تاہم مشرکینِ مکہ کے حملہ کا خطرہ ہر وقت موجود تھا۔ اسی خطرہ کے تدارک کے لیے رسولِ اکرمؐ صحابہؓ کی چھوٹی چھوٹی مسلح جماعتیں وقتاً فوقتاً مکہ کی طرف روانہ فرماتے تھے۔ ان مہمات کو

سرایا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دشمنوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے تاکہ وہ بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔ جنگِ بدر سے پہلے جو سرایا پیش آئے ان میں سے ایک سریہ کی قیادت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کی۔ اس کے علاوہ تین سرایا میں انھوں نے ایک مجاہد کی حیثیت سے شرکت کی۔ ان چار سرایا کے مختصر واقعات یہ ہیں:

(۱) سریہ عبیدہؓ بن حارث

اس سریہ میں رسولِ اکرمؐ نے ساٹھ سواروں کے ساتھ حضرت عبیدہؓ بن حارث کو قریش کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی مجاہدین میں شامل تھے۔ حجاز کے ساحلی علاقہ میں مسلمانوں کی مڈبھیڑ قریش کے ایک بڑے قافلے سے ہوئی لیکن کشت و خون تک نوبت نہیں پہنچی اور قریش بچ کر نکل گئے۔ تاہم حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے راہِ خدا میں ایک تیر چلا ہی دیا۔[1] محدثین کا قول ہے کہ وہ سب سے پہلے عرب ہیں جنھوں نے راہِ حق میں تیر چلایا۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے: "انی لاول العرب رمی بسھم فی سبیل اللہ" یعنی میں پہلا عرب ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا۔

(۲) سریۂ حمزہؓ

اس سریہ میں رسولِ اکرمؐ نے حضرت حمزہؓ کو تیس مجاہدوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق ان تیس مجاہدوں میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے ساحلی علاقے میں ابوجہل کے قافلے سے مڈبھیڑ ہوئی، اس میں تین سو سوار تھے۔ دونوں فریق صف بندی کر کے جنگ پر آمادہ تھے لیکن مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور مسلمان کشت و خون کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

(۳) سریہ سعدؓ بن ابی وقاص

اس سریہ میں رسولِ کریمؐ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ساتھ قریش

---

[1] سیرت ابن ہشام۔ جلد اول۔

کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے پر مامور فرمایا۔ یہ جماعت خرار کے مقام تک گئی لیکن مشرکین سے سامنا نہ ہُوا۔

(۴) سریہ عبداللہ بن جحشؓ

رجب سنہ ۲ھ میں رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور فرمایا۔ جب وہ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو حضورؐ نے ان کو ایک سر بمہر خط دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسے دو دن کے بعد کھولنا۔ حضرت عبداللہؓ کے ساتھیوں میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ دو دن بعد حضرت عبداللہؓ نے حضورؐ کا فرمان کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ "نخلہ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام) میں قیام کرو اور قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلاؤ۔"

اس موقع پر حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ میری طرف سے کسی پر پابندی نہیں ہے۔ جسے شہادت کی آرزو ہو میرے ساتھ رہے ورنہ واپس چلا جائے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور دوسرے مجاہدین نے بیک آواز کہا کہ " اے امیر ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے ہم نے اپنی جانیں راہِ خدا میں وقف کر رکھی ہیں"۔ حضرت عبداللہؓ اپنے پُرجوش ساتھیوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ اتفاق سے جس اونٹ پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عتبہؓ بن غزوانؓ سوار تھے، وہ راستے سے بھٹک کر پیچھے رہ گیا۔ اس اثنا میں حضرت عبداللہؓ دوسرے مجاہدین کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ ان کا مقابلہ قریش کے ایک چھوٹے سے تجارتی قافلے سے ہو گیا۔ اس میں قریش کا ایک معزز آدمی عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور دو آدمیوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ حضرت عبداللہؓ مالِ غنیمت اور قیدیوں کے ہمراہ مدینہ واپس آئے تو حضورؐ نے فرمایا: "میں نے تمہیں ایسا کرنے (یعنی کشت و خون وغیرہ کرنے کی) اجازت نہیں دی تھی"۔ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی حضرت عبداللہؓ پر طعنہ زن ہوئے کہ تم حضورؐ کی اجازت کے بغیر ماہِ حرام میں لڑے۔ طبری نے صحابہ کرامؓ سے یہ الفاظ منسوب کئے ہیں:۔

"صنعتم مالم تومروا به وقاتلتم فی الشهر الحرام ولم تومروا بقتال" (یعنی) تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا اور ماہِ حرام میں کُشت وخون کیا حالانکہ اس مہینہ میں تم کو جدال وقتال کا حکم نہ تھا۔

حضرت عبداللہؓ نے عُذر پیش کیا کہ میں یہاں سے چلا تھا تو رجب کا مہینہ تھا۔ اثنائے سفر میں ماہِ حرام شروع ہوگیا اور تاریخ کی غلطی (یا لاعلمی سے) اس مہینہ میں کفار سے لڑائی پیش آگئی۔

بعض مفسرین کا بیان ہے کہ اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضرت عبداللہؓ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کی بریت کردی گئی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ج وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط

(سورۂ بقرہ۔ ع ۲۷)

لوگ آپ سے ماہِ حرام کی نسبت سوال کرتے ہیں کہ (آیا) اس میں لڑنا (مباح ہے) کہہ دیجئے کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے (لیکن) راہِ حق سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا اس سے بھی بڑھ کر ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بُرا ہے۔

قریش کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ سخت مشتعل ہوئے۔ تاہم انھوں نے فدیہ دے کر کچھ آدمی اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے بھیجے۔ جس وقت یہ آدمی مدینہ پہنچے حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ اور عتبہؓ بن غزوان واپس نہیں آئے تھے اور حضورؐ کو ان کے بارے میں تشویش ہو رہی تھی۔ آپؐ نے قریش کے آدمیوں سے فرمایا کہ جب تک سعدؓ اور عتبہؓ بخیریت واپس نہیں آجاتے تمہارے قیدی رہا نہیں کیے جاسکتے۔ یہ لوگ خاموش ہوگئے اور دونوں حضرات کی واپسی کا انتظار کرنے لگے اسی اثنا میں حضرت سعدؓ اور عتبہؓ واپس آگئے۔ ان کے آتے ہی حضورؐ نے قیدی رہا کردیئے۔

(۳)

رسولِ اکرمؐ کی دائمی رفاقت

صفر سنہ ۲ ہجری میں سرورِ کائناتؐ ساٹھ مہاجرین کی معیت میں الابواء (مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک مقام) تک تشریف لے گئے اور بنو ضمرہ سے ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے مسلمان اور بنو ضمرہ ایک دوسرے کے حلیف بن گئے۔ محدثین نے نام کی تصریح نہیں کی لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ وقاص بھی حضورؐ کے ساتھ ابواء گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ہم رسولِ اکرمؐ کی معیت میں غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ ہمارا فضلہ ایسا ہوتا تھا جیسا اونٹ یا بکری کا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی خلط نہیں ہوتی تھی (یعنی مینگنیاں ہوتی تھیں)۔ محدثین کرام نے وضاحت نہیں کی کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں کن غزوات کی طرف اشارہ ہے۔ بہرصورت اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے کسی حالت میں بھی رسولِ اکرمؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور وہ ہر موقع پر حضورؐ پر اپنی جان فدا کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے ۔

اصحابِ بدرؓ میں سے ایک

(۱)

غزوۂ بدر اور اصحابؓ بدر

غزوۂ بدر کفر اور اسلام کا معرکۂ اوّل ہے۔ تاریخِ اسلام میں اس غزوہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ یہی غزوہ اسلام کی آئندہ ترقی اور وسعت کا پیش خیمہ بنا۔ اس میں کفر و شرک کے بڑے بڑے باجبروت بت سرنگوں ہو گئے۔ اور مٹھی بھر بے سروسامان فرزندان توحید نے ہر قسم کے سازوسامان سے آراستہ اپنے سے تین گنا کفار کو عبرتناک شکست دی۔ اس غزوہ میں مجاہدینِ اسلام کی تعداد باختلافِ روایت ۳۰۵ سے ۳۱۷ کے درمیان تھی۔ عملی طور پر لڑائی میں حصہ لینے والوں کی تعداد اکثر روایات میں ۳۱۳ (تین سو تیرہ) بیان کی گئی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ بدر کو نہایت عزیز جانتے تھے۔ آپؐ نے کئی مواقع پر ان کے فضائل بیان فرمائے۔ حضورؐ کے بعد بھی بدری صحابہؓ کو دوسرے صحابہؓ میں ہمیشہ ایک خاص مقام حاصل رہا۔ محدثین نے خلفائے راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ، مہاجرینِ اوّلینؓ اور اہلِ عقبہ کے بعد بدری صحابہ کو دوسرے تمام صحابہؓ سے افضل قرار دیا ہے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ان جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں جن کو نہ صرف ہجرت میں تقدم کا شرف حاصل ہوا بلکہ جو غزوۂ بدر میں بھی مجاہدانہ شریک ہوئے۔ غزوۂ بدر میں حضرت سعدؓ کی شرکت کتبِ احادیث و سیر سے بلا اختلاف ثابت ہے۔

(۲)

محاذِ بدر کی طرف اقدام

ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کا امن وعافیت سے رہنا قریشِ مکہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے حضورؐ کی مکہ سے ہجرت کے فوراً بعد قریش مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مشغول ہو گئے تھے۔ ابھی وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول ہی رہے تھے کہ سریہ عبداللہ بن جحشؓ میں عمرو بن الحضرمی کے قتل کی خبر ملی۔ اس خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور قریش کی آتشِ غضب پوری تندی سے بھڑک اٹھی۔ وہ اسی وقت زور وشور سے جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چند دن کے اندر اندر کیل کانٹے سے لیس ہو کر ایک ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ اس لشکر میں ابولہب کے سوا تمام رؤسائے قریش شریک تھے۔ عتبہ بن ربیعہ لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی پرجوش آمد کی اطلاع ملی تو آپؐ بھی ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تقریباً تین سو جان نثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ ان میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ لشکرِ اسلام میں کچھ کمسن بچے بھی شامل ہو گئے تھے۔

حضورؐ نے شہر سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا تو ان بچوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص بھی ان بچوں کے ساتھ آئے تھے۔ ان کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔ حضورؐ نے ان کو بھی واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیرؓ کو جنگ میں حصہ لینے کا اس قدر شوق تھا کہ حضورؐ کا حکم سن کر بے اختیار رونے لگے۔ سرورِ کائناتؐ ان کے جذبۂ اخلاص سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کو نہ صرف جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی بلکہ اپنے دستِ مبارک سے ان کے تلوار باندھی[1]۔

حضرت عمیرؓ کو اسی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے رتبۂ شہادت پر فائز کیا۔ اس کمسن مجاہد کو شہید کرنے والا کوئی معمولی سپاہی نہیں تھا بلکہ قریش کا نامی بہادر عمرو بن عبدِ وُد تھا۔ جو ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

---

[1] یہ مستدرک حاکم کی روایت ہے۔ ابنِ عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عمیرؓ کے گلے میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے تلوار حمائل کی۔

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ "بدر کی لڑائی سے پہلے جب لشکرِ اسلام تیاری کر رہا تھا تو میں نے اپنے بھائی عمیرؓ کو دیکھا کہ اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "عمیرؓ کیا بات ہے؟ تم کیوں مضطربانہ چھپتے پھرتے ہو؟" کہنے لگا۔ "بھائی جان میری عمر کم ہے اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں رسولِ اکرمؐ مجھے لڑائی میں حصّہ لینے سے روک نہ دیں۔ میری دلی تمنّا ہے کہ اس لڑائی میں ضرور شرکت کروں۔ شاید اللہ تعالےٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔"[1]

جب حضورؐ نے لشکر کا معائنہ فرمایا تو عمیرؓ کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ حضورؐ نے ان کی کم عمری کی وجہ سے واپس جانے کا حکم دیا۔ عمیرؓ رونے لگے۔ حضورؐ کو ان کے شوق اور رونے کا حال معلوم ہوا تو آپؐ نے ان کو لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ لڑائی میں شریک ہوئے اور اللہ نے ان کی دوسری تمنّا بھی پوری کر دی یعنی وہ اسی لڑائی میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ "ان (عمیرؓ) کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑا ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا تاکہ اُونچی ہو جائے۔"

بچّوں کی واپسی کے بعد تین سو تیرہ جان نثار حضورؐ کے ساتھ رہ گئے۔ ان میں سے صرف دو کے پاس گھوڑے تھے۔ اور بہت کم ایسے تھے جن کے پاس پورے ہتھیار تھے۔

(۳)

معرکۂ حق و باطل

۱۷ رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری کو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم بدر کے قریب پہنچے۔ قریش اس سے پہلے ہی یہاں پہنچ کر خیمہ زن ہو چکے تھے۔ لشکرِ اسلام نے بھی ان کے سامنے ایک مناسب جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضورؐ رات بھر عبادت و دعا میں مشغول رہے۔ دوسرے دن دونوں فوجیں مقابلہ کے لئے آمنے سامنے ہوئیں۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ ایک طرف مٹھی بھر بے سروسامان فرزندانِ توحید تھے اور دوسری طرف کفّار کا جمِ غفیر تھا جو ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس تھا اور جس میں سو آہن پوش

---

[1] [illegible]

سواروں کا ایک دستہ بھی تھا۔

فردوسیٔ اسلام حفیظ جالندھری نے دونوں لشکروں کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے :-

(لشکرِ کفار)

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبط کا دل سے
یکایک اک سیہ آندھی اٹھی بدؔ مقابل سے
امڈتی، دوڑتی، اٹھتی ہوئی، بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
کیا جب چاک مقراض ہوا نے گرد کا پردہ
اٹھا اللہ کے ہر دشمن نامرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں ہیں وہ غولانِ بیابانی
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوسِ انسانی
وہ سب کے سب جنھیں حاصل تھے اعزازِ نیپانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
غرور و تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے
اکڑتے بنتے تنتے پیچ و بل کھاتے ہوئے آئے
یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا

(لشکرِ اسلام)

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے محمدؐ والے بھی، ایمان والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی، نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طرہ تھا کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
نہتے تین سو تیرہ تھے وہ پتلے شجاعت کے
علمبردار تھے یہ ایک غیرت مند امت کے
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

سب سے پہلے لشکرِ قریش سے عمرو بن الحضرمی مقتول کے بھائی عامر حضرمی نے آگے بڑھ کر مبارز طلبی کی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے غلام حضرت مہجعؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور شہید

لے مسلمان۔

ہو گئے۔ اس کے بعد عتبہ، ولید اور شیبہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ مسلمانوں سے حضرت عوفؓ، حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ مقابلہ کو نکلے۔ یہ تینوں انصاری تھے۔ عتبہ بلند آواز سے پکارا: "محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں"۔ اس پر حضورؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ، عتبہ اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ پر آئے۔ عتبہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور ولید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا اور حضرت عبیدہؓ کو رزمگاہ سے اُٹھا لائے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ اس زور کا رن پڑا کہ زمین کانپ اُٹھی۔ اثنائے جنگ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر سعید بن عاص سے ہو گیا۔ حضرت سعدؓ نہایت جوش اور وارفتگی سے لڑ رہے تھے انھوں نے آناً فاناً سعید بن عاص کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور اس کی مشہور تلوار "ذوالکتیفہ" اپنے قبضے میں کر لی۔ یہ تلوار لے کر وہ سرورِ کونینؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک مالِ غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ یہ تلوار جہاں سے اُٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔ حضرت سعدؓ نے تعمیلِ ارشاد کی لیکن ان کو اس مشہور تلوار کے نہ ملنے پر بڑا ملال ہوا۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گئے تھے کہ سورۂ انفال نازل ہوئی[1] جس میں یہ حکم بھی تھا:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا (ترجمہ: تم نے لوٹا ہے اب کھاؤ کہ حلال طیب ہے۔)

حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو بُلا بھیجا اور فرمایا کہ جاؤ اور اپنی تلوار لے لو۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت سعدؓ کا اپنا بیان یہ ہے:۔

لما كان يوم بدر، قتل اخي عمير، وقتلت سعيد بن العاص، واخذت سيفه وكان يسمى ذو الكتيفة، فاتيت به نبي الله صلعم، قال اذهب فاطرحه في القبض،

[1] سورۂ انفال اگرچہ جنگِ بدر میں نازل ہوئی لیکن صحیح بخاری میں اس کی شانِ نزول اس طرح مذکور نہیں ہے۔ ہماری روایت کا ماخذ مسند احمد حنبل اور صحیح مسلم ہے۔

قال فرجعت، وبی مالا یعلمہ الا اللہ من قتل اخی واخذ سلبی، قال فما جاوزت الا یسیرًا حتی نزلت سورۃ انفال، فقال لی رسول اللہ صلعم اذھب فخذ سیفک۔

(مسند۔ ج ۱)

یعنی بدر کے دن میرے بھائی عُمیر قتل ہوئے اور مَیں نے سعید بن عاص کو قتل کیا اور اس کی تلوار چھین لی، اس کا نام ذوالکتیفہ تھا، میں اس کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لایا۔ حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور اسے مالِ غنیمت میں رکھ دو۔ میں لوٹا۔ بھائی کے قتل اور غنیمت (یعنی تلوار) کی واپسی سے مجھ کو جو دُکھ ہوا وہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ مَیں تھوڑی دُور گیا تھا کہ سورۂ انفال کا نزول ہوا۔ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا، جاؤ اور اپنی تلوار لے لو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سعدؓ غزوۂ بدر میں ایک تلوار لے کر سرورِ کونینؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ آج خدا نے دشمن کے خون سے میرا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہے۔ یہ تلوار مجھے مرحمت فرمایئے"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "یہ تلوار نہ تیری ہے نہ میری"۔

حضرت سعدؓ حضورؐ کا ارشاد سُن کر دل میں یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ شاید یہ تلوار اس کو ملے جس نے مجھ جیسا کارنامہ انجام نہ دیا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو بلا بھیجا۔ حضرت سعدؓ گھبرائے کہ شاید ان کے دلی خیالات سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ ڈرتے ڈرتے بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے یہ آیت سُنائی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ — لوگ آپؐ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ — کہہ دیجیے کہ مالِ غنیمت تو خدا اور رسولؐ کا ہے۔

فرمایا۔ "اے سعدؓ! خدا نے یہ تلوار مجھے دی ہے لیکن مَیں تجھے دیتا ہوں"۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

(۴)

فتحِ مبین

قریش کا سپہ سالار عتبہ تو لڑائی کے آغاز ہی میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ چند

گھنٹوں کے اندر اندر ان کے دوسرے بڑے بڑے سردار ابوجہل، عاص بن ہشام، منبہ بن الحجاج، امیہ بن خلف، زمعہ بن الاسود وغیرہ بھی مارے گئے۔ اب مشرکین کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ قریباً ستر لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ستر آدمی مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے۔ ان میں نضر بن حارث اور عقبہ بھی تھے جو اسلام دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ رسولِ اکرمؐ نے ان کو قتل کرادیا۔ باقی قیدی مدینہ لائے گئے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو نہایت امن اور آسائش کے ساتھ رکھو۔ مسلمانوں نے حضورؐ کے ارشاد کے مطابق ان قیدیوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا حتیٰ کہ خود بھوکے رہ کر ان کو کھانا کھلایا۔ قیدیوں اور پھر ان قیدیوں کے ساتھ جو اسلام کے بدترین دشمن اور فرزندانِ توحید کے خون کے پیاسے تھے ایسا حسنِ سلوک تاریخِ عالم میں اپنی نظیر آپ ہے۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہوئی بلکہ حضورؐ نے فیصلہ کیا کہ ان قیدیوں کو غلام رکھنے کی بجائے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سے چار چار ہزار درہم فی کس فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔ جو لوگ فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔ البتہ جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کے لیے یہ فدیہ مقرر ہوا کہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ غرض اس طرح سارے اسیرانِ جنگ رہا ہوگئے۔

معرکہ بدر میں مسلمانوں کے ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ ان میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے نوعمر بھائی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ اس جنگ میں یوں تو ہر مسلمان نے شجاعت اور فداکاری کا بے مثال مظاہرہ کیا تاہم حضرت حمزہؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت معاذ بن عفراءؓ اور کچھ دوسرے صحابہؓ کے کارنامے اربابِ سیر نے نمایاں طور پر بیان کئے ہیں۔ غزوۂ بدر مذہبی، ملکی، سیاسی ہر لحاظ سے ایک انقلاب انگیز اور فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس میں قریش کے وہ تمام بڑے بڑے رؤسا جو اسلام کی ترقی کی راہ میں سدِ آہن کی حیثیت رکھتے تھے قتل ہوگئے اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی حالت کافی مستحکم ہوگئی۔

اُحد کے میدان میں

(۱)

قریش کا جوشِ انتقام

ہزیمتِ بدر کی خبر مکہ پہنچی تو وہاں کہرام مچ گیا اور ہر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن قریش کی غیرت کا یہ عالم تھا کہ رسوائی کے خوف سے بلند آواز سے نہیں روتے تھے۔ اگرچہ غم واندوہ سے نڈھال تھے لیکن ہمت شکستہ نہیں ہوئی تھی اور دل جوشِ انتقام سے لبریز تھے۔ اہلِ مکہ نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کی شکست کا انتقام نہ لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ایک سال تک وہ خوب زور و شور سے لڑائی کی تیاریاں کرتے رہے اور پھر شوال ۳ھ میں تین ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ جوشِ انتقام کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی لشکر میں شامل تھیں۔ یہ عورتیں دف پر رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر مشرکین کو لڑائی پر اُبھارتی تھیں۔ قریش ۳ شوال ۳ھ کو مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہِ اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈال دیا۔

(۲)

رسولِ اکرمؐ کی مدینے سے روانگی

رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار کی آمد کا حال معلوم ہوا تو آپؐ ۶ شوال کو نمازِ جمعہ پڑھ کر ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے۔ عبداللہ بن ابی نے عین موقع پر غداری کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں سے الگ ہو گیا۔ اب رسول اللہؐ کے جان نثاروں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی انہیں نفوسِ قدسی میں شامل تھے۔ حضورؐ نے

ان کو اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر فرمایا۔ حضرت زبیر بن العوام رضؓ کو سواروں کی قیادت مرحمت فرمائی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لشکرِ اسلام کا علم عنایت فرمایا پھر احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ اس طرف ایک درہ تھا اور خطرہ تھا کہ کفار ادھر سے آکر مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوں حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ہمراہ اس درہ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جنگِ احد کے ابطالِ خاص (ہیروز HEROES) میں سے ہیں اس لئے ہم اس جنگ میں حضرت سعدؓ اور بعض دوسرے مجاہدین کی جان نثاری اور حبِ رسولؐ کے جستہ جستہ واقعات کسی قدر تفصیل سے بیان کریں گے۔

(۳)

احد کے دامن میں

۷ شوال ۳ھ (ہفتہ) کے دن بوڑھے جبلِ احد نے اپنے دامن میں ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ صدیوں سے اسی جگہ اپنی خشک اور ٹنڈ منڈ چٹانوں کے ساتھ زمین کے سینے پر میخ بن کر گڑا ہوا تھا۔ بے حس اور مردہ ــــ لیکن اس دن گرم گرم اور تازہ خون نے اسے ایک ایسی زندگی بخش دی جس کا اختتام صورِ اسرافیل کے پھونکے جانے سے پیشتر شاید ہی ہو۔

بوڑھے کوہِ احد نے کفار کی پرخروش آمد آمد کو دیکھا ــــ اس نے مدینہ سے علمبردارانِ حق کا نکلنا دیکھا۔ اور پھر جب اس کے دامن میں شرارِ بولہبی چراغِ مصطفویؐ سے ستیزہ کار ہوا تو اس نے کچھ ایسے دلدوز مناظر دیکھے جو صفحۂ تاریخ پر نقوشِ جاوداں بن کر ثبت ہو گئے۔

(۴)

بہترین دعا

جنگِ احد سے ایک دن قبل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ اکٹھے بیٹھے تھے۔ یکایک حضرت سعدؓ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی ــــ "اے زمین و آسمان کے مالک! کل جو دشمن میرے مقابلہ پر آئے وہ نہایت تند اور شجاع ہو اور میں تیری راہ میں اس کو قتل کروں۔"

عبداللہ بن جحشؓ نے "آمین" کہا اور پھر خود آسمان کی طرف مُنہ کر کے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی ــــــ "بارِ الٰہا مجھے ایسا مقابل دے جو نہایت غضب ناک اور بہادر ہو۔ میں تیری راہ میں اُس سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے ناک کان کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں اور تو مجھ سے سوال کرے کہ اے عبداللہ، تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں، اے اللہ تیرے لئے اور تیرے رسولؐ کے لئے"

دوسرے دن اُحد کے میدان میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہوا تو سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن جحشؓ اس بے جگری سے لڑے کہ جدھر نکل جاتے مشرکین کی صفیں اُلٹ دیتے۔ مشرکین کے ایک نامور بہادر طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں حضرت سعدؓ نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان کُتّے کی طرح باہر نکل آئی اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ یوں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی دعا قبول ہو گئی۔ دوسری طرف حضرت عبداللہ بن جحشؓ اس جوش سے لڑے کہ ان کی تلوار کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ حضورؐ نے اُنھیں کھجور کی ایک چھڑی عنایت فرمائی، جس سے اُنھوں نے تلوار کا کام لیا۔ بڑی دیر تک اسی سے لڑتے رہے۔ آخر ایک مُشرک ابوالحکم بن اخنس ثقفی کے وار سے ان کی شہادت کی تمنا پوری ہوگئی کفار نے مُثلہ کیا اور ان کے ناک اور کان کاٹ کر دھاگے میں پرو دیئے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے دیکھا تو بے ساختہ فرمایا، "خدا کی قسم! عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی"[1]

(۵)

حضرت حمزہؓ کی شہادت

احد کی عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے قریش کے علمبردار طلحہ نے بڑھ کر مبارزطلبی کی شیرِ خدا علی مرتضیٰؓ اس کی طرف لپکے اور تلوار کے ایک ہی وار سے اُسے جہنم واصل کر دیا۔ طلحہ کے بعد اس کا بھائی رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے مقابلے کے لئے حضرت حمزہؓ نکلے اور تلوار کے ایک بھرپور وار سے اسے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوگئی۔ عمِ رسولؐ حمزہؓ والہانہ انداز سے لڑتے

---

[1] اسد الغابہ، جلد سوم۔

انھوں نے دشمنوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ انھوں نے ڈھال پھینک کر دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ لی تھیں اور موت وحیات سے بے نیاز ہو کر کفار کے ٹڈی دل میں گھس گئے تھے۔ لڑتے لڑتے ان کا سامنا مشہور مشرک سباع غبشانی سے ہو گیا۔ اسے دیکھ کر پکارے:

"اے ام انمار مُضغہ بخس کے بچے، کیا تو خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑنے آیا ہے؟"

یہ کہہ کر تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسی طرح ان کے ہاتھ سے تیس کافر جہنّم واصل ہو چکے تھے کہ جبیرؓ بن مطعم کے غلام وحشی نے جو ایک چٹان کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھا تھا، تاک کر ان پر اپنا برچھا پھینکا۔ حمزہؓ شہید ہو کر گر پڑے۔ کفار کی عورتوں نے مسرت کے گیت گائے۔ ہند بنت عتبہ نے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے اور پیٹ چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا۔ جب سرور کونینؐ ان کی لاش پر تشریف لائے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمایا "تم پر خدا کی رحمت۔ تم نیک کاموں میں سب سے آگے رہتے تھے اور رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اگر مجھے صفیہؓ (رسول اللہؐ کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن) کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہیں اسی طرح چھوڑ دیتا کہ تم قیامت کے دن درندوں اور پرندوں کے شکم سے اُٹھائے جاتے۔ خدا کی قسم! میں تمہارے عوض ستّر کافروں کا مُثلہ کروں گا۔" لیکن اللہ تعالےٰ نے اس قسم کے انتقام سے حضورؐ کو منع فرما دیا اور آپؐ نے قسم کا کفارہ ادا کر کے صبر اختیار فرمایا ــــ حضرت حمزہؓ کی ہمشیرہ صفیہؓ نے بھی ان کی شہادت کا حال سُن کر بڑے صبر اور حوصلے کا اظہار فرمایا۔ اور بھائی کے کفن دفن کے لئے اپنے صاحبزادے زبیرؓ کو دو چادریں دیں۔ جب وہ سیّد الشہداءؓ کو دفنانے لگے تو پہلو میں ایک انصاری شہید کی بے گور و کفن لاش بھی پڑی تھی۔ ایک چادر ان کے لئے دے دی۔ لیکن اب ایک چادر سے حضرت حمزہؓ کا چہرہ چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو چہرہ کھل جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ چادر چہرے پر ڈال دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ غرض اس طرح اس آفتاب شجاعت کا جنازہ تیار ہوا۔ حضورؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اسی میدان میں انہیں آغوش لحد میں اُتار دیا۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد

(۶)

زید بن خطابؓ کا شوقِ شہادت

جنگِ اُحد کے دن فاروقِ اعظمؓ کے عاشقِ رسول بھائی زیدؓ بن خطاب کے دل میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ آج کے دن وہ راہِ خدا میں ضرور قربان ہو جائیں اپنا کُرتہ اُتار دیا اور ننگے بدن لشکرِ کفار کی طرف بڑھے تاکہ دشمن کا کوئی وار جلد از جلد ان کی تمنائے شہادت پوری کر دے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اُن سے بے پناہ محبت تھی۔ منت سماجت کر کے زرہ پہنائی لیکن اُنھوں نے تھوڑی دیر بعد اتار دی۔ حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا "میرا عریاں سینہ ہی دشمنوں کا ہدف بننے دیں آپ کی طرح میرے دل میں بھی جامِ شہادت پینے کی تمنا ہے"! حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور زیدؓ اسی حالت میں اس جوش سے لڑے کہ کفار میں بھگدڑ مچ گئی قدرت کو ابھی ان کی زندگی منظور تھی، اس جنگ میں شرفِ شہادت سے محروم رہے۔[1]

(۷)

ابودجانہؓ کی شجاعت

مشہور صحابی حضرت ابودجانہؓ شجاعانِ عرب میں شمار ہوتے تھے۔ وہ کفار کے ٹڈی دل میں گھس گئے اور صفوں کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں حضورؐ نے ایک تلوار دستِ مبارک میں لے کر فرمایا:-

"آج کون اس کا حق ادا کرتا ہے؟"

کئی صحابہ کرامؓ نے اس کارِ عظیم کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا ان میں حضرت ابودجانہؓ بھی شامل تھے۔ حضورؐ نے تلوار انہیں مرحمت فرمائی۔ ابودجانہؓ اس عزت افزائی پر بے حد مسرور ہوئے اور سر پر سرخ رومال باندھ کر سینہ تانے ہوئے فوج سے نکلے اور کفار کو اپنی تلوار پر رکھ لیا۔ اثنائے جنگ میں ہند بنت عتبہ ان کی تلوار کی زد میں آ گئی لیکن اُنھوں نے یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا کہ میں اپنے آقا و مولیٰ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت کے خون سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد + [2] اسد الغابہ

(۸)

دو مجاہد بچّے

جنگ سے قبل مدینہ منورہ سے باہر نکل کر سرورِ کائنات ؐ نے لشکرِ اسلام کا معائنہ فرمایا تو کئی صغیر السن بچے بھی شوقِ شہادت میں لشکرِ اسلام میں شامل ہوگئے۔ حضور ؐ نے انہیں مدینہ واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت خدیج ؓ ایک انصاری نے عرض کی "یارسول اللہ میرے لڑکے رافع ؓ کو تیر اندازی میں بہت مہارت ہے[1]، اسے لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت دیں۔" رافع ؓ کی عمر پندرہ سال کی تھی اور وہ اپنی ایڑیوں پر کھڑے ہو ہو کر اپنے قد کو لمبا ظاہر کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ حضور ؐ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور لڑائی میں شرکت کی اجازت دے دی۔ رافع ؓ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔

لڑکوں کی جماعت میں رافع ؓ کے ہمعمر ایک لڑکے سمرہ بن جندب ؓ بھی تھے۔ انہیں رافع ؓ پر بہت رشک آیا۔ اپنے سوتیلے باپ مری بن سنان ؓ کی وساطت سے رسولِ کریم ؐ کی خدمت میں عرض کی "یارسول اللہ آپ ؐ نے رافع ؓ کو اجازت دے دی اور مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں رافع ؓ سے طاقتور ہوں۔ آپ بے شک رافع ؓ سے میری کشتی کرا کے دیکھ لیجئے۔ اگر میں ہار گیا تو میدانِ جنگ میں جانے پر اصرار نہ کروں گا۔"

رسولِ کریم ؐ سمرہ ؓ کے شوقِ جہاد سے بے حد متاثر ہوئے اور کشتی کا حکم دے دیا۔

رافع ؓ اور سمرہ ؓ خم ٹھونک کر مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے اور ایک دوسرے سے گتھ گئے تھوڑی دیر بعد سمرہ ؓ نے رافع ؓ کو پچھاڑ دیا۔ وہ دیکھنے میں چھوٹے اور کمزور تھے لیکن مقابلہ جیت کر اپنے آپ کو طاقتور ثابت کر دیا۔ حضور ؐ نے اب انہیں بھی جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

رافع ؓ[1] اور سمرہ ؓ[2] دونوں اس بہادری اور ثابت قدمی سے لڑے کہ اپنے آپ کو بڑوں کا ہمسر ثابت

---

[1] حضرت رافع ؓ کا شمار بڑے جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔ جنگِ اُحد کے بعد غزوۂ خندق اور کئی دوسرے غزوات میں اُنھوں نے رسولِ کریم ؐ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ جنگِ صفین میں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے نہایت بہادری سے لڑے ۔ ۷۴ھ میں ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کے دن مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ (سیر انصار جلد اوّل)

[2] صفحہ ۵۵ ملاحظہ ہو۔

کردیا۔ حضرت رافع رضؓ کے سینے میں کسی مشرک کا تیر پیوست ہو گیا۔ لوگوں نے اسے باہر کھینچا تو ٹوٹ گیا اور اس کی نوک حضرت رافع رضؓ کے سینے میں رہ گئی تاہم جان بچ گئی۔ اس واقعہ کے بعد تقریباً ۲۷ سال زندہ رہے۔ (طبری)

(۹)

مقدس آنکھ

حضرت قتادہ بن نعمان رضؓ ایک جلیل القدر انصاری صحابی تھے۔ وہ جنگِ بدر کے تین سو تیرہ نفوس قدسی میں سے ایک تھے۔ جنگِ اُحد میں بھی نہایت جوش و خروش کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب وہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ کسی مشرک نے آنکھ پر نیزہ پھینکا۔ آنکھ باہر نکل کر رخسارہ پر لٹک آئی۔ لیکن یہ عاشقِ رسولؐ میدانِ جنگ سے ہٹنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ لوگوں نے کہا، اسے کاٹ دو۔ بولے "رسول اللہ سے پوچھ لو۔"

جب نبی کریمؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا "نہیں نہیں" اور پھر اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کو اپنی اصلی جگہ پر لگا دیا اور دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اکسھا جمالاً

اس دعا کی برکت سے یہ آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اور پھر حضرت قتادہؓ کی ساری زندگی تک اس کی نظر نہایت تیز رہی۔

ان کی اولاد میں کسی نے یہ اشعار اسی واقعہ کی بابت لکھے ہیں:

بقیہ صفحہ ۵۴۔ ۲ حضرت سمرہ بن جندبؓ بھی نہایت جلیل القدر صحابی ہوئے اور احد کے بعد تمام غزوات میں شرکت کی۔ سرورِ کائنات کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ زیاد بن سمیہ حاکم بصرہ و کوفہ نے انہیں اپنا نائب الحکومت مقرر کیا۔ وہ کوفہ میں ہوتا تو بصرہ کی امارت ان کے سپرد ہوتی۔ وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ جا کر انتظام حکومت سنبھال لیتے۔ سمرہؓ خوارج کے سخت دشمن تھے۔ ان پر قابو پا کر بے دریغ قتل کرا دیتے تھے۔ رسول کریمؐ کی سنت پر عمل کرنے میں بڑا اہتمام فرماتے تھے اور فضلائے صحابہؓ میں شمار ہوتے تھے۔ ۵۸ھ میں پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ (اسد الغابہ)

انا ابن الذی سالت علی الخد عینه
فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد
فعادت کما کانت لاول امرھا
فیاحسن ماعین و یاحسن مارد

یعنی میں اس کا فرزند ہوں جس کے گالوں پر آنکھ (خانۂ چشم) سے نکل کر گر پڑی۔ پس وہ محمد مصطفیٰ کے مبارک ہاتھ سے نہایت احسن طریقہ سے لوٹائی گئی۔ پس وہ لوٹ گئی (اپنی جگہ پر آ گئی) جیسا کہ اس کا پہلا ٹھکانہ تھا۔ کیا مبارک تھی وہ آنکھ اور کیا مبارک تھا اس کا لوٹایا جانا (مبارک تھی وہ ذاتِ اقدس جس نے اسے لوٹا دیا)۔ (اسد الغابہ)

(۱۰)

سر بوقتِ ذبح اپنا اس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر! لوٹنے کی جائے ہے

حضرت عمارہ بن زیادؓ (انصاری) رسول کریمؐ کے عاشقِ زار تھے۔ جنگِ اُحد میں انھوں نے اپنا حقِ رفاقت خوب نباہا اور بڑی ثابت قدمی کے ساتھ مشرکین کے خلاف لڑے۔ ان کے جسم پر نیزہ زخم لگ چکے تھے لیکن میدانِ جنگ سے منہ موڑنے کا نام نہ لیتے تھے۔ آخر چودھویں زخم کے ساتھ طاقت جواب دے گئی اور گر پڑے۔ لوگوں نے سمجھا شہید ہو گئے ہیں۔ رسول اللہؐ کو اطلاع دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا "عمارہ کی لاش میرے پاس لاؤ۔"

اصحابِ رسولؐ فوراً ان کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو ابھی سانس چل رہی تھی۔ اٹھا کر حضورؐ کے رُوبرو رکھ دیا۔ بولنے کی سکت نہ تھی لیکن اُن کی بے نور ہوتی ہوئی آنکھیں پکار رہی تھیں:

"یا رسول اللہ! یہ تو صرف ایک جان تھی، اگر سو جانیں بھی ہوتیں تو آپ پر نثار کر دیتا۔"

چنانچہ اپنے رخساروں سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں کو سہلاتے ہوئے داعئِ اجل کو لبیک کہا۔

اللہ اللہ یہ جذبہ عقیدت اور یہ خوش بختی کہ دمِ واپسیں ہے اور سر محبوب کے قدموں پر ہے۔ اور محبوب کون؟ فخرِ انس و ملائک، سید الانبیاء، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم!

عمارۃ بن زیاد رضی اللہ عنہ کی قابلِ رشک شہادت اس شعر کا مصداق تھی:

منم و ہمیں تمنا کہ بوقتِ جاں سپردن
برخِ تو دیدہ باشم تو درونِ دیدہ باشی

(اسد الغابہ)

(۱۱)

عملِ قلیل و اجرِ کثیر

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو قبیلۂ اوس کے تمام مرد و زن مشرف باسلام ہو گئے بجز ایک شخص کے۔ وہ تھے عمرو بن ثابت الملقب بہ اصیرم عبدالاشہل۔ غزوۂ احد تک وہ کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹکتے رہے۔ جنگِ اُحد کے دن حضورؐ جب اپنے جاں نثاروں کے ہمراہ میدانِ جنگ کی طرف تشریف لے گئے تو عمرو گھر سے باہر تھے۔ جب واپس لوٹے تو محلے میں ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گھر والوں سے پوچھا کہ شہر کے لوگ کہاں گئے۔ اُنھوں نے جواب دیا "مشرکینِ مکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے حضورؐ کے ہمرکاب میدانِ جنگ میں گئے ہیں۔"

اسی وقت دل میں نورِ ہدایت کی چنگاری بھڑکی۔ لباسِ جنگ پہنا گھوڑے پر سوار ہوئے اور سیدھے حضورؐ کے قدموں میں جا گرے۔ عرض کی "یا رسول اللہ راہِ حق میں لڑوں یا اسلام قبول کروں۔"

آپؐ نے فرمایا "دونوں کام کرو۔ پہلے اسلام قبول کرو پھر لڑو۔"

عمروؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں نے آج تک خدائے واحد کے آگے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔ اگر لڑائی میں مارا گیا تو کیا میری اس میں بہتری ہو گی۔"

حضورؐ نے فرمایا "ہاں!"

حضرت عمروؓ نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا، رسول اللہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور مردانہ وار صفِ جنگاہ میں گھس گئے۔ نہایت شجاعت سے لڑے۔ کفار نے نرغہ میں لے کر تیر و تلوار سے چھلنی کر دیا۔ ہر موئے بدن سے خون جاری تھا لیکن دیوانہ وار تلوار چلا رہے تھے۔ آخر زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے۔ لڑائی کے بعد جب ان کے قبیلہ کے لوگ اپنے شہیدوں کی تلاش میں نکلے تو عمروؓ بن ثابت کو بھی خاک و خون میں غلطان دیکھا۔ ابھی کچھ سانس باقی تھے۔ قبیلہ کے لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا:۔

"اصیرم یہ کیا؟ تو تو اسلام کا مخالف تھا۔ کیا قوم پرستی کا جذبہ تمہیں میدانِ جنگ میں لے آیا۔؟"

عمروؓ نے جواب دیا "نہیں، اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کا شرف عطا کیا اور میں اللہ کی راہ میں لڑا۔"

لوگ اٹھا کر مدینہ لائے۔ تھوڑی دیر بعد جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

حضورؐ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا "عَمِلَ قَلِیلاً وَ اُجِرَ کَثِیْرًا" (اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر پایا)

حضرت عمروؓ بن ثابت (اصیرم عبدالاشہلؓ) کا واقعہ شہادت اتنا مشہور ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ جب کبھی اپنے شاگردوں سے پوچھتے "ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت کی نماز بھی نہ پڑھی ہو۔ لیکن سیدھا جنت میں گیا ہو" تو وہ فوراً جواب دیتے "اصیرم عبدالاشہل"

(صحیحین۔ اسد الغابہ۔ مستدرک حاکم۔ ابوداؤد وغیرہ)

(۱۲)

غسیل الملائکہ

یثرب کے قبیلہ اوس کا راہب ابوعامر دینِ حق کا اتنا سخت دشمن تھا کہ رسولِ اکرمؐ نے اسے "فاسق" کے لقب سے پکارا۔ لیکن اسی فاسق کے صلب سے وہ جلیل القدر فرزند پیدا ہوا جسے تاریخ میں تقی اور غسیل الملائکہ کے القاب سے پکارا گیا۔

یہ رفیع المرتبت انسان حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر تھے ۔ انھوں نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ سے عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے دشمن اسلام باپ کو موت کے گھاٹ اتار دوں" ۔ حضورؐ نے اُن کے جذبۂ ایمانی کو سراہا لیکن باپ کو قتل کرنے کی اجازت نہ دی ۔

حضرت حنظلہؓ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی کہ پرستارانِ حق کو غزوۂ احد پیش آیا ۔ وہ اپنی بیوی کے پاس خلوت میں تھے کہ اعلانِ جہاد سُنا ۔ بے اختیار ہو کر تلوار ہاتھ میں لی اور میدانِ جنگ کو اُٹھ دوڑے ۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شروع میں غزوۂ احد میں شریک نہیں تھے ، جب مسلمانوں کی شکست کی خبر خلوتگاہ میں سُنی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ میدانِ جنگ کی طرف لپکے) ۔ صرف ایک ہی آرزو تھی کہ راہِ حق میں اپنی جان قربان کر دوں ۔ دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ شداد بن اسود لیثی نے بڑھ کر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور یثرب کے اس دولھا نے جرعۂ شہادت پی کر روضۂ رضوان کا رستہ لیا ۔

چونکہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے ۔ بارگاہِ الٰہی سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ انہیں غسل دیں ۔ حضورؐ نے ان کے غسل کی کیفیت دیکھی تو بہت حیران ہوئے ۔ فرشتوں کے ہاتھوں ان کے غسل کا تذکرہ آپؐ نے صحابۂ کرامؓ سے بھی کیا ۔ ابو سعید ساعدیؓ کا بیان ہے کہ میں نے سرورِ کائناتؐ کا ارشاد سُن کر حنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو اُن کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا ۔ احد سے واپسی پر حضورؐ نے اس واقعہ کی تحقیق فرمائی تو ان کی بیوی نے سارا قصہ بیان کیا ۔ حضورؐ نے فرمایا "تب ہی حنظلہؓ کو ملائکہ غسل دے رہے تھے ۔"

اسی وجہ سے حضرت حنظلہؓ غسیلِ ملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے ۔

اللہ رے ذوق و شوق کہ راہِ حق میں جان دینے کی آرزو میں نہ نئی نویلی دُلھن یاد رہی اور نہ غسل ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

(اصابہ)

عمرو بن جموحؓ کا جوشِ ایمان

سیّد الانصار حضرت عمرو بن جموحؓ کا پاؤں کسی حادثہ میں زخمی ہو گیا تھا اور وہ ایک پاؤں سے لنگڑا کر چلتے تھے۔ جنگِ بدر میں شامل ہونا چاہا تو حضورؐ نے ان کے فرزندوں کو حکم دیا کہ وہ انہیں لڑائی میں جانے سے منع کریں کیونکہ وہ معذور ہیں اور اس حالت میں ان پر جہاد واجب نہیں۔ حضرت عمرو بن جموحؓ دل مسوس کر رہ گئے اور حکمِ نبویؐ کی تعمیل میں غزوۂ بدر میں شرکت نہ کر سکے۔

جنگِ احد میں بھی یہی کیفیت پیش آئی۔ ان کے لڑکوں نے کہا: "بابا جان! آپ معذور ہیں۔ لڑائی میں شرکت آپ پر واجب نہیں۔ ہم جوان ہیں، تندرست ہیں، آپ کی طرف سے لڑیں گے اور رسول اللہؐ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔"

حضرت عمرو بن جموحؓ نے فرمایا: "تم نے مجھے جنگِ بدر میں بھی شامل ہونے سے روک دیا تھا۔ خدا کی قسم اب میں نہ رُکوں گا اور اپنے آقاؐ پر اپنی جان نثار کروں گا۔"

لڑکوں نے رسولِ کریمؐ کو باپ کے ارادہ کی اطلاع دی تو حضورؐ نے عمرو بن جموحؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انہیں سمجھایا کہ "تمہارا جذبۂ جہاد قابلِ قدر ہے لیکن تم معذور ہو، تم پر جہاد فرض نہیں۔ لڑائی میں عملی شرکت کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد کا ثواب دے گا۔"

حضرت عمرو بن جموحؓ نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ مجھے جہاد میں عملی شرکت کی سعادت سے محروم نہ فرمایئے۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پیر کو گھسیٹتا ہوا جنت میں پہنچوں گا۔"

حضورؐ نے بھی اب زیادہ زور نہ دیا اور انہیں لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت عمرو بن جموحؓ نے ہتھیار لے کر دعا مانگی: "اے

باری تعالیٰ! مجھے شہادت نصیب کر اور زندہ واپس نہ لے جا۔"

یہ کہہ کر لشکرِ کفار میں گھس گئے اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ جب رسول اللہ کی شہادت کی افواہ سن کر اکثر مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے تو عمروؓ نے اپنے فرزند خلادؓ کو ساتھ لے کر کفار پر اتنا شدید حملہ کیا کہ ان کا منہ پھیر دیا۔ لیکن آخر بہت سے مشرکوں نے نرغہ میں لے کر باپ بیٹے دونوں کو شہید کر دیا۔ لڑائی کے بعد جب حضورؐ ان کی طرف سے گزرے تو فرمایا:

"عمروؓ کو میں جنت میں ان کے لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتا دیکھ رہا ہوں۔ خدا نے ان کی قسم پوری کر دی ہے۔"

(اصابہ۔ اسد الغابہ)

(۱۴)

بہشت کی خوشبو

حضرت انس بن نضر انصاریؓ مشہور صحابی حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے۔ وہ ان بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب۔ ع ۳)

(یعنی مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے اقرار کے پابند ہیں، ان میں سے بعض اپنا عہد پورا کر چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔)

جب اُحد میں ایک اتفاقی غلطی سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی تو انہوں نے کہا: "اے مولائے کریم میں ان مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور کفار کے کرتوت سے برأت ظاہر کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر کفار کے ہجوم کی طرف بڑھے۔ رستے میں حضرت سعد بن معاذؓ ملے۔ ان سے فرمایا: "سعد! دیکھو یہ ہے بہشت، خدا کی قسم مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔" اس کے بعد تلوار سونت کر کفار پر حملہ کیا اور لاشوں پر لاشیں گراتے ہوئے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ شہادت کے بعد ان کے جسم پر اسّی سے زیادہ تیر تلوار اور نیزہ کے

زخم گنے گئے۔ (سیر انصار، جلد اوّل)

طبری نے حضرت انسؓ بن نضر کے جوشِ ایمان اور شہادت کا حال ایک دوسرے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے چند مسلمانوں کو دیکھا کہ اُنھوں نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں اور نہایت غمزدہ حالت میں میدان جنگ سے پرے ہٹ کر بیٹھ گئے ہیں حضرت انسؓ نے ان سے پوچھا "تم کیوں اس طرح بیٹھے ہو؟"

اُنھوں نے جواب دیا "رسولؐ اللہ شہید ہو گئے ہیں اب لڑنے سے کیا حاصل؟"

حضرت انسؓ نے پُرجوش لہجہ میں کہا "موتما علی ما مات رسول اللہ رسول اللہ اگر شہید ہو گئے ہیں تو آؤ ہم بھی لڑ کر مر جائیں، اب جی کر کیا کرنا ہے!"

یہ کہا اور تلوار چلاتے ہوئے لشکرِ کفّار میں گھس گئے اور بیسیوں زخم کھا کر جامِ شہادت نوش کیا۔

(۱۵)

ایک ضعیف العمر عاشقِ رسولؐ

حضرت رفاعہؓ بن وقش انصار کے ایک ضعیف العمر بزرگ تھے۔ کسی لڑائی میں شامل ہونے کی طاقت نہ تھی۔ لیکن جنگِ اُحد کے دن شوقِ شہادت نے انہیں بے قرار کر دیا۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کے عشق میں وہ اپنے بڑھاپے اور کمزوری کو بھول گئے اور والہانہ انداز سے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ جنگ میں اُنھوں نے بے مثال ثابت قدمی دکھائی اور بڑی پامردی سے دادِ شجاعت دیتے ہوئے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۶)

عظیم آزمائش

لڑائی میں مسلمانوں نے ایسی بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ کفّار اپنی کثیر تعداد اور سامان کے باوجود بددل ہو گئے اور بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ حضورؐ نے دُرّے پر جو پچاس تیر انداز مقرر

کیے تھے، وہ بھی مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا لیکن کفار کو بھاگتے دیکھ کر مالِ غنیمت لوٹتے ہیں اُنھوں نے کچھ حرج نہ سمجھا۔ خالد بن ولید نے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، درہ کو خالی دیکھا تو سواروں کا ایک دستہ لے کر اس درہ کی راہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے چند جانبازوں کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا لیکن سب کے سب شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے لئے یہ پُرشور حملہ غیر متوقع تھا۔ وہ کچھ بدحواس سے ہو گئے۔ اس پر غضب یہ ہُوا کہ علمبردارِ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ ابن قمئہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔[1] وہ رسولِ اکرمؐ سے صورت میں مشابہ تھے۔ ان کے شہید ہوتے ہی غل مچ گیا۔ کہ رسول اللہؐ شہید ہو گئے۔ اس وقت مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا "رسول اللہؐ کے بعد لڑنے سے کیا حاصل" اور یہ کہہ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔ دوسرے گروہ نے کہا "رسول اللہؐ کے بعد جینے سے کیا حاصل" اور یہ کہہ کر حصولِ شہادت کی خاطر مردانہ وار لشکر کفار میں گھس گیا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو حضورؐ کے ارد گرد حصار بنا کر آپؐ کی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ گروہ باختلافِ روایت گیارہ یا چودہ نفوس قدسی پر مشتمل تھا۔ ان میں حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت طلحہؓ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، حضرت ابودجانہؓ، حضرت زید بن سہل انصاریؓ اور حضرت شماسؓ بن عثمان کے نام بتخصیص معلوم ہیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں صرف حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ کا نام لکھا ہے۔

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رسولِ اکرمؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہونے کے بعد شہید ہوئے۔ انھوں نے حضورؐ کی شہادت کی خبر سنی تو بلند آواز سے نعرہ لگایا "میں رسول اللہ کا علم سرنگوں نہیں ہونے دوں گا" یہ کہہ کر ایک ہاتھ میں شمشیر برہنہ اور دوسرے میں علم لئے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ ابن قمئہ نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے ان کے دونوں ہاتھ شہید کر دیئے حضرت مصعبؓ نے علم اسلام کو سینے سے چمٹا لیا۔ ابن قمئہ نے اب ان پر نیزے کا ایک بھرپور وار کیا اور وہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت مصعبؓ کی زبان پر بے اختیار یہ آیت جاری ہو گئی تھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران) "اور محمدؐ صرف اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں"۔

بہرصورت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بالاتفاق ان جلیل القدر اصحاب میں تھے جن کے پائے استقلال میں اخیر وقت تک جنبش نہ آئی۔ وہ ایک زبردست تیر انداز تھے۔ جب حضورؐ پر کفار کا زغہ ہوا تو سعدؓ آپؐ کے پہلو میں کھڑے تھے۔ حضورؐ اپنے ترکش سے تیر انہیں دیتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:۔

يَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ

اے سعد تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں

ایک دوسری روایت کے مطابق اس موقع پر حضورؐ کے الفاظ یہ تھے: "اِرْمِ اَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ" (اے زور آور نوجوان تیر چلا)۔ (مشکوٰۃ بحوالہ سنن ترمذی باب مناقب عشرہ مبشرہ)

صحیح بخاری میں حضرت سعدؓ سے یہ روایت منقول ہے:۔

"رسول اللہ نے احد کے دن میرے لئے اپنا ترکش بکھیر دیا اور فرمایا،

تیر چلاؤ اے سعد تم پر میرے باپ اور ماں قربان"[1]

حضرت علی مرتضےٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سعدؓ کے سوا کسی اور کے حق میں "فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ" کے الفاظ سرورِ کائناتؐ کی زبانِ مبارک سے نہیں سنے۔[2]

ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے ایسے ہی الفاظ حضرت زبیرؓ بن العوام کے حق میں بھی ارشاد فرمائے تھے۔ ان کے علاوہ حضورؐ نے کبھی کسی صحابی کے حق میں یہ الفاظ نہیں فرمائے۔ یہ ایک عظیم شرف تھا جو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص (اور حضرت زبیرؓ) کو حاصل ہوا۔

اسد الغابہ میں ہے کہ غزوۂ احد کے دن حضرت سعدؓ نے ایک ہزار تیر چلائے تھے۔

اگرچہ سعدؓ بن ابی وقاص اور دوسرے مٹھی بھر جان نثار مقدور بھر رسولِ اکرمؐ کی حفاظت

---

[1] بخاری کتاب المغازی (ذکر غزوۂ احد)

[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دوسرے موقع پر رسولِ اکرمؐ نے ایسے ہی الفاظ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے حق میں بھی فرمائے تھے۔

کا حق ادا کر رہے تھے۔ لیکن کفار تھے کہ چاروں طرف سے ٹوٹے پڑتے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت سعدؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے حضورؐ پر ایک پتھر پھینکا جس سے آپؐ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ (اس کی اس ناپاک حرکت کے بارے میں حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ میں عتبہ سے زیادہ کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔) (مہاجرین حصہ اوّل)

اس کے بعد ابن قمئہ آگے بڑھا اور حضورؐ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ اس سے آپؐ کے خود کی کڑیاں رخسارِ مبارک میں پیوست ہو گئیں اور رخِ انور خون سے تر ہو گیا۔ حضورؐ خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے :۔

کیف یفلح القوم خضبوا وجہ نبیھم بالدم وید عوا ھم الی اللہ

وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون آلود کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے۔ (ابنِ اثیر)

یہ بڑا نازک وقت تھا۔ ہادیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم پر چاروں طرف سے تیروں اور تلواروں کا مینہ برس رہا تھا اور آپؐ کی زبانِ اقدس پر یہ الفاظ تھے :۔

رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون

اے اللہ میری قوم کو بخش دے۔ وہ جانتے نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اسی موقع پر مشہور مشرک طلحہ بن ابی طلحہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت سعدؓ نے اس کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ کتّے کی طرح زبان باہر نکل پڑی اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اسی اثنا میں حضرت کعب بن مالک انصاریؓ کفار سے لڑتے لڑتے رسولِ اکرمؐ کے قریب آ نکلے۔ حضورؐ نے ان کو اپنی زرہ عنایت فرمائی تھی اور وہ اس انداز سے لڑ رہے تھے کہ سر پیر کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ جسم پر گیارہ زخم لگ چکے تھے لیکن انہیں کچھ خبر ہی نہ تھی۔ جب حضورؐ کی شہادت کی خبر سنی تو سخت دلگیر ہوئے۔ اب جو یکا یک ان کی نظر اپنے آقا و مولاؐ کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو فرطِ مسرت سے بےخود ہو گئے اور پوری قوت سے پکارے "مسلمانو! رسول اللہ یہ

ہیں"۔ حضورؐ نے اشارے سے منع فرمایا کہ خاموش رہو۔ کعبؓ اپنے جذباتِ مسرت کو دل ہی میں دبا کر رہ گئے۔ (وہ اس واقعہ پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے کہ رسول اللہؐ کی زندگی کی بشارت میدانِ اُحد میں سب سے پہلے میں نے لوگوں کو دی تھی)

اُدھر جس جس جان نثار کے کان میں حضرت کعبؓ کی آواز پڑی وہ کفار کے ٹڈی دل کو چیرتا ہوا اس طرف بڑھا۔ مشرکین نے بھی ہر طرف سے ہٹ کر اُسی طرف کا رُخ کیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہونے کے باوجود کوہِ استقامت بن کر کھڑے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابودجانہؓ اور دوسرے جاں نثار حضورؐ کی سپر بنے ہوئے تھے اور کفار کے پے بہ پے حملوں کو کمال شجاعت سے روک رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت زیاد بن سکن انصاریؓ اور پانچ یا چھ دوسرے انصاری جاں نثاروں نے مشرکین کے حملوں کو روکتے ہوئے یکے بعد دیگرے رسولِ اکرمؐ پر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ اس وقت کچھ دوسرے جاں نثاروں نے بھی ایسی بے مثال شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ نے اسے ہمیشہ کے لئے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔

(۱۷)

میری جان آپؐ کی جان پر قربان

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاریؓ رسول اللہؐ کے عاشقِ زار تھے۔ وہ اصحابِ بدر میں سے تھے۔ بدر کے بعد جب جبلِ اُحد کے دامن میں معرکۂ کفر و دین برپا ہوا تو حضرت ابوطلحہؓ بھی رسولِ کریمؐ پر جاں نثار کرنے کا جذبہ لئے اس میں شامل ہوئے۔ جس وقت گھمسان کا رن پڑا اور بڑے بڑے بہادروں کے قدم اُکھڑ گئے تو حضرت ابوطلحہؓ عزم و ثبات کا پہاڑ بنے رسولِ کریمؐ کے آگے کھڑے تھے۔ ماہر تیر انداز تھے۔ اپنے تیروں سے مشرکوں کو تاک تاک کر نشانۂ اجل بنا رہے تھے اور جو تیر مشرکوں کی طرف سے سرورِ کائناتؐ کی طرف آتا اسے اپنے ہاتھ پر روکتے تھے اور نہایت جوش سے بار بار یہ شعر پڑھتے تھے :-

نفسی لنفسك الفداء ووجھی لوجھك الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپؐ کے روئے مبارک کی سپر

حضورؐ ذرا اِدھر اُدھر ہوتے اور آپؐ کی ذاتِ اقدس کو خطرہ لاحق ہوتا تو ابوطلحہؓ فوراً آگے ہو جاتے اور فرماتے "میرا گلا آپؐ کے گلے سے پہلے"۔

کفار پر تیر برساتے برساتے آپ کے ہاتھ سے تین کمانیں ٹوٹیں اور وہ لڑائی ختم ہونے تک ذاتِ رسالتؐ کی نہایت ثابت قدمی سے حفاظت کرتے رہے جس ہاتھ سے تیر روک رہے تھے وہ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا لیکن انھوں نے اس صدمہ کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا حضورؐ نے ان کے جذبۂ جاں نثاری کو بے حد سراہا۔[1]

(۱۸)

رسول اللہؐ کی سپر

شماسؓ بن عثمان مکہ کے ایک حسین وجمیل نوجوان تھے۔ ان کا اصلی نام تو شاید ماں باپ نے کچھ اور رکھا ہوگا لیکن اپنی خوبروئی کی بدولت شماس (یعنی رُخِ تاباں) کے نام سے مشہور ہوئے حضرت شماسؓ اوائلِ اسلام ہی میں حلقہ بگوشِ توحید ہو گئے اور سابقون الاولون میں شمار ہوئے۔

---

[1] جنگِ خیبر میں حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا اونٹ رسول کریمؐ کے بالکل برابر کر کے حضورؐ کی حفاظت کا حق ادا کیا۔

جنگِ حنین میں حضرت ابوطلحہؓ نے بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا اور سخت سے سخت موقع پر بھی ان کے قدم نہ ڈگمگائے اس لڑائی میں اُن کے ہاتھ سے اکیس کافر قتل ہوئے۔

رسول کریمؐ کی رحلت کے بعد حضرت ابوطلحہؓ نے عہدِ صدیقی وفاروقی میں متعدد جنگوں میں شرکت کی۔ آخر ضعفِ پیری نے گھر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ ستر برس کی عمر تھی۔ ایک دن قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے سورۃ برأت کی اس آیت انفروا خفافاً وثقالاً پر پہنچے تو شوقِ جہاد سے بے تاب ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کا عہدِ خلافت تھا مسلمان غزوۃ البحر کی تیاری میں مصروف تھے۔ وہ بھی لشکرِ اسلام میں شامل ہو گئے۔ لوگوں نے بہتیرا سمجھایا کہ آپ بوڑھے اور کمزور ہیں گھر پر آرام کیجئے لیکن وہ میدانِ جہاد میں دین پر جان قربان کرنے کا تہیہ کر چکے تھے، نہ مانے۔ بحری جہاز میں سوار ہو گئے۔ راستے ہی میں تھے کہ پیغامِ اجل آ گیا۔ ساتویں دن جب جہاز کنارے لگا تو ان کا جسدِ مبارک ایک جزیرے میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (بخاری۔ مسند احمد حنبل۔ طبقاتِ ابنِ سعد)

راہِ حق میں انھوں نے بے پناہ مصیبتیں جھیلیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ بنت ربیعہ نے بھی
اسلام قبول کر لیا تھا۔ دونوں ماں بیٹے جب مشرکین کے مظالم سے عاجز آ گئے تو رسولِ کریم کی
اجازت سے حبش چلے گئے۔ پھر وہاں سے آ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی اگویا دو ہجرتوں سے
مشرف ہوئے۔

جنگِ اُحد کے دن حضرت شماسؓ بھی ان چودہ نفوسِ قدسی میں تھے جو بھگدڑ کے وقت
شمعِ نبوت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے تھے۔ شماسؓ صحیح معنوں میں رسول اللہ کی ڈھال
بنے ہوئے تھے۔ انھیں بے شمار زخم آ چکے تھے لیکن وہ اپنے آقاؐ کے دائیں بائیں آگے پیچھے تلوار
چلا رہے تھے اور کسی مشرک کو حضورؐ کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ ان کا چاند سا چہرہ خون آلود
ہونے کے باوجود چمک رہا تھا۔ انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اپنے جیتے جی رسولِ کریمؐ پر کوئی آنچ نہ
آنے دیں گے لیکن آخر زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ لڑائی ختم ہوئی تو ابھی زندگی کی رمق موجود
تھی۔ اُٹھا کر مدینہ لے گئے۔ حضرت ام سلمہؓ (جنھیں بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل
ہوا) ان کی تیمارداری پر مامور ہوئیں۔ لیکن دوسرے دن شماسؓ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔
حضورؐ نے خون آلود کپڑوں کے ساتھ ہی اُحد کے گنجِ شہیداں میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ حضورؐ
فرمایا کرتے تھے کہ اُحد کے دن شماسؓ میری سپر تھے۔ دائیں بائیں آگے پیچھے جدھر دیکھتا شماسؓ نظر
آتے تھے۔" سپر" کے سوا میں ان کے لئے کوئی تشبیہ نہیں پاتا۔ (اسد الغابہ۔ طبقات ابن سعد)

(۱۹)

ثابتؓ بن دحداح کی للکار

حضرت ثابتؓ بن دحداح ایک انصاری عاشقِ رسولؐ جنگِ اُحد میں نہایت جوش سے لڑ
رہے تھے۔ جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو انھوں نے اکثر
مسلمانوں کے قدم اُکھڑتے دیکھے۔ ثابتؓ نے آگے بڑھ کر انصار کو للکارا:

"ادھر ادھر میں ہوں ثابتؓ بن دحداح

"ان کان محمد قتل فان اللہ حی لا یموت"

اگر محمد قتل ہوئے تو خدا موجود ہے۔ تمہیں اپنے اللہ کے لئے لڑنا چاہیئے"!

ان کی للکار سن کر کئی انصاری پلٹ پڑے اور کفار کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ لڑائی میں حضرت ثابتؓ کو نیزے کا ایک شدید زخم لگا۔ اگرچہ عارضی طور پر افاقہ ہو گیا لیکن زخم پورے طور پر مندمل نہ ہوا اور اسی کے صدمہ سے غزوہ حدیبیہ کے بعد وفات پائی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جنگِ اُحد کے دن ہی سب سے آخر میں شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم۔ اصابہ۔ اسد الغابہ)

(۲۰)

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

وہب بن قابوسؓ اور ان کے بھتیجے حارثؓ بن عقبہ بن قابوس جبل مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا۔ وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ تمام لوگ قریش مکہ کے مقابلہ پر میدانِ احد میں مصروفِ کارزار ہیں۔ فوراً نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا[۱] اور پھر حضورؐ سے اجازت لے کر جہاد میں شریک ہو گئے۔ اس بے جگری سے لڑے کہ اپنے بیگانے سب دنگ رہ گئے۔ حضرت وہبؓ نے حضورؐ پر کفار کے دو شدید حملوں کو تنہا پسپا کر دیا۔ حضورؐ نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ تیسری دفعہ پھر یہی صورت پیش آئی تو وہ بھتیجے کے ہمراہ تلوار چلاتے ہوئے کفار کے ہجوم میں گھس گئے اور بے شمار زخم کھا کر دونوں پہ دیسی چچا بھتیجے جنت کو سدھارے۔ کہاں بکریوں کی تجارت اور کہاں جنت کا سودا ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[۱] ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت وہبؓ جنگِ اُحد سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے البتہ انہیں مشرکین مکہ کی مدینہ پر چڑھائی کا حال معلوم نہ تھا۔ جنگِ اُحد کے دن مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے اور رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

شہادت کے بعد حضورؐ نے ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا "اللہ تم سے راضی ہو۔ میں تم سے راضی ہوں"۔ پھر حضورؐ نے خود انہیں اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ "میں نے وہبؓ جیسی دلیری اور بہادری جو انھوں نے جنگِ اُحد میں دکھائی، کبھی کسی دوسرے میں نہیں دیکھی"۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے کہ "مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر۔ میری آرزو ہے کہ داورِ محشر کے سامنے ان جیسا اعمالنامہ لے کر حاضر ہوں"۔

(۲۱)

شمعِ رسالت کے پروانے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثاروں کی بے مثال شجاعت اور ثابت قدمی نے مشرکین کا منہ پھیر دیا۔[1] اور حضورؐ اپنے چند رفقا کے ساتھ[2] جبلِ اُحد کی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ مشرکوں کو وہاں جا کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ البتہ ابوسفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر حضورؐ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو باری باری پکارا۔ جب ادھر سے کچھ جواب نہ ملا، تو کہنے لگا "کیا سب مارے گئے؟" حضرت عمر فاروقؓ ضبط نہ کر سکے اور کڑک کر بولے:۔

"او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔"

ابوسفیان پکارا "اے ہبل تیرا بول بالا ہو۔"

صحابۂ کرامؓ نے جواب دیا "اللہ اونچا اور بڑا ہے۔"

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ اس موقع پر ملائکۂ قدسی نے بھی رسولِ اکرمؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں نے احد کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں دو شخص دیکھے جو کفار کے خلاف شدید لڑائی میں مشغول تھے۔ ان پر سفید کپڑے تھے۔ میں نے نہ کبھی ان کو پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا۔" قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سفید پوش فرشتے تھے۔

[2] صحیح بخاری میں ہے کہ اس موقع پر حضرت سعدؓ بھی رسولِ اکرمؐ کے ساتھ تھے۔

ایک دو اور سوال وجواب ہوئے اور پھر ابوسفیان نے اپنی فوج کے ساتھ مکہ کا رُخ کیا۔ حضورؐ نے دوسرے دن حمراء الاسد تک، جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے مشرکین کا تعاقب کیا۔ لیکن انھوں نے مکہ پہنچ کر ہی دم لیا۔ لڑائی میں ستّر مسلمانوں نے جام شہادت پیا۔ حضورؐ کے سرِاقدس میں ابن قمئہ کے وار سے خود کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں اور آپؐ کو ان سے سخت تکلیف تھی۔ امین الاُمّت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح حضورؐ کی تکلیف سے سخت بے قرار تھے۔ کڑیاں اس سختی سے حضورؐ کے سرِاقدس میں پیوست تھیں کہ نکلنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ آخر حضرت ابوعبیدہؓ نے انھیں اپنے دانتوں میں پکڑ کر زور سے باہر کی طرف کھینچا۔ اس کوشش میں ان کے اپنے دو دانت بھی شہید ہو گئے لیکن کڑیاں نکل آئیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ بے حد خوش تھے کہ حضورؐ کی تکلیف میں کمی ہوئی۔ فرماتے تھے۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے لئے جان بھی حاضر ہے دو دانت کیا چیز ہیں۔ جنگِ اُحد کا مفصل حال سورۂ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے۔

اس لڑائی میں جہاں مشرک عورتوں نے حصّہ لیا وہاں کئی مسلم خواتین بھی شریک ہوئیں۔ ان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت امّ سلیمؓ، حضرت امّ سلیطؓ اور حضرت امّ عمارہؓ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ایک انصاری خاتون حضرت ہند بنت عمروؓ (بن حرام اسلمی) نے حبِّ رسولؐ کا کمال مظاہرہ کیا۔ انھوں نے جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی شہادت کی خبر سنی تو فرطِ الم سے بے تاب ہو گئیں اور مدینہ سے نکل کر میدانِ اُحد کی طرف روانہ ہوئیں۔ راستے میں خبر ملی کہ تمہارے بھائی (عبداللہؓ بن عمرو بن حرام) نے شہادت پائی۔ پھر خبر ملی کہ تمہارے شوہر (سیدالانصار عمروؓ بن جموحؓ) میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔ چند قدم آگے گئیں تو کسی نے خبر سنائی کہ تمہارا لختِ جگر (خلادؓ بن عمروؓ بن جموح) رسول اللہ پر قربان ہو گیا۔ یہ خاتون ہر خبر سننے پر الحمدللہ فرماتی تھیں اور لوگوں سے پوچھتی تھیں "لوگو خدارا یہ بتلاؤ کہ میرے آقا محمد مصطفےٰ کا کیا حال ہے!" جب لوگوں نے بتایا کہ سرورِ کائناتؐ بخیریت ہیں تو فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئیں۔ فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: "کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ صَغِیْرَۃٌ" (آپؐ سلامت ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے)

اس کے بعد یہ خاتون تینوں شہداء کی لاشوں کو اونٹ پر لاد کر مدینہ لے گئیں اور پھر گنجِ شہیداں میں دفنانے کے لئے میدانِ اُحد میں لے آئیں۔

صبر و استقلال کے اس مقدس پیکر کا ذکر علامہ شبلی نعمانیؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے :-

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور
کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم

ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدہ حسرت و غم

ہو کے بے تاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف
جن میں تھیں سیّدہ پاک بھی بادیدۂ نم

ایک خاتون کہ انصار کو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس ان کے بہم

موقعِ جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والدؓ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم

سب نے دی اس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اُس نے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تُو سلامت ہے تو اب ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی ، شوہر بھی ، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں ! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

---

[1] علامہ شبلیؒ کے بیان کے مطابق اس انصاری خاتون کے والد ، شوہر اور بھائی جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کی روایت کا ماخذ ابنِ ہشام ہے لیکن کچھ دوسری روایات میں ہے کہ اس خاتون کے بھائی ، شوہر اور بیٹے نے جنگِ اُحد میں شہادت پائی۔

غزوۂ احزاب تا عہدِ صدّیقی

(۱)

غزوۂ احزاب

غزواتِ بدر اور اُحد میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے جس جانبازی اور جذبۂ فدویت کا مظاہرہ کیا، بعد کے تمام غزوات میں بھی وہ اسی جذبہ کے ساتھ شریک رہے مؤرخین نے بدر، اُحد، احزاب، خیبر، فتح مکّہ، حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ حضرت سعدؓ کی شرکت کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بیعتِ رضوان میں ان کی شرکت مسلّم ہے۔ غزوۂ احزاب میں حضرت سعدؓ کے ایک کارنامہ کا حال سند میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ غزوۂ احزاب (یا خندق) ۵ھ میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو نضیر کے یہودی جو اپنی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے، انتقام پر آمادہ ہوئے۔ ان کے چند سردار بنی وائل کے کئی رئیسوں کو ہمراہ لے کر مکّہ پہنچے اور ابوسفیان کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اُبھارا۔ وہ چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکّہ سے نکلا۔ راستہ میں غطفان، کنانہ اور کچھ دوسرے بدوی قبائل ان کے ساتھ شامل ہو گئے یہاں تک کہ ان کی جمعیت دس ہزار کے قریب ہو گئی۔ دشمنانِ اسلام کے اس جمِ غفیر نے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ رسولِ اکرمؐ نے شہر سے باہر جا کر لڑنا خلافِ مصلحت سمجھا اور مدینہ کے گرد خندق کھود کر مورچے باندھ لئے۔ مشرکین نے نہایت سختی کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ فرزندانِ توحید کی تعداد صرف تین ہزار تھی لیکن اُنھوں نے نہایت پامردی اور حوصلے کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کیا اور

محاصرے کی سختیاں جھیلیں۔ یہ ہولناک محاصرہ قریباً ایک ماہ تک قائم رہا۔ اس عرصہ میں مشرکین نے کئی بار بڑے جوش و خروش سے مسلمانوں پر حملہ کیا لیکن مسلمانوں کی شدید مزاحمت اور خندق کی رُکاوٹ کی وجہ سے وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے۔ اسی طرح کے ایک معرکے میں حضرت سعدؓ کا مقابلہ ایک مشرک سے ہو گیا۔ مسند کی روایت کے مطابق حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ "جنگ خندق میں ایک مُشرک کو میں نے دیکھا کہ اپنی ڈھال کو کبھی ناک کے اُوپر اور کبھی نیچے لے جاتا تھا میں نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور جس وقت اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کیا، نشانہ باندھ کر تیر اس کو مارا۔ وہ شخص بدحواس ہو کر گر پڑا اور اس کی ازار کھُل گئی۔ رسول اللہ صلعم نے یہ منظر دیکھا تو ہنس پڑے اور آپؐ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ مَیں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ آپؐ کو کس بات پر ہنسی آئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، "اس شخص کی بدحواسی پر۔"

قریباً ایک ماہ کے محاصرے کے بعد کفار میں پھوٹ پڑ گئی اور پھر ایک دن اللہ تعالےٰ نے ایک ہولناک آندھی ان پر عذابِ الٰہی کی صورت میں بھیج دی۔ کفار سخت خوفزدہ اور بددِل ہو گئے اور محاصرہ اُٹھا کر جدھر سے آئے تھے اُسی طرف بھاگ گئے۔

(۲)

بیعتِ رضوان

غزوۂ احزاب کے بعد ۶ ہجری میں حضرت سعدؓ کو بیعتِ رضوان میں شرکت کا عظیم شرف حاصل ہُوا۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس سال چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ (جن میں حضرت سعدؓ بھی شامل تھے) حج کے ارادہ سے مکہ کو روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے

۱؎ صحیح مسلم (کتاب المناقب مناقب سعدؓ) کی ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ غزوۂ احد میں پیش آیا۔ اس روایت میں ہے کہ جنگِ اُحد میں ایک مشرک بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملے کر رہا تھا۔ حضورؐ نے حضرت سعدؓ کو حکم دیا کہ اس کو تیر کا نشانہ بنائیں۔ حضرت سعدؓ کے پاس اس وقت تیر ختم ہو چکے تھے۔ بغیر پھل کے ایک تیر پاس پڑا تھا حضرت سعدؓ نے اُسے اٹھا کر اُس مشرک کی پیشانی پر مارا۔ وہ بدحواس ہو کر نیچے گر پڑا اور برہنہ ہو گیا۔ حضورؐ اس موقع پر بے اختیار ہنس پڑے۔

سے ایک پڑاؤ کی مسافت پر حدیبیہ نام کا ایک کنواں اور گاؤں ہے۔ لشکرِ اسلام نے اس مقام پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ قریش کو مسلمانوں کی آمد کا حال معلوم ہوا تو انھیں شک گزرا کہ مسلمان جنگ کے ارادے سے آئے ہیں چنانچہ انھوں نے بڑے زور و شور سے جنگ کی تیاری کی اور اعلان کر دیا کہ مسلمان مکّہ میں کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔ رسولِ اکرمؐ نے بنی خزاعہ کے رئیس بدیل بن ورقا کے ہاتھ قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے۔ قریش کو یہ پیغام موصول ہوا تو انھوں نے تفحّصِ حالات کے لئے عروہ بن مسعود کو مسلمانوں کے پاس بھیجا۔ عروہ اور رسولِ اکرمؐ کے درمیان سخت گفتگو ہوئی اور صلح کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ تاہم عروہ مسلمانوں کے جوش و خروش اور رسولِ اکرمؐ سے ان کی بے پناہ عقیدت مندی کا حال دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور اس نے مکّہ واپس جا کر قریش کے سامنے ساری کیفیت بیان کی۔ قریش پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ بدستور اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اب ہادیٔ اکرمؐ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو صلح کی گفتگو کے لئے قریش کے پاس مکّہ بھیجا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ کو یہ خبر ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کا قصاص لینا ہم پر فرض ہے۔ اس کے بعد آپ کیکر کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے ثبات، عزم اور جاں نثاری کی بیعت لی۔ تمام صحابہؓ نے بے مثال جذبۂ فدویت کا مظاہرہ کیا اور حضورؐ کے دستِ مبارک پر اپنی جانیں راہِ حق میں نثار کرنے کی بیعت کی۔ یہ بیعت تاریخ میں "بیعتِ رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت میں شریک ہونے والوں کی فضیلت قرآنِ حکیم میں اس طرح بیان کی گئی ہے:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔

اے پیغمبر خدا مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو خدا نے جان لیا جو کچھ کہ ان کے دلوں میں تھا اور ان کو اطمینانِ قلب عطا کیا اور عاجلانہ فتح دی ؛

(سورۂ فتح۔ آیت ۱۸۔ پارہ ۲۶)

بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کو "اصحابِ شجرہ" بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت سعدؓ بھی اسی مقدس گروہ کے ایک فرد تھے۔

بیعتِ رضوان کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ ادھر قریش نے سہیلؓ[1] بن عمرو کو سفیر بنا کر مسلمانوں کے پاس شرائطِ صلح طے کرنے کے لئے بھیجا۔ سہیل دیر تک رسولِ اکرمؐ سے گفتگو کرتے رہے اور آخر میں ان شرائط پر معاہدۂ صلح معرضِ تحریر میں آیا:-

۱۔ مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہ ہوں۔

۲۔ اگلے سال مسلمان صرف تین دن کے لئے مکہ میں داخل ہو سکیں گے بشرطیکہ وہ ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ اگر تلوار ساتھ ہو تو وہ نیام میں ہوگی اور نیام بھی کسی تھیلے وغیرہ میں ہوگا۔

۳۔ مکہ میں مقیم کسی مسلمان کو مدینہ جانے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہ جانا چاہے تو مسلمان اس کو نہ روکیں گے۔

۴۔ اگر کوئی مسلمان مکہ میں آجائے تو مسلمانوں کے پاس واپس نہیں بھیجا جائے گا لیکن مکہ سے اگر کوئی مشرک یا مسلمان مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے گا۔

تاریخ میں یہ صلح "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کو مسلمانوں کی کھلی ہوئی فتح قرار دیا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ ہم نے تجھ کو فتح مبین عطا کی۔ (سورۂ فتح)

صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے جن اصحاب نے دستخط کئے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ دوسرے اصحابؓ کے نام یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ۔ حضرت عثمان غنی رضؓ۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح رضؓ۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضؓ۔ حضرت ابوجندلؓ۔ صلح نامہ کی کتابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی۔

---

[1] سہیلؓ بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(۳)

فتحِ مکّہ

"بیعتِ رضوان" کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے جنگِ خیبر میں اپنی شمشیرِ خارا شگاف کے جوہر دکھائے اور رسول اکرم صؐ نے انھیں خیبر کی مفتوحہ اراضی سے ایک جاگیر عطا کی جنگِ خیبر کے بعد جب ۸ھ ہجری میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ بھی ان دس ہزار "قدوسیوں" میں شامل تھے جو مکہ میں داخل ہوتے وقت سرورِ کائناتؐ کے ہم رکاب تھے۔ لہ

فتحِ مکّہ کے موقع پر حضرت سعد رضؓ اور حضرت عبد بن زمعہ رضؓ کے درمیان ایک خاص معاملہ وجہِ نزاع بن گیا۔ چنانچہ یہ معاملہ رسول اکرم صؐ کے سامنے پیش کیا گیا حضورؐ نے طرفین کے بیان سننے کے بعد اپنا فیصلہ حضرت عبد بن زمعہ رضؓ کے حق میں دے دیا حضرت سعد رضؓ نے اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی زبانی تفصیل سے درج ہے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ رضؓ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (حضرت سعد رضؓ کے بڑے بھائی) نے مرتے وقت ان کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرے صلب سے ہے۔ میرے بعد تم اس کو اپنی

لہ استثنا باب ۳۳ (بائبل) میں یہ پیش گوئی درج ہے:-

"اور اس نے کہا کہ خدا وند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا جبل فاران سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔"

محققین اسلام کے نزدیک سینا سے آنے والے حضرت موسےٰ علیہ السلام تھے اور شعیر سے طلوع ہونے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے شعیر فلسطین کا ایک حصّہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اسی علاقے میں ہوئی تھی۔ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہونے والے سے مراد سالارِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، مکّہ و مدینہ کے درمیان جو پہاڑ ہیں ان کو فاران کہا جاتا ہے حضورؐ نے جب مکہ فتح کیا تو دس ہزار صحابہ کرامؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ دس ہزار قدوسیوں سے مراد یہی صحابہؓ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر مہاجرین کے تین علموں میں سے ایک علم حضرت سعد رضؓ کے پاس تھا۔

سرپرستی میں لے لینا۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعدؓ نے اس لڑکے کو لینا چاہا اور کہا کہ یہ میرے بھائی کی اولاد ہے اور وہ مجھے اس کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ زمعہ کے بیٹے عبد نے حضرت سعدؓ کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ میرے باپ کی کنیز کے بطن سے ان کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور میرا بھائی ہے اس جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لئے دونوں سرورِ کونین صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ حضورؐ نے سارے حالات سن کر فرمایا کہ یہ بچہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اس لئے عبد بن زمعہؓ ہی اس کا وارث ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور صلعم نے سودہ رضؓ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ وہ عتبہ سے مشابہ ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت سودہ رضؓ ہمیشہ اس لڑکے سے پردہ کرتی رہیں۔[۱]

(۴)

غزوۂ حنین:

غزوۃ الفتح کے بعد حضرت سعدؓ وقاص نے حنین کے خونیں معرکہ میں شرکت کی حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ مکہ کی فتح سے عرب کے دو جنگجو قبائل بنو ثقیف اور

---

[۱] حضرت سودہ رضؓ بنت زمعہ رسول اکرم صلعم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ ان کے باپ زمعہ رضؓ بن قیس تھے جو قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔ حضرت سودہ رضؓ کا پہلا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت سکران رضؓ بن عمرو سے ہوا۔ یہ دونوں اسلام کے سابقون اولون میں شمار ہوتے ہیں۔ حبشہ کی دوسری ہجرت میں دونوں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبش چلے گئے اور کئی برس وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ واپس آئے۔ چند دن بعد حضرت سکرانؓ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اسی زمانہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے وفات پائی تھی اور رسول اکرم صلعم بہت افسردہ رہتے تھے۔ رسول کریم صلعم کی ایک جان نثار صحابیہ حضرت خولہ رضؓ بنت حکیم نے حضور صلعم کے ایماء سے حضرت سودہ رضؓ کو نکاح ثانی کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے یہ پیغام بخوشی قبول کر لیا اور ان کے والد نے اپنی لخت جگر کا نکاح سرور کائنات صلعم سے چار سو درہم پر خود پڑھا دیا۔ ام المومنین حضرت سودہ رضؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد خلافت میں ۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ (سیرۃ الصحابیات)

بنو ہوازن پر الٹا اثر ہوا۔ اسلام کی برکتوں سے سعادت اندوز ہونے کی بجائے انھوں نے بڑے زور و شور سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاریاں کیں اور چار ہزار جنگجوؤں کے ساتھ مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ لڑتے وقت بھاگنے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کیونکہ اس صورت میں ان کی بیویاں اور بچے قید ہو جائیں گے اور غلام بنا لئے جائیں گے

رسولِ اکرم صلعم کو ان لوگوں کی یلغار کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی بارہ ہزار صحابہ کے ساتھ مکّہ سے نکلے۔ چلتے وقت کچھ لوگوں کی زبان سے یہ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ نازش پسند نہ آئی اور مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں خوفناک مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرکین نے وادیٔ حنین کی پہاڑیوں کے دَرّوں اور گھاٹیوں میں کمین گاہیں بنا لیں اور ان میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ مسلمانوں کا مقدمۃ الجیش جب ان کی زد پر آیا تو انھوں نے اس پر تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ مقدمۃ الجیش میں اکثریت مکّہ کے نو مسلموں کی تھی۔ وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور سراسیمہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ ان کی بدحواسانہ بھگدڑ نے باقی فوج کو بھی ہراساں کر دیا اور ہر طرف افراتفری مچ گئی۔ اس وقت میدانِ جنگ میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ صحابہ کرام رضہ کی ایک مختصر سی جماعت رہ گئی اور پھر جنگِ احد کا نقشہ قائم ہو گیا۔ اس موقع پر جو صحابہ کرام رضہ حضور صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ اس وقت حضور صلعم کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ — مَیں نبی ہوں اس میں اصلا جھوٹ نہیں ہے

أَنَا ابْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ — مَیں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

پھر حضور صلعم نے حضرت عباس رضہ کو جو نہایت بلند آواز تھے حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو بلاؤ حضرت عباس رضہ نے پوری قوّت سے ان الفاظ میں مسلمانوں کو پکارا:۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ — اے گروہِ انصار

یا اصحاب الشجرۃ

اے اصحاب شجرہ (درخت کے نیچے جان نثاری کی بیعت کرنے والو)

واپس آؤ! رسولِ خدا ؐ تم کو بلاتے ہیں۔

حضرت عباس رضؓ کی آواز کا بھاگتے ہوئے مسلمانوں پر عجیب اثر ہوا۔ وہ گویا خواب سے چونک پڑے اور یکبارگی پیچھے پلٹے۔ اب وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اس جوش سے لڑے کہ مشرکین کے لئے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا بے شمار مالِ غنیمت اور ہزاروں قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ فتحِ حنین کے بعد رسولِ اکرم صؐ نے طائف کی طرف کوچ کیا کیونکہ بنی ثقیف نے طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ لی تھی حضرت سعد رضؓ بھی رسول اکرم صؐ کے ہمرکاب تھے۔ مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا بیس دن کے بعد حضور صؐ نے محاصرہ اٹھا لیا اور جعرانہ تشریف لائے یہاں آپ نے حنین کا مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور پھر مدینہ تشریف لے آئے۔

(۵)

غزوۂ تبوک اور حج الاسلام

غزوۂ حنین کے بعد حضرت سعد رضؓ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ تبوک شام اور وادی القریٰ کے درمیان ایک قصبہ ہے جو اس زمانے میں ہرقل شاہِ روم کے ماتحت تھا۔ رسول اکرم صؐ کو خبر ملی کہ رومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کے لئے ایک کثیر لشکر جمع کیا ہے۔ ہرقل نے ایک برس کے لئے اس لشکر کی رسد کا انتظام کر لیا ہے اور عیسائیوں کے بہت سے قبائل اُن کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں۔ حضور صؐ نے فیصلہ کیا کہ خود آگے بڑھ کر اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپؐ تیس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ تبوک میں بیس دن قیام کرنے کے بعد سرورِ کونین صؐ مدینہ کو واپس پھرے۔ غزوۂ تبوک میں اگرچہ جنگ و جدل تک نوبت نہیں پہنچی لیکن بُعدِ مسافت، شدتِ گرما اور مسلمانوں کی تنگ حالی کے باعث تاریخ اسلام میں اس غزوہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں رسول

اپنی ذات خاص سے شریک ہوئے۔ مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے حضور ؐ نے ذی ثروت صحابہؓ کو لشکر کی امداد کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرام رضؓ نے بے مثل ایثار کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنا مال واسباب راہِ حق میں دیا غزوۂ تبوک کے بعد حضرت سعد رضؓ کو حج اسلام (یا حج اکبر) میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ تبوک سے واپسی کے بعد ذوالحجہ ۹ ہجری میں رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین سو مسلمانوں کا قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ فرمایا۔ اس قافلہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس قافلہ کے امیر تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نقیب اسلام[۱] حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ حضرت ابوہریرہ رضؓ اور کچھ دوسرے صحابہ کے ذمّہ معلّمی کی خدمت تھی۔ اس حج کو "حج اسلام" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ حج کی جاہلانہ رسوم کا خاتمہ ہوگیا اور اسلامی احکام کے مطابق حج کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ بعض علماء نے اس حج کو "حج اکبر" کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ سورۂ توبہ میں "یوم الحج الاکبر" کے الفاظ اسی حج سے متعلق ہیں۔ اس کے برعکس بعض دوسرے علماء کا خیال ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے اور اس کے مقابلہ میں ہر حج "حج اکبر" ہے۔ بہرصورت ۹ ہجری کے حج میں حضرت سعدؓ کی نمایاں طور پر شرکت کتب سیر واحادیث سے ثابت ہے۔

(۶)

حجۃ الوداع

۱۰ھ میں رسول اکرم صؐ نے اپنی حیاتِ اقدس کا آخری حج فرمایا۔ تاریخ میں یہ عظیم حج "حجۃ الوداع"

---

[۱] رسول اکرم صؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ خدمت تفویض کی تھی کہ وہ حج کے موقع پر سورۂ برأت کی چند آیتیں مشرکین کو سنائیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے ۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں سورہ برأت کی چالیس آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور اعلان کیا کہ آئندہ کسی بھی مشرک کو خانۂ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ کوئی شخص پوری طرح ستر ڈھانپے بغیر حج کر سکے گا اور مشرکین سے کئے گئے تمام معاہدے چار ماہ کے بعد فسخ ہوجائیں گے۔ (بخاری، ابن اثیر)

کے نام سے مشہور ہے۔ اس حج میں صحابۂ کرام رضؓ کی ایک بہت بڑی تعداد حضور رصؐ کے ہمراہ تھی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی ان نفوسِ قدسی میں شامل تھے۔ جو حجۃ الوداع کے موقع پر رسولِ اکرم صؐ کی معیت میں مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ پہنچ کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سخت علیل ہو گئے۔ مؤرخین نے حضرت سعد رضؓ کی اس شدید علالت کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سرورِ کونین صؐ نے ان کی شدید علالت کا حال سنا تو عیادت کے لئے تشریف لے گئے[1] حضرت سعد رضؓ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ رسولِ اکرم صؐ کی خدمت میں عرض کی۔ "یا رسول اللہ میں مال دار آدمی ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں اور ایک تہائی بیٹی کے لئے چھوڑ دوں"۔ حضور صؐ نے فرمایا۔ "نہیں"۔ حضرت سعد رضؓ نے پھر عرض کی " اگر دو تہائی نہیں تو نصف ہی سہی"۔ حضور صؐ نے فرمایا "نہیں"۔ حضرت سعد رضؓ نے کہا کہ "پھر ایک تہائی صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں"۔ رسولِ اکرم صؐ نے فرمایا " ایک تہائی بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار اور تونگر چھوڑو تو یہ ان کے مفلس چھوڑ جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے پھریں۔ تم رضائے الٰہی کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی اجر ملے گا"۔ اس کے بعد حضرت سعد رضؓ نے اشکبار ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ میں مکہ میں مر رہا ہوں حالانکہ میں راہِ حق میں اس سرزمین کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکا ہوں"۔ ہادیٔ اکرم صؐ نے حضرت سعد رضؓ کو دلاسا دیا اور ان کی پیشانی چہرے اور شکم پر دستِ مبارک پھیر کر دعا فرمائی۔ "اللھم اشف سعدًا و اتمم لہ ھجرتہ"[2] (اے اللہ سعد کو صحت عطا فرما اور اس کی ہجرت کو کامل کر)۔

---

[1] صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک بار نہیں بلکہ سرورِ کونین صلعم حضرت سعد رضؓ کی علالت کے دوران میں بار بار ان کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ (کتاب الجنائز)۔

[2] ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسولِ اکرم صؐ نے "اللھم اشف سعدًا" کے الفاظ تین بار فرمائے۔

رحمتِ دو عالم ؐ کی دعا حضرت سعد رضؓ کے لئے آبِ حیات ثابت ہوئی اور ان کی طبیعت بحال ہونے لگی یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو کر مدینہ واپس گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر رسولِ کریم ؐ نے حضرت سعد رضؓ کو یہ بشارت بھی دی کہ اے سعد تم اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک کہ تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ جائے[1]۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضور ؐ کی بشارت کے الفاظ یہ تھے:

"اے سعد۔ شاید خدا تم کو (بسترِ مرض سے) اٹھائے اور تم سے کچھ لوگوں کو نفع اور بعض کو نقصان پہنچے۔"[2]

حضور ؐ کی یہ بشارت فی الحقیقت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جو بعد میں حضرت سعد رضؓ کے حق میں یوں پوری ہوئی کہ جنگِ قادسیہ (۱۴ھ) میں انھوں نے عجمی قوت کو پاش پاش کر دیا اور مسلمان مظفر و منصور مدائن میں جا داخل ہوئے۔

حضرت سعد رضؓ نے اپنی شدید علالت کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"میں مکہ میں سخت علیل ہو گیا۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں مال چھوڑتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے دو تہائی مال (صدقہ کر دینے) کی وصیت اور ایک تہائی بیٹی کے لئے چھوڑ سکتا ہوں۔ حضور ؐ نے فرمایا ہاں ایک تہائی لیکن ایک تہائی بھی زیادہ ہے۔ پھر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر اس کو میرے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ سعد رضؓ کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو کامل کر۔ چنانچہ رسولِ اکرم ؐ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک میں آج تک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔"[3]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ۔ [2] صحیح بخاری کتاب الوصایا۔ [3] صحیح بخاری کتاب المرضیٰ والطب۔

ایک دوسری جگہ حضرت سعد رضؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

"اس شدید علالت میں جس میں حجۃ الوداع کے سال میں مبتلا ہو گیا تھا۔ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم میری عیادت فرماتے تھے۔ مَیں نے عرض کی (یا رسول اللہ) میرا مرض بڑھ گیا ہے۔ مَیں مال دار آدمی ہوں۔ میری وارث صرف ایک لڑکی ہے کیا مَیں اپنا دو تہائی مال خیرات کر سکتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ مَیں نے کہا تو نصف سہی؟ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا ایک تہائی اور وہ بھی زیادہ ہے تم اگر اپنے ورثا کو غنی چھوڑ جاؤ تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ مفلوک الحال ہوں اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کریں اور اللہ کی خوشنودی کے لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا اجر پاؤ گے۔ یہاں تک کہ جو کچھ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اُس کا بھی اجر ملے گا) مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا مَیں اپنے ساتھیوں کے بعد تک زندہ رہوں گا؟ حضورؐ نے فرمایا شاید تم زندہ رہو یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تم سے نفع اور بعض کو ضرر پہنچے پھر حضورؐ نے فرمایا تم اگر زندہ رہے اور نیک عمل کیا تو تمہارا درجہ اور شان زیادہ ہو گی۔ پھر فرمایا الٰہی میرے اصحاب کی ہجرت کو کامل کر دے اور انکو ایڑیوں پر نہ لوٹا[1]"

اس ضمن میں بعض تاریخوں میں یہ روایت بھی درج ہے کہ حضرت سعد رضؓ مکہ میں شدید بیمار ہوئے تو ان کو سرورِ کائنات صلعم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ رسولِ اکرم صلعم نے فرمایا "طبیب[2] حارث بن کلدہ کو بلاؤ"

حارث بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو دیکھتے ہی کہنے لگا

---

[1] بخاری کتاب الجنائز۔

[2] "حارث بن کلدہ" عرب کا مشہور طبیب تھا۔ مؤرخین نے اس کو "طبیب العرب" (باقی اگلے صفحہ پر)

"خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ کھجور اور السی کے آٹے کا حریرہ بنا کر مریض کو پلایا جائے۔"
چنانچہ یہی کیا گیا اور حضرت سعد رضؓ اس علاج سے صحت یاب ہو گئے۔

اس روایت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت سعد رضؓ کی صحت یابی میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا کو کچھ دخل نہ تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کا دعا کے ساتھ دوا کو بھی

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۸۴) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف سے تھا۔ سرورِ کائناتؐ کی ولادت سے سالہا سال پہلے طائف میں پیدا ہوا۔ اسے بچپن ہی سے علمِ طب کے حصول کا شوق تھا۔ ہوش سنبھالا تو اپنے شوق کی تکمیل کے لئے فارس پہنچا۔ وہاں کئی سال تک علمِ طب کی تحصیل میں مشغول رہا یہاں تک کہ اس فن میں کمال حاصل کر لیا اور مدتوں فارس میں مقیم رہ کر ہزارہا لوگوں کو اپنی حذاقت سے فیض یاب کیا۔ اپنی عقلِ رسا اور تجربے کی بدولت اسے مجتہد الفن کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے علمِ موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا اور بعض آلاتِ موسیقی بالخصوص عود کے بجانے میں اسے عمدہ مہارت تھی۔ حارث نے بہت طویل عمر پائی۔ وہ کب پیدا ہوا اور کب سفرِ آخرت اختیار کیا۔ مؤرخین نے اس کی تصریح نہیں کی، البتہ مختلف روایات سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ نوشیرواں کے عہد میں اس کی شہرت بامِ کمال تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے بعد عہدِ رسالت اور خلافتِ راشدہ میں بھی اس کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے۔ ایک روایت سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امیر معاویہ رضؓ کے عہدِ حکومت میں بھی بقیدِ حیات تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس سے پوچھا کہ طب کیا چیز ہے؟ حارثؓ نے جواب دیا "ازم" یعنی پرہیز۔ حارثؓ ٹھیٹ عرب تھا اس لیے وہ عربوں کے عادات و خصائل سے بخوبی واقف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے معالجات میں صرف وہی چیزیں استعمال کرتا تھا جن سے عربی طبائع کراہت نہ کریں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ نوشیرواں کے دربار میں حاضر ہوا۔ نوشیرواں نے اس کا نام و پتہ پوچھا اور پھر کہا "عرب کے باشندے طب کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔ وہ تو سخت جاہل ہیں اور کسی اُلابلا کھانے سے انہیں پرہیز نہیں ہے۔" حارثؓ نے کہا "یہی چیز تو اس امر کی متقاضی ہے کہ کوئی ان کی اصلاح کرنے والا ہو اور ان کو بیماریوں سے بچانے والا ہو کیونکہ عاقل تو خود ہی جانتا ہے کہ کون سی چیزیں مضرِ صحت ہیں۔" اس کے بعد حارثؓ نے نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں عربوں کے قومی خصائل بیان کئے کہ وہ بڑے شجاع اور سخی ہوتے ہیں۔ ان کا حسب و نسب (باقی اگلے صفحہ پر)

ضروری سمجھتے تھے کیونکہ دوا میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تاثیر ہوتی ہے اگر اس کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو اعلیٰ سے اعلیٰ دوا بے اثر ثابت ہوتی ہے۔

(۷)

رسولِ اکرمؐ کی وفات سے صدیق اکبرؓ کی وفات تک

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم حجۃ الوداع سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے اور چند ماہ بعد وفات پائی۔ حضورؐ کی رحلت کے معًا بعد خلافت کی نزاع پیدا ہو گئی اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے (۱) انصار (۲) مہاجرین (۳) بنو ہاشم۔

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۸۵) بڑا اعلیٰ ہے۔ فصاحت و بلاغت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے نہایت غیور اور وعدہ کے دھنی ہوتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی عزّت و غیرت کو نہیں للکار سکتا۔ نوشیروان حارثؔ کی تقریر سے بہت متاثر ہوا اور اس کو نہایت تعظیم و تکریم سے بٹھایا اور اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "دیکھو یہ شخص کتنا بے باک اور اپنی قوم کا مداح ہے۔ ایک آزاد منش اور عاقل شخص کی یہی روش ہونی چاہیئے۔"
پھر حارثؔ سے پوچھا کہ ازم کسے کہتے ہیں اس نے جواب دیا "کھانے میں اعتدال سے کام لینا۔" نوشیروان نے پوچھا "سب سے بڑا مرض کون سا ہے؟" حارثؔ نے جواب دیا۔ "ایک غذا کے ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذا کا استعمال۔" پھر پوچھا کہ انسان کا جسم کن چیزوں سے بنا ہے؟ کہا "چار چیزوں سے۔ خون جو گرم و تر ہے سوداجو سرد و خشک ہے۔ بلغم جو سرد و تر ہے اور صفرا جو گرم و خشک ہے۔"

نوشیروان نے سوال کیا۔ "حمام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" کہا "غذا ہضم ہونے سے پہلے حمام کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اسی طرح غصّے کی حالت میں کھانا کھا لینا، نشہ کی حالت میں سو جانا اور سوتے وقت کپڑے اتار دینا صحت کے لئے مضر ہے۔" غرض اسی طرح بڑی دیر تک سوال و جواب ہوتے رہے۔ نوشیروان حارثؔ کے جوابات سے اتنا خوش ہوا کہ اس کا چہرہ مسرّت سے تمتما اٹھا اور اس نے حارثؔ کو اس کی توقع سے بڑھ کر انعام و اکرام سے نوازا۔ افسوس کہ حارث بن کلدہ قبولِ اسلام کے شرف سے محروم رہا۔ کم از کم عربی تاریخوں میں کوئی ایسی معتبر روایت نہیں ملتی جس سے اس کے قبولِ اسلام کی شہادت ملتی ہو۔ البتہ تاریخ ..... (باقی اگلے صفحہ پر)

انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ان کا عمومی رجحان یہ تھا کہ سعد بن عبادہ رضؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی جائے۔ مہاجرین کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی وہاں پہنچے۔ دونوں طرف سے تقریریں ہوئیں اور گرماگرمی تک نوبت پہنچی یہاں تک کہ بعض لوگوں نے تلواروں پر ہاتھ ڈال لئے۔ یکایک حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ جیسے اکابر صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب چاروں طرف سے خلقت بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۸۶) مشاہیر عرب میں مولینا زبید احمد نے لکھا ہے کہ حارث بن کلدہ آخر عمر میں مشرف باسلام ہو گیا تھا۔ اس نے ۵۰ھ میں وفات پائی۔ مولینا زبید احمد نے اپنی روایت کا ماخذ بیان نہیں کیا اور ہمیں ان کی روایت تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ اگر حارث بن کلدہ صحابی ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ کتب رجال میں اس کا تذکرہ خصوصیت سے نہ کیا جاتا۔ حارث بن کلدہ کی اولاد و احفاد کے بارے میں بھی مورخین نے کوئی تصریح نہیں کی۔ البتہ طبری نے حارث کی ایک بیٹی ازدہ رضؓ کا ذکر کیا ہے۔ فاروق اعظم رضؓ کے عہدِ خلافت میں ازدہ رضؓ عراق عرب کے کئی معرکوں میں مجاہدانہ شریک ہوئیں۔ جنگِ میسان میں انھوں نے حیرت انگیز جانبازی کا مظاہرہ کیا۔ طبری نے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے۔ میسان کی لڑائی میں مسلمان فوج کی قیادت حضرت مغیرہ رضؓ کر رہے تھے۔ وہ بربنائے مصلحت عورتوں کو میدان جنگ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دریائے دجلہ کے قریب اہلِ میسان اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ نہایت گھمسان کا رن پڑا۔ اس وقت ازدہ نے دوسری خواتین کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ اس وقت ہمارے بھائیوں پر بڑا نازک وقت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کی مدد کریں۔ یہ کہہ کر انھوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا۔ دوسری خواتین نے بھی ان کی تقلید میں اپنے اپنے دوپٹوں کے چھوٹے چھوٹے عَلَم بنا لئے اور سب عورتیں ازدہ رضؓ کی قیادت میں پرچم اڑاتی ہوئی مجاہدین کی مدد کے لئے میدانِ جنگ کی طرف چل پڑیں۔ اہلِ میسان نے دور سے یہ پرچم دیکھے تو سمجھے کہ مسلمانوں کی مدد کے لئے تازہ دم فوج آ رہی ہے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ (تاریخ طبری جلد ۶)

ان میں مہاجرین وانصار سبھی شامل تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے بلا توقف حضرت صدیق اکبر رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ بنو ہاشم البتہ کچھ عرصہ تک اپنے ادعا پر قائم رہے پھر انھوں نے بھی جمہور مسلمانوں کا راستہ اختیار کرلیا۔

حضرت صدیق اکبر رضؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ ہوازن کے عامل رہے اور نہایت خوش اسلوبی سے اپنے مفوضہ فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ فاروقِ اعظم رضؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ عہدِ رسالت کے بعد ان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ ایران کی قدیم اور طاقتور سلطنت کے خلاف جس حوصلہ، تدبّر اور اولوالعزمی کے ساتھ انھوں نے افواجِ اسلامی کی قیادت کی اس نے انھیں تاریخ عالم کے نامور فاتحین کی صف میں جگہ دلادی آئندہ چند ابواب میں ہم حضرت سعد رضؓ کے ان کارناموں کا حال تفصیل سے بیان کریں گے۔ اگرچہ ہمارا مقصد اس کتاب کو جنگ نامہ بنانا نہیں لیکن اسلام کے اس بطلِ جلیل کے جنگی کارنامے بیان کرنے کے لیئے تفصیل ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں ہم نے کچھ ایسے واقعات بھی درج کردیئے ہیں جو بظاہر حضرت سعد رضؓ سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتے لیکن جن حالات میں ان کو عراق عرب بھیجی جانے والی افواج کی قیادت سونپی گئی ان کا پس منظر واضح کرنے کے لیئے ان واقعات کا تذکرہ ضروری تھا۔

فرمانروائے ایران کو دعوتِ اسلام

(۱)

قیصر و کسریٰ

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے وقت روم اور ایران کی قدیم سلطنتیں ربع مسکون پر چھائی ہوئی تھیں۔ یہ دونوں عظیم الشان سلطنتیں عرب کے پڑوس میں تھیں۔ سلطنتِ روم کے فرماں رواؤں کا لقب "قیصر" تھا اور سلطنتِ ایران کے بادشاہ "کسریٰ" کہلاتے تھے۔ یہ دونوں سلطنتیں ایک دوسرے کی حریف تھیں اور وقتاً فوقتاً ان کے درمیان جنگ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ فی الحقیقت یہ دونوں طاقتور ملک ہی ایک دوسرے کی ٹکر سہہ سکتے تھے۔ کوئی دوسرا ملک ان سے مقابلہ کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ بالخصوص عرب جیسے پسماندہ ملک کے متعلق لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایک دن وہ ان عظیم الشان طاقتوں سے بھڑ جائے گا لیکن ظہورِ اسلام کے ساتھ دنیا نے دیکھ لیا کہ مٹھی بھر فرزندانِ توحید اپنے بوسیدہ ساز و سامان کے ساتھ بیک وقت ان قاہر سلطنتوں سے نبرد آزما ہوئے اور نہایت قلیل عرصہ میں قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ کے کارناموں کا زیادہ تر تعلق سلطنتِ ایران (یا فارس) سے ہے۔ اس لئے ہم اس کے حالات قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

سلطنتِ ایران

(۲)

قدیم زمانہ میں ایرانی سلطنت کی حدود نہایت وسیع تھیں اور لاکھوں مربع میل پر سلطنت

ایران کا پرچم لہراتا تھا۔ خلیج فارس، بحیرہ روم، بحیرہ اسود، بحیرہ کیسپین، افغانستان، کشمیر، تبت وغیرہ سب ایرانی سلطنت میں شامل تھے۔ اس عظیم اور طاقتور سلطنت پر سب سے پہلے سکندر یونانی نے کاری ضرب لگائی اور دارا شہنشاہِ ایران کو قتل کر کے سلطنتِ ایران کو پارہ پارہ کر دیا لیکن قدیم ایرانی تمدن کی خاکستر میں کچھ چنگاریاں باقی رہ گئیں۔ خاتم الانبیاءؐ کی بعثت سے قریباً چار سو سال پہلے (سنہ ۲۳۰ء میں) ایران میں ساسانی خاندان ابھرا اور اس کے بانی اردشیر بابکان نے ایران کی گذشتہ شان و شوکت نہ صرف پھر بحال کر دی بلکہ اسے مزید وسعت دی۔ ساسانیوں نے اپنے عہدِ حکومت میں عرب کے بعض حصّوں (عراق عرب اور عراق عجم یمن وغیرہ) پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کے وقت ایران پر نوشیروان عادل ساسانی حکومت کر رہا تھا جو اردشیر بابکان کی نسل سے تھا۔ نوشیروان سے پہلے ایران پر مزدکیت کا غلبہ تھا جس نے ایرانیوں کے اخلاق فاضلہ کو ناقابلِ اصلاح طور پر تباہ کر دیا تھا۔ مزدک نے زنا کی اباحت کا فتویٰ دے دیا تھا۔ حد یہ کہ بھرے دربار میں اس نے شہنشاہِ ایران کو کہہ دیا کہ تیری ملکہ سے ہر شخص استفادہ کر سکتا ہے لیکن شہنشاہ کی رگِ حمیت ذرا نہ پھڑکی، اور وہ مزدک کے فتویٰ کو شیرِ مادر سمجھ کر پی گیا۔ نوشیروان نے تخت نشین ہو کر اپنے باپ سے مختلف طرزِ عمل اختیار کیا۔ اس نے مزدکیت کو نہایت سختی سے کچل دیا اور قدیم زرتشتی مذہب کو فروغ دیا۔ اس مذہب کا خاصہ "آتش پرستی" تھا۔ ایران پر لشکر کشی کے وقت مسلمانوں کا سامنا جن ایرانیوں سے ہوا وہ اسی "مجوسیت" کے پیروکار تھے۔ نوشیروان کے بعد اس کا بیٹا ہرمز تختِ ایران پر بیٹھا۔ ہرمز کے بعد اس کا نوجوان بیٹا خسرو پرویز سلطنتِ ایران کا مالک ہوا۔ رسولِ اکرمؐ کی بعثت کے وقت کسرائے ایران یہی خسرو پرویز تھا۔

(۳)

عظیم پیشینگوئیاں

ایرانی اخلاقی پستی کی جن عمیق ترین گہرائیوں میں جا گرے تھے ان کی بناء پر مسلمان، رومیوں

کو جو عیسائیت کا دم بھرتے تھے ایرانیوں کی نسبت قدرے بہتر سمجھتے تھے۔ اس کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ ایرانی آئے دن عرب علاقوں پر دستِ تعدی دراز کرتے رہتے تھے اسلئے قدرتاً ہر عرب کے دل میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات موجزن تھے۔ عہدِ نبوی کے ابتدائی زمانے میں ایران اور روم کے درمیان ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ مشرکین مکہ کو ایرانیوں سے ہمدردی تھی۔ اس کے برعکس مسلمان رومیوں کے متعلق ہمدردانہ جذبات رکھتے تھے اس جنگ میں ایرانیوں نے رومیوں کو تابڑ توڑ شکستیں دیں اور ان سے مصر اور شام وغیرہ کے علاقے چھین لئے۔ مشرکین نے ایرانیوں کی فتوحات پر بڑی خوشیاں منائیں مسلمان قدرتاً ملول ہوئے۔ اس وقت رسولِ اکرم ؐ کو بارگاہِ الٰہی سے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ کی عظیم الشان خبر دی گئی۔ چند ہی سال کے اندر اندر دنیا نے دیکھا کہ یہ پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔ صلح حدیبیہ کے زمانے میں (یعنی ۶ھ میں) قیصر روم نے نینوٰی کے میدان میں ایرانیوں کو ایسی زبردست شکست دی کہ ایران کا تخت شاہی لڑکھڑا گیا۔ عین اس زمانے میں عرب میں ایک نئی قوت اُبھر رہی تھی۔ چند سال بعد اس قوت نے ایک طرف تو رومی اقتدار کے پرخچے اڑا دیئے اور دوسری طرف ایرانی سلطنت کی بساط اُلٹ دی۔ یہ قوت تھی ملتِ اسلامیہ۔ ہادیٔ کونین ؐ نے سالہا سال پیشتر ملتِ اسلامیہ کو یہ خوشخبری سنادی تھی کہ ایک دن قیصر و کسریٰ کی دولت تمہارے قدموں پر نچھاور ہو گی۔ اس ضمن میں یہ بے جا نہ ہو گا کہ ہم یہاں دو واقعات کا مختصر تذکرہ کر دیں۔

رسولِ اکرم ؐ جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ کا تعاقب کرنے والوں میں قریش کے ایک جیالے شہسوار سراقہ بن مالک (بن جعشم) بھی تھے۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے رسولِ اکرم ؐ کے قریب جا پہنچے۔ اس وقت ان کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر آ رہے۔ اُٹھ کر پھر گھوڑے پر سوار ہوئے اور دوبارہ حضور ؐ کی طرف بڑھے یہاں تک کہ حضور ؐ کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے دشمن

کو سر پر دیکھا تو انھیں قدرتاً تشویش پیدا ہوئی اور انھوں نے حضورؐ کی توجہ سراقہ کی طرف مبذول کرائی۔ عین اس وقت سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک ریتلی زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ گھبرا گئے اور ان کو اپنی ناکامی کا پورا یقین ہو گیا۔ انھوں نے رسولِ اکرمؐ اور آپ کے رفقاء (حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور عامر بن فہیرہ رضؓ) کو آواز دے کر روکا۔ ان سے معذرت خواہ ہوئے اور کہا کہ قریش نے آپ کی گرفتاری کے لئے سو اونٹ انعام میں دینے کا اعلان کیا ہے۔ اسی انعام کی طمع میں میں آپ کا تعاقب کر رہا تھا۔ اب میں نے اپنے ارادے سے توبہ کر لی ہے۔ میرے پاس کچھ زادِ راہ ہے اسے آپ قبول فرما لیں۔ حضورؐ نے سراقہ کی پیشکش قبول نہ فرمائی البتہ اتنا فرمایا کہ ہمارا پتا کسی کو نہ بتانا۔ سراقہ نے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ کسی کو آپ کی اطلاع نہیں دیں گے بلکہ اگر کسی شخص کو اس طرف کا رُخ بھی کرتے دیکھا تو اسے واپس کر دیں گے۔ اس کے بعد سراقہ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے امان نامہ لکھ دیں۔ حضورؐ کے حکم کے مطابق حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر انھیں امان نامہ لکھ دیا اور سراقہ مکہؔ کو واپس چلے گئے۔ غزوہ حنین و طائف کے بعد وہ مقام جعرانہ میں رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہی امان نامہ دکھا کر اپنا تعارف کرایا اور اسی موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

انہی سراقہ کو بہ اختلافِ روایت سفرِ ہجرت میں مذکورہ واقعہ کے وقت یا ایک اور موقع پر حضورؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے (طلائی) کنگن پہنو گے۔"

بعض روایتوں میں ہے کہ حضورؐ نے سراقہ رضؓ کو نہ صرف کنگن بلکہ کسریٰ کا مرصّع تاج پہننے کی خبر بھی دی۔ ایران کے دارالحکومت مدائن کی تسخیر کے بعد سراقہ رضؓ نے فتے الواقعہ کسریٰ کے کنگن ہاتھوں میں پہنے اور اس کا مرصّع تاج سر پر رکھا۔ اس کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا۔

اسی طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر جب رسولِ اکرم صلعم صحابہ کرام رضہ کے ہمراہ خندق کھود رہے تھے تو سنگ مرمر کی ایک چٹان توڑتے وقت اس میں سے چنگاریاں اُڑیں اُس وقت حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب قیصر و کسریٰ کی دولت میری اُمّت کے قدموں پہ ڈھیر ہوگی۔ اس وقت کسی مسلمان کے سان وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہادیٔ اکرم صلعم کی پیشینگوئیاں کس قدر جلد حقیقت کا جامہ پہن کر ان کے سامنے آجائیں گی لیکن وہ وقت واقعی بڑی تیزی سے قریب آرہا تھا۔

(۴)

شاہِ ایران کو دعوتِ اسلام

سنہ ۶ھ میں بیعتِ رضوان اور صلح نامۂ حدیبیہ کے مہتم بالشان واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ صلح حدیبیہ کی شرطیں اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے موافق نہیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو "فتح مبین" کہہ کر پکارا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (سورۂ فتح) اے پیغمبر ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

فی الحقیقت یہ صلح ملّتِ اسلامیہ کی آئندہ قوّت و شوکت کی بنیاد ثابت ہوئی۔ اس صلح کے بعد عرب قبائل جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی زمانہ میں (یعنی آخر سنہ ۶ھ یا شروع سنہ ۷ھ میں) رسولِ اکرم صلعم نے قیصرِ روم، شہنشاہِ ایران، عزیزِ مصر، شاہِ حبشہ اور رؤسائے عرب کو خاص قاصدوں کے ہاتھ خطوط بھیج کر دعوتِ اسلام دی۔ کسریٰ شاہِ ایران کے نام حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو مکتوبِ مبارک بھیجا اس کا مضمون یہ تھا:-

ترجمہ	عربی متن
اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
محمد رسول اللہ کی طرف سے	من محمد رسول اللہ الی
کسریٰ رئیس فارس (ایران) کے نام	کسریٰ عظیم فارس

سلامٌ علیٰ من اتبع الھدٰی	اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت پر چلنے والا ہو
وآمن باللہ ورسولہ	اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے
وادعوك بدعایۃ اللہ فانی	اور مَیں تجھے خدا کی طرف بلاوا دیتا ہوں کیونکہ
انا رسول اللہ الی الناس کافۃ	خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رسُول مبعوث کیا ہے
لانذر من کان حیًّا ویحق القول	تاکہ مَیں ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلاؤں
علی الکفرین	کافروں کے متعلق خدا کا قول پُورا ہو کر رہے گا
فاسْلِمْ تسلم فان	اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا
ابیت فان اثم المجوس	اگر (اسلام قبول کرنے سے) انکار کرے تو تمام
علیك [۱]	مجوسیوں کے وبال کی ذمہ داری تجھ پر ہوگی "

---

[۱] تاریخ طبری۔ تاریخ الکامل ابن اثیر۔ تاریخ یعقوبی وغیرہ۔ مختلف روایتوں میں اس مکتوب مبارک کے متن میں کچھ لفظی اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:۔

۱: بعض روایتوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حذف ہو گیا ہے۔

۲: ایک روایت میں "کسریٰ" کے بعد "ابرویز عظیم فارس" کے الفاظ ہیں۔

۳: کچھ روایتوں میں "وآمن باللہ ورسولہ" کے بعد "وشھد ان لا الہ الا اللہ" کے الفاظ ہیں اور بعض روایتوں میں "وشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ وأن محمدًا عبدہ ورسولہ" کے الفاظ زائد ہیں۔

۴: بعض روایتوں میں "وادعوك بدعایۃ اللہ" کے الفاظ حذف ہو گئے ہیں۔

۵: ایک روایت میں "بدعایۃ اللہ" کی جگہ "دعاء اللہ" کے الفاظ ہیں۔

۶: کچھ روایتوں میں "فانی" کی جگہ "وانی" کے الفاظ ہیں۔

۷: بعض روایتوں میں "لانذر" کی جگہ "لینذر" مروی ہے۔

۸: بعض روایتوں میں "فان" کی جگہ "وان"۔ "ابیت" کی جگہ "تولیت" اور اثم المجوس علیك

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس نامۂ مبارک کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کی خدمت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ[1] کو تفویض ہوئی۔ حضور صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ وہ یہ خط (دربارِ ایران کی طرف سے) بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو پہنچادیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ نے تعمیلِ ارشاد کی۔ وہ مکتوب مبارک منذر کے سپرد کر کے واپس چلے گئے یا منذر نے اُن کو خط کے ہمراہ شاہِ ایران کے

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۹۴) کی جگہ "فعلیك اثم المجوس" کے الفاظ ہیں۔ یہ تمام اختلافات لفظی روایت بالمعنیٰ کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ تمام روایتوں میں اس مکتوبِ مبارک کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے۔

[1] حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ بن قیس سہمی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کا شمار اسلام کے سابقون اوّلون میں ہوتا ہے۔ حبشہ کو بلاکشانِ اسلام کے دوسرے قافلے نے ہجرت کی تو حضرت عبداللہ رضؓ بھی اس میں شامل ہو گئے اور ایک عرصہ تک حبش میں مقیم رہے۔ غزوۂ بدر میں ان کی شمولیت کے متعلق اختلاف ہے البتہ دوسرے تمام غزوات میں ان کا شریک ہونا مسلّم ہے۔

عہدِ فاروقی میں جب شام پر لشکر کشی کی گئی تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضؓ بھی مجاہدین اسلام میں شامل تھے۔ ایک معرکہ میں اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت رومیوں کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ رومیوں نے تانبے کی ایک بڑی دیگ میں زیتون کا تیل گرم کیا اور مسلمان قیدیوں سے کہا کہ ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیئے جاؤ گے مسلمانوں نے دینِ حق ترک کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ رومیوں نے ایک مسلمان قیدی کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا وہ آناً فاناً جل بھن کر رہگرائے عالمِ جاوداں ہوا۔ اب رومیوں نے دوسرے قیدیوں کو پھر مسیحیت قبول کرنے کی دعوت دی اور انکار کی صورت میں گرم تیل میں پھینکنے کی دھمکی دی۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے سختی سے انکار کیا۔ رومی انھیں پکڑ کر دیگ میں ڈالنے لگے تو وہ رونے لگے۔ رومی سمجھے ڈر گئے ہیں۔ پوچھا اب روتے کیوں ہو؟ فرمایا اس بات پر روتا ہوں کہ راہِ حق میں قربان کرنے کے لئے صرف ایک جان ہے۔ کاش میری سو جانیں ہوتیں تو دینِ حق پر قربان کر دیتا۔ رومی ان کے جذبۂ ایمانی پر بڑے حیران ہوتے اور کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے حاکم کی پیشانی چُوم لو تو رہا کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے ایک مُشرک کی پیشانی چُومنے سے انکار کر دیا۔ ترغیب و تخویف کا کوئی حربہ انھیں اس پر آمادہ نہ کر سکا۔ آخر رومیوں نے کہا اگر تم ایسا کرو گے تو تمام مسلمان قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔ اب حضرت عبداللہ رضؓ عیسائی حاکم کی پیشانی (باقی اگلے صفحہ پر)

پاس مدائن بھیج دیا۔ اس کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بہرصورت یہ نامہ مبارک منذر بن ساویٰ[1] کے واسطہ سے کسریٰ کے پاس بحفاظت پہنچ گیا۔ خسرو پرویز بڑا با جبروت اور متکبر بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں سلطنتِ ایران کو اس قدر وسعت دی تھی کہ اس سے پہلے کوئی ایرانی بادشاہ اپنی حکومت کو اتنا وسیع نہیں کر سکا تھا[2]۔ اس مکتوب

(حاشیہ بقیہ از صفحہ نمبر ۹۵) چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے اور رومیوں سے پختہ عہد لے کر ان کی خواہش پوری کر دی۔ اس کے صلہ میں ۸۰ مسلمان رہا ہوئے۔ جب وہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے یہ واقعہ سُن کر فرطِ مسرت سے حضرت عبداللہ رضؓ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ تمہارے جذبۂ ایمانی نے اسّی مسلمانوں کی جانیں بچا لیں۔ حضرت عبداللہ کو جب کوئی شخص یہ واقعہ یاد دلاتا تو فرماتے۔ بے شک میں نے ایک بے دین کی پیشانی پر بوسہ دیا لیکن اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کی جان بچانے کے لئے ایسا کیا۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے حضرت عثمان غنی رضؓ کے عہدِ خلافت میں مصر میں وفات پائی۔ (بخاری۔ اسد الغابہ)

[1] مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بیان ہے کہ ایرانی تاجدار کے نام خط کے ہمراہ رسول اکرم صؐ نے ایک خط منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے نام بھی بھیجا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے مطابق منذر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ خسرو پرویز کے قتل کے بعد جب ایران میں شاہ گردی شروع ہوئی تو رسولِ اکرم صؐ نے منذر کو ایک اور خط بھیجا جس میں اسے بحرین کی گورنری پر بحال رکھا گیا اور غیر مسلم باشندوں سے سلوک کے متعلق چند ہدایتیں دیں۔ گویا بحرین عہدِ رسالت ہی میں ایک اسلامی صوبہ بن گیا تھا اور منذر ایک اہم اسلامی صوبے کے راسخ العقیدہ اطاعت شعار اور مخلص گورنر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ منذر کے نام ایک نہیں بلکہ ان کے حدِ علم تک نصف درجن سے بھی زائد خطوط رسول اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے لکھے تھے۔ (رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)۔

تاریخوں میں اس بات کی صراحت نہیں کی گئی کہ منذر بن ساویٰ نے کب اسلام قبول کیا۔ قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے جب کسریٰ کو خط بھیجا تو منذر اسلام قبول کر چکے تھے یا اسلام سے متاثر ہو چکے تھے اور حضورؐ کو ان کے اسلام کی طرف جھکاؤ کا بخوبی علم تھا یہی سبب تھا کہ حضورؐ نے شاہِ ایران کو دعوتِ حق پہنچانے کے لیے منذر کو وسیلہ بنایا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ منذر بن ساویٰ عربی النسل تھے۔

[2] ایرانی لٹریچر میں خسرو پرویز کی دولت و حشمت اور اسباب (باقی اگلے صفحہ

مبارک کے زمانہ سے چند ماہ پہلے اگرچہ ہرقل شاہِ روم نے نینوئی کے میدان میں ایرانی فوجوں کو ہولناک شکست دی تھی اور اپنے چھینے ہوئے علاقے ایران سے واپس لے لئے تھے لیکن کسریٰ کی شان وشوکت اور دم خم میں کوئی فرق نہ آیا تھا حقیقت یہ ہے کہ ہرقل اور کسریٰ دونوں کے زیرنگین لاکھوں مربّع میل علاقہ تھا اور ان میں کسی ایک کے لئے ممکن نہ تھا کہ دوسرے کو مکمّل طور پر مغلوب کرلے۔ دونوں مُلکوں میں وقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں کبھی رومی ایرانیوں کو دبا

(حاشیہ البقیہ از صفحہ ۹۶) عیش وعشرت کے بارے میں عجیب وغریب روایات پائی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے پاس سو عظیم الشان خزانے تھے جن میں سے یہ آٹھ آج تک مشہور ہیں۔ (۱) گنج شائیگاں۔ (۲) گنج عروس۔ (۳) گنج دیبہ (یا دیبہ خسرؤی)۔ (۴) گنج خضرا۔ (۵) گنج شاد آورد۔ (۶) گنج شادرواں۔ (۷) گنج سختہ۔ (۸) گنج افراسیاب

اس کے حرم میں بارہ ہزار عورتیں تھیں۔ انہی میں سے ایک شیریں تھی جس نے لازوال شہرت پائی۔

خسرو پرویز کی سواری کے لئے پچاس ہزار اسپ خاصہ تھے۔ ان میں شبدیز نامی ایک گھوڑا بادشاہ کو بہت عزیز تھا۔ اس گھوڑے کا قد عام گھوڑوں کے قد سے چار بالشت اونچا تھا۔ بادشاہ جو غذا خود کھاتا وہی اس گھوڑے کو کھلاتا۔ جب یہ گھوڑا مرا تو بادشاہ نے اسے بڑی عزّت واحترام سے دفن کیا اور اس کی قبر پر اُس کا سنگی مجسمہ نصب کرایا۔

پرویز کے تخت کا نام طاقدیس تھا۔ اس کا طول ایک سَو ستّر گز اور عرض ایک سَو بیس گز تھا۔ اس میں چاندی کی ایک لاکھ چالیس ہزار میخیں جڑی ہوئی تھیں۔ ہر میخ کا وزن ساٹھ سے سو مثقال تک تھا۔ (مثقال ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہوتا ہے) ان کے علاوہ سونے کے ایک ہزار گیند اس تخت میں نصب تھے۔ ہر گیند کا وزن پانچ سو مثقال تھا۔

اس تخت پر بارہ برج اور ہفت کواکب کا نقشہ ایسی خوبی سے بنایا گیا تھا کہ تمام احوالِ فلکی ونجومی اس سے ظاہر ہوتے تھے۔ اس کے پاس سونے کی چند ایسی اینٹیں تھیں جو موم کی طرح نرم تھیں اور ان کے سونے سے آگ دکھائے بغیر ہر چیز بنائی جاسکتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔

(ارمغانِ احباب)

لیتے تھے اور کبھی ایرانی رومیوں کو پیچھے دھکیل دیتے تھے لیکن کسی سلطنت کے تخت پر آنچ نہیں آئی تھی۔

کسریٰ کے سامنے جب ہادیٔ اکرمؐ کا نامۂ مبارک پہنچا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ عربوں کو اپنا محکوم سمجھتا تھا اور اس کے تصوّر میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ایک عرب اپنے خط میں اس کے نام سے پہلے اپنا نام لکھ سکتا ہے۔ کسریٰ نے اس خط کو اپنی توہین سمجھا اور نہایت غضب آلود لہجے میں کہنے لگا۔ "میری رعایا کا ایک ادنیٰ فرد ہو کر اس شخص کو کیسے جرأت ہوئی کہ مجھے اس قسم کا خط لکھے۔" یہ کہہ کر نامۂ مبارک کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور نامہ بر کو دربار سے نکلوا دیا۔ اس کے ساتھ ہی یمن کے ایرانی گورنر باذان کو حکم دیا کہ وہ دو آدمی مدینہ روانہ کرے جو نبوّت کے مدعی محمدؐ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے سامنے لائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ ان کو (ایرانیوں کو) پارہ پارہ کر دے۔"

بعض روایتوں میں آپ کے الفاظ اس طرح منقول ہیں کہ اس کی (کسریٰ کی سلطنت) پارہ پارہ ہو جائے گی یا یہ کہ کسریٰ نے میرا خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی ہے۔

ادھر باذان نے کسریٰ کا حکم ملنے پر بابویہ اور خرخسرہ نامی دو آدمیوں کو سرورِ کائنات کی گرفتاری کے لئے مدینہ منوّرہ بھیجا اور حضورؐ کو کہلا بھیجا کہ کسریٰ نے تمہیں اپنے دربار طلب کیا ہے۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فوراً میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آؤ۔

بابویہ اور خرخسرہ یمن سے طائف پہنچے اور رسول عربیؐ کا اتا پتا پوچھا۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منوّرہ میں رہتے ہیں۔ اہلِ طائف ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ ان کو با اور خرخسرہ کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ قریش کے چند آدمی بھی مکہ طائف آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی خوشی سے بغلیں بجانے لگے کہ اب محمدؐ کو پتا چل

کہ خدائے واحد کا نام کیسے لیا جاتا ہے۔ طائف سے گورنر یمن کے فرستادے مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی اور ساتھ ہی کہا کہ اگر آپ بخوشی ہمارے ساتھ چلیں تو ہمارا حاکم باذان شہنشاہِ ایران سے آپ کی سفارش کر دیگا ورنہ ہم جبراً آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور کسریٰ آپ کو اور آپ کے ملک کو برباد کر ڈالے گا۔ حضور ؐ نے یہ ساری گفتگو نہایت تحمل سے سُنی اور پھر فرمایا:۔

"تم طویل سفر کے بعد تھک گئے ہو اب جا کر آرام کرو۔ کل صبح آنا پھر تم کو جواب دیا جائیگا۔"

دوسرے دن علی الصباح بابویہ اور خرخسرہ دربار نبوت میں پہنچے تو آپ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا: "ابلغا صاحبکما ان ربی قتل ربہ فی ھذہ اللیلۃ" (اپنے آقا سے جا کر کہہ دو کہ میرے رب (اللہ تعالےٰ) نے اس کے رب (خسرو پرویز) کو آج رات قتل کر ڈالا)"

وہ اس خبر کو سُن کر ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے، اور کہنے لگے "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ہم کو تو یہ جرأت نہیں کہ اپنے آقا کے سامنے ایسی بات مُنہ سے نکالیں۔"

حضور ؐ نے فرمایا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، حقیقت ہے۔ تم میری طرف سے باذان کو یہ خبر پہنچا دو اور اُسے یہ بھی بتا دو کہ اسلام کی حکومت ایران کے پایۂ تخت تک پہنچ کر رہے گی۔ اگر باذان دینِ حق قبول کرلے تو یمن کی حکومت اسی کے پاس رہے گی۔"

بابویہ اور خرخسرہ رسُول اکرم ؐ کے ارشادات سُن کر بعجلت عازم یمن ہو گئے جب انھوں نے باذان کے سامنے رسُولِ اکرم ؐ سے اپنی گفتگو کی تفصیل بیان کی تو وُہ کہنے لگا "واللہ اس قسم کی باتیں ایک نبی اور رسُول ہی کر سکتا ہے۔ اگر مدائن سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو بلاشبہ یہ شخص خدا کا سچا رسُول ہے۔ ہمیں اس خبر کی تصدیق یا تکذیب کے لئے چند دن انتظار کرنا چاہیئے۔"

چند دن کے بعد باذان کو خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ کا خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ کو قتل کر ڈالا ہے کیونکہ وہ شرفائے فارس کے قتل میں بہت دلیر تھا

اور اس نے جبر و تعدّی سے اپنے خزانے بھر لئے تھے۔ تم لوگوں کو میری اطاعت پر آمادہ کرو اور عرب کے اس شخص سے کوئی تعرّض نہ کرو جس کی گرفتاری کا حکم میرے باپ نے دیا تھا"!

باذان یہ خط پڑھ کر اللہ اکبر پکار اُٹھا اور یمن کے سربر آوردہ لوگوں کے ساتھ مشرف باسلام ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے رسولِ اکرمؐ کو اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ حضورؐ نے اُسے اپنی طرف سے یمن کا حاکم مقرر فرمایا۔

واقدی کا بیان ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ کو منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ کو قتل کیا جبکہ چھ گھڑی رات گزر چکی تھی۔ اور یہ وہی رات ہے جس کے اگلے دن رسولِ اکرمؐ نے بابویہ اور خرخسرہ کو کسریٰ کے قتل کی اطلاع دی۔

خسرو پرویز کے بعد شیرویہ تختِ ایران پر بیٹھا۔ اس نے اپنے تمام بھائیوں کو قتل کرا دیا اور ظلم و جور میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا لیکن کل آٹھ مہینے حکومت کر پایا تھا کہ پیغامِ اجل آپہنچا بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کے درباریوں نے ناراض ہو کر اسے قتل کر ڈالا۔ اُس کے برعکس مؤرخین کا خیال ہے کہ شیرویہ اپنی طبعی موت مرا۔ شیرویہ کے بعد ایران میں شاہ گردی شروع ہوگئی۔[1]

---

[1] "رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی" میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ پرویز کے قتل کے بعد مدائن میں جو شاہ گردی شروع ہوئی اس کے بعد یہ معلوم نہیں کہ وہ (حضورؐ کا) نامۂ مبارک کس نے وصول کیا۔ ان کو واقدی کی اس روایت میں بھی شبہ ہے کہ خسرو پرویز کو شیرویہ نے ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ کی رات کو قتل کیا۔ ان کے خیال میں خسرو پرویز وسط رمضان ۷ھ میں قتل ہوا اور کسریٰ کو حضورؐ نے اس واقعہ کے بعد خط روانہ کیا تھا"

طبری اور دوسرے تمام مشہور مؤرخین کی تحقیق کے مطابق رسول اکرمؐ کا نامۂ مبارک خسرو پرویز ہی کو لکھا گیا اور اسی نے وصول کیا۔ خسرو پرویز نے ۵۹۱ء سے ۶۲۸ء تک حکومت کی اور ۶۲۸ء (مطابق ۷ ہجری) میں رسول اکرمؐ نے تبلیغی خطوط لکھے۔ اس لئے ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی اشکال محسوس نہیں ہوتا (باقی اگلے صفحہ پر)

علامہ شبلی کا بیان ہے کہ "شیرویہ کے بعد سلسلۂ حکومت کی ترتیب اور ناموں کے تعین میں مؤرخین اس قدر مختلف ہیں کہ دو مؤرخ بھی باہم متفق نہیں"[۱]

فی الحقیقت جس دن کسریٰ نے رسول اکرم ؐ کا نامۂ مبارک چاک کیا تھا اسی دن سے اس قدیم سلطنت کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ شیرویہ کے بعد تختِ ایران یکے بعد دیگرے کئی ہاتھوں میں منتقل ہوا اور بالآخر ایک یونانی شہزادی پوران دخت کے سر پہ تاجِ کسریٰ اس شرط پر رکھا گیا کہ جب شہریار کا خورد سال بیٹا یزدگرد[۲] (یا یزدجرد) سن شعور کو پہنچے گا تو وہی تخت و تاج کا مالک ہوگا۔ اسی ملکہ پوران دخت کے زمانے میں رسولِ اکرم ؐ نے رحلت فرمائی طبری کا بیان ہے کہ ملکہ پوران دخت نے تخت نشینی کے بعد رسولِ اکرم ؐ کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجے تھے اور صلح کی طرح ڈالنی چاہی تھی لیکن حضور ؐ کی رحلت کے بعد حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ عرب اور ایران ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۰) کہ حضور ؐ کا نامۂ مبارک خسرو پرویز ہی نے وصول کیا۔ باقی رہا بابویہ اور خرخسرہ کا مدینہ جانا اور باذان کا اسلام قبول کرنا تو یہ روایت اکثر مؤرخین نے تواتر سے بیان کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اصل روایت میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہو لیکن تمام مؤرخین کے بیانات کا مفہوم قریباً یکساں ہے۔

[۱] الفاروق حصہ اوّل (شبلی نعمانی رح)

[۲] یزدگرد خسرو پرویز کا پوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ پرویز کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ اس نے سب بیٹوں کو شادی بیاہ سے روک دیا تھا کیونکہ منجموں نے اس کو بتایا تھا کہ فارس کا زوال تیری اولاد میں سے ایک ایسے شخص کے عہد میں ہوگا جس کے عضو میں نقص ہوگا۔ پرویز کے بیٹے شہریار نے مخفی طور پر ایک عورت سے تعلق قائم کر لیا جس کے نتیجہ میں یزدگرد پیدا ہوا۔ اس کا ایک سرین چھوٹا تھا۔ آخر عمر میں پرویز کو بچوں سے رغبت پیدا ہو گئی۔ اس کی ملکہ شیریں نے جو سارے واقعہ سے آگاہ تھی پرویز کو یزدگرد کا حال بتا دیا۔ پرویز نے یزدگرد کو از راہِ محبت (باقی اگلے صفحہ پر)

عرب اور ایران میں جنگ کا آغاز

(۱)

بنو شیبان کی ترکتازیاں

اہلِ عرب اور ایرانی قدیم زمانے سے ایک دوسرے کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ اہلِ عرب اگرچہ نہایت شجاع اور آزادی پسند تھے لیکن ان کے باہمی افتراق اور پسماندگی کا فائدہ اٹھا کر ایرانیوں نے بارہا سارے عرب کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا اور عراق عرب[1] عراق عجم[2] اور عرب کے کئی دوسرے سرحدی علاقوں پر اپنا مستقل تسلط جما لیا تھا۔ ویسے شاہانِ ایران سارے عرب کو اپنے ماتحت سمجھتے تھے۔ عرب چونکہ جبلّی طور پر حریت پسند تھے اس لئے جب کبھی موقع پاتے ایرانی حکام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے۔ عراق عرب کا علاقہ عرب خاص سے ملحق تھا اسلئے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۱) بلا بھیجا جب وہ اس کے سامنے آیا تو پرویز نے اس کے سر میں نقص دیکھ کر قتل کرنا چاہا لیکن شیریں نے یہ کہہ کر اس کو روک دیا کہ مقدر کا لکھا کبھی نہیں مٹ سکتا۔ اس کے بعد اس نے یزدگرد کو کہیں دُور بھیج دیا۔ (اشاعتِ اسلام مولانا محمد حبیب الرحمٰن مرحوم)۔

[1] عراق عرب کے حدودِ اربعہ یہ ہیں: مشرق میں خوزستان، مغرب میں دیارِ بکر، شمال میں جزیرہ اور جنوب میں بحیرہ فارس ہے۔ آج کل عراق عرب کے مشہور شہر بغداد، بصرہ اور کوفہ ہیں۔

[2] عراق عجم کے حدودِ اربعہ یہ ہیں: مشرق میں خوزستان، مغرب میں شہر مراغہ، شمال میں طبرستان اور جنوب میں شیراز ہے۔ آج کل عراق عجم کے بڑے بڑے شہر تہران، ہمدان اور اصفہان ہیں۔

عراقِ عرب کے ایرانی حکّام اور سرحدی اہلِ عرب میں اکثر گشت و خون کے معرکے ہوتے رہتے تھے اور سرحدِ عرب و عراق پر ہمیشہ جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے۔

عراقِ عرب سے ملحقہ عرب علاقے میں بنو بکر بن وائل آباد تھے۔ یہ لوگ مدتوں سے حکومتِ ایران کے ظلم و ستم سہہ رہے تھے اور ایرانیوں سے شدید نفرت کرتے تھے جب ان لوگوں نے ایران میں شاہ گردی اور سیاسی انقلابات کا حال سنا تو ایرانی ستم گروں سے پرانے بدلے چکانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس قبیلہ کی شاخ بنو شیبان کے ایک سردار مثنیٰ ابن حارثہ شیبانی رضؓ[1] نے ایک جمعیت بہم پہنچا کر ایران کے مقبوضہ علاقوں حیرہ اور ابلّہ پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے لیکن مثنیٰ رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو بہت جلد معلوم ہوگیا کہ ایران کے انقلاباتِ حکومت نے اسکی عسکری قوت پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا اور اس کے مقابلہ کے لئے ایک منظم قوت کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہدِ خلافت تھا۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر تمام حالات بیان کئے اور عراقِ عرب پر باقاعدہ لشکرکشی کی اجازت طلب کی۔ صدیقِ اکبر رضؓ ان کے جذبۂ جہاد اور خلوص سے بے حد متاثر ہوئے اور ان کو ایرانیوں کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی ہدایت کی کہ ابھی اپنی سرگرمیوں کو جنگِ چپاول تک ہی محدود رکھنا، یہاں تک کہ میں دارالخلافت سے تمھاری مدد کے لئے فوج بھیجوں[2]۔

---

[1] حضرت مثنیٰ ابن حارثہ شیبانی رضؓ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤسا میں تھے۔ وہ ۹ھ میں بارگاہِ نبوی صلعم میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ گو ان کو فیضانِ نبوی صلعم سے بہرہ یاب ہونے کا موقع بہت کم ملا تاہم ان کے صحابی ہونے میں کلام نہیں۔ "عمر فاروق اعظم رضؓ" کے مصنف محمد حسین ہیکل کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مثنیٰ رضؓ صحابی نہیں تھے۔ اس بارے میں ہیکل کو یقیناً تسامح ہوا ہے۔ اسد الغابہ۔ استیعاب وغیرہ سے ان کا صحابی ہونا ثابت ہے ■

[2] بعض روایتوں میں ہے کہ مثنیٰ رضؓ مدینہ نہیں گئے اور نہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ان کی ملاقات ہوئی انھوں نے اپنے ہی بل بوتے پر عراق کے ڈیلٹائی علاقے میں ایرانیوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ وہاں کے عرب قبائل کو ایرانیوں کے ظلم و ستم سے نجات دلائی جائے۔ صدیق اکبر رضؓ نے (باقی اگلے صفحہ پر)

مثنیٰؓ سیدھے اپنے قبیلے کے پاس پہنچے جس کا بڑا حصہ ابھی تک کفر و شرک کی ظلمتوں میں بھٹک رہا تھا۔ انھوں نے نہایت مؤثر طریقہ سے اپنے قبیلہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ چند دن کے اندر اندر ان کا سارا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے قبیلے (بنو شیبان) کو ساتھ لے کر ایران کے خلاف باقاعدہ جہاد کا آغاز کر دیا۔[1]

(۲)

جنگوں کا طویل سلسلہ

حضرت مثنیٰ رضؓ کے مدینہ سے رخصت ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ان کو کمک بھیجنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت فتنۂ ارتداد کا استیصال ہو چکا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضؓ یمامہ وغیرہ کی مہمات سے فارغ ہو چکے تھے۔ صدیق اکبر رضؓ کی رائے میں ایران کی قدیم اور زبردست سلطنت سے نبرد آزما ہونے کے لئے سیف اللہ خالد رضؓ ہی موزوں ترین شخص تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضؓ کو مہم عراق کا امیر مقرر فرمایا

(حاشیہ بقیہ از صفحہ نمبر ۱۰۳) غائبانہ ان کی داستانِ جہاد کا حال سنا۔ وہ مثنیٰ رضؓ سے واقف نہیں تھے۔ لوگوں سے ان کے حالات دریافت کئے تو قیس بن عاصم المنقری نے بتایا کہ "یہ شخص گمنام اور خود غرض نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حسب و نسب کا مالک ہے اور ہر لحاظ سے اعتماد کے قابل ہے۔" اس کے علاوہ حضرت ابوبکر رضؓ کو بتایا گیا کہ مثنیٰؓ نے فتنۂ ارتداد میں بحرین کے مرتدوں کے خلاف نہایت ثابت قدمی اور شجاعت سے جہاد کیا ہے۔ یہ حالات سن کر صدیق اکبر رضؓ نے مثنیٰؓ کو فوراً امداد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

[1] ایران پر مسلمانوں کی فوج کشی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایرانی حکام نے فتنۂ ارتداد میں بحرین کے مرتدوں کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ بحرین عہدِ رسالت ہی میں اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تھا۔ وہاں دو قبائل آباد تھے۔ بنو بکر اور بنو عبد القیس۔ صدیق اکبر رضؓ کے عہدِ خلافت میں جب فتنۂ ارتداد نے زور پکڑا تو بنو بکر اسلام سے برگشتہ ہو گئے۔ البتہ بنو عبد القیس اسلام پر قائم رہے۔ ایرانی حکام نے بنو بکر کی کھلم کھلا مدد کی۔ صدیق اکبر رضؓ نے بنو بکر کی سرکوبی کے لیے حضرت علاء بن الحضرمی رضؓ کو ایک لشکر (باقی اگلے صفحہ پر)

اور ان کو مجاہدین کے ایک لشکر کے ساتھ مثنیٰ رضؓ کی مدد کے لیے روانہ کیا حضرت خالدؓ نہایت تیزی سے عراق کی طرف بڑھے اور بناج کے مقام پر مثنیٰ رضؓ کی فوج سے مل گئے۔ اب مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت خالد رضؓ نے ایرانیوں کو تابڑ توڑ شکستیں دیں اور عرب کے سرحدی قبائل پر صدیوں سے ایرانیوں کا جو رعب چھایا ہوا تھا اُسے کلیتہً زائل کر دیا۔

حضرت مثنیٰ رضؓ جو ایرانیوں کے خصائل اور عراقِ عرب کے تمام علاقوں سے اچھی طرح واقف تھے ان تمام جنگوں میں حضرت خالدؓ کے دستِ راست بنے رہے۔ یہ معرکے حضرت خالد بن ولید رضؓ کے بڑے بڑے جنگی کارناموں پر مشتمل ہیں مختلف مؤرخین نے ان معرکوں کا حال حضرت خالد بن ولیدؓ کے سوانح حیات میں نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے ہم یہاں ان میں سے چند مشہور جنگوں کا حال نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں:-

۱۔ جنگ کاظمہ یا ذات السلاسل

حضرت خالد بن ولید رضؓ کی پہلی ٹکر عراق کے ڈیلٹائی علاقے کے ایرانی حاکم ہرمز سے ہوئی ہرمز ایران کا نامی بہادر تھا اور حسب و نسب کے لحاظ سے ایرانی اُمراء میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ اپنے عہدے کے لحاظ سے وہ ایک چھوٹا لیکن نہایت بیش قیمت تاج سر پر پہنتا تھا یہ شخص عربوں کے حق میں نہایت ظالم تھا اور سرحد کے عرب قبائل اس سے حد درجہ متنفر اور بیزار تھے۔ ان لوگوں کے نزدیک وہ پرلے درجے کا خبیث اور بد باطن شخص تھا۔

حضرت خالدؓ نے پہلے ایک خط لکھ کر ہرمز کو دعوتِ اسلام دی۔ ہرمز یہ خط پڑھ کر آگ بگولا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۴) دے کر بحرین کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے ایک ماہ کی معرکہ آرائیوں کے بعد بحرین میں مرتدین کا استیصال کر دیا۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ جب تک عراقِ عرب میں ایرانی قوت پر کاری ضرب نہیں لگائی جائے گی۔ وہاں کے عرب قبائل ہمیشہ ایرانیوں کے ظلم و جور کی چکی میں پستے رہیں گے۔

ہوگیا۔ اُس نے فوراً دربارِ ایران[1] کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع دی اور خود ایک جرار لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ کاظمہ کے مقام کے قریب مجاہدینِ اسلام اور ایرانیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں ایرانیوں کے چند دستوں نے اپنے پاؤں میں زنجیریں باندھ لی تھیں تاکہ عربوں کے مقابلے میں میدان سے بھاگنے کا خیال بھی دل میں نہ لاسکیں۔ لیکن مسلمانوں کی شجاعت اور طوفانی حملوں نے ایرانی لشکر کے پرخچے اڑا دیئے ہرمز حضرت خالد رضؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا اور اس کا باقی ماندہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس لڑائی میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے بھگوڑے ایرانیوں کا دور تک تعاقب کیا۔

۲۔ جنگ مذار یا قارن[2]

ہرمز کی شکست کی اطلاع پاکر یا اس سے پہلے ہی دربارِ ایران کی طرف سے "قارن بن قریانس" نامی ایک نامور ایرانی سردار کو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک جرار لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ راستے میں جنگ کاظمہ سے بھاگے ہوئے ایرانی سپاہی بھی قارن کے لشکر میں شامل ہوگئے اور ایرانی سپاہ کی تعداد ایک لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ مذار کے مقام

لہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اس وقت ایران کا شہنشاہ اردشیر تھا لیکن دوسری روایات سے اس بیان کی تغلیط ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ شیرویہ کے بعد ایران میں جو شاہ گردی شروع ہوئی اس نے مؤرخین کو سخت الجھن میں ڈال دیا ہے۔ علامہ شبلی رح کے قول کے مطابق اس بارے میں دو مؤرخ بھی باہم متفق نہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ اخیر عہدِ رسالت میں رستم پسر فرخ زاد سپہ سالار ایران کی مدد سے پوران دخت نے تاجِ کسروی سر پر رکھا تھا۔ علامہ شبلی رح اور زمانۂ حاضر کے بعض دوسرے مؤرخین نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے لیکن پوران دخت کے زمانۂ حکومت کے بارے میں بھی مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ دس سال تک برسرِ اقتدار رہی اور بعض اس کا زمانہ حکومت صرف ایک سال چند ماہ بتاتے ہیں ہمارے نزدیک اول الذکر روایت قابلِ ترجیح ہے۔ عہدِ صدیقی میں پوران دخت ہی ایران کی فرمان روا تھی۔

لہ بعض مؤرخین نے اس معرکہ کو جنگ ثنی کا نام دیا ہے (باقی اگلے صفحہ پر

پر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ پہلے کچھ دیر مبارزانہ جنگ ہوئی اس کے بعد جنگِ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی جی توڑ کر لڑے لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ قارن اور اس کے دو نائب سالار انوشجان اور قباذ مسلمانوں کے ہاتھوں مقتول ہوئے۔ اپنے سرداروں کو قتل ہوتے دیکھ کر ایرانی بد دل ہو گئے اور تیس ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھگدڑ اور بدحواسی میں ہزاروں نہرِ ثنی میں ڈوب مرے۔

۳۔ جنگِ ولجہ

جنگِ مذار میں ایرانیوں کی شکست کی خبر دربارِ ایران پر بجلی بن کر گری۔ اب ایرانیوں نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ تیاریاں کیں اور سرحد کے بعض اسلام دشمن عرب قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ زگر (یا زغر) اور بہمن جادویہ کی سرکردگی میں دو جرار لشکر یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کئے گئے۔ ولجہ کے مقام پر زغر کی فوج اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ ایک خون ریز جنگ کے بعد ایرانیوں نے شکست کھائی۔ زغر بھاگ کھڑا ہوا لیکن راستے میں مر گیا۔ اس کی فوج سے بہت کم آدمی جان بچا سکے۔ بہمن اس شکست کی خبر سن کر راستے ہی سے دربارِ ایران سے مشورہ کرنے کے لئے لوٹ گیا۔

۴۔ جنگِ الیس

ولجہ میں ایرانیوں کو شکست دینے کے بعد حضرت خالدؓ الیس کی طرف بڑھے جہاں ایرانیوں کی ایک زبردست فوج مسلمانوں پر حملہ کے لئے پر تول رہی تھی۔ اس فوج میں عربی النسل عیسائی جنگجوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شامل تھی۔ اس لشکر کا جرنیل جابان نامی ایک آزمودہ کار ایرانی سردار تھا۔ حضرت خالدؓ نے الیس پہنچتے ہی جنگ کا آغاز کر دیا اور شام تک ایرانی لشکر کو پیس کر رکھ دیا۔ اس جنگ میں اس قدر ایرانی مارے گئے کہ قریب بہنے والی نہر دریائے خون بن گئی۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۰۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر یہ جنگ لڑی گئی اس کے قریب ہی "نہرِ ثنی" بہتی تھی۔ یہ ایک عمیق نہر تھی جس کو کشتیوں کے بغیر عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ یہ نہر دریائے دجلہ اور فرات کو آپس میں ملاتی ہے"

۵۔ فتح حیرہ

جنگِ الیّس کے بعد حضرت خالد رضؓ نے حیرہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ حیرہ کا حاکم آزادبہ محاصرے سے پہلے ہی قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حیرہ کے باشندوں نے کچھ مدت قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن بالآخر ہمت ہار بیٹھے اور مسلمانوں سے ایک لاکھ نوّے ہزار سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔

۶۔ جنگِ انبار یا ذات العیون

حیرہ کی فتح کے بعد حضرت خالد رضؓ انبار کی طرف بڑھے جو بابل سے اُسّی میل دُور دریائے فرات کے کنارے ایرانیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا۔ یہاں ستّر ہزار ایرانی فوج شیرزاد کی سرکردگی میں جمع تھی۔ مسلمان انبار کے قریب پہنچے تو ایرانی قلعہ بند ہو گئے۔ قلعے کی محافظ فوج سرتاپا آہن پوش تھی۔ اس فوج نے مسلمانوں پر بے پناہ تیر باری کی اور ان کو پیچھے ہٹا دیا۔ قلعے کے چاروں طرف ایک چوڑی خندق تھی جو مسلمانوں کے مؤثر جوابی حملے میں حائل تھی۔ حضرت خالد رضؓ نے مسلمان تیراندازوں کو حکم دیا کہ آج تمھارا کام بس اتنا ہے کہ آہن پوش دشمن کی آنکھ کو نشانہ بناؤ۔ مسلمانوں نے ایسی مہارت سے تیر برسائے کہ دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں اور وہ بوکھلا اُٹھے۔[لے] اس کے ساتھ ہی حضرت خالد رضؓ نے بیکار اُونٹ ذبح کر کے ان سے خندق پاٹنے کا حکم دیا۔ اس تدبیر سے مسلمان قلعے کی دیواروں کے نیچے پہنچ گئے۔ اور نہایت جوش و خروش سے حملہ کیا۔ ایرانی تابِ مقاومت نہ لا سکے اور الامان الامان پکار اُٹھے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت خالد رضؓ کو صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت خالد رضؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور شیرزاد کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت تین دن کا سامانِ رسد لے کر شہر سے نکل جائے۔ شیرزاد کے جانے کے بعد مسلمان لشکر انبار میں داخل ہو گیا۔

لے یہ طبری اور بلاذری کا بیان ہے۔ مولینا اکبر شاہ خان نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد اوّل میں لکھتے ہیں کہ ایرانیوں کی تیر باری سے ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ معلوم نہیں مولینا اکبر شاہ خان کی روایت کا ماخذ کیا ہے۔

۷۔ فتح عین التمر

انبار کی تسخیر کے بعد حضرت خالدؓ عین التمر کی طرف بڑھے۔ وہاں دربارِ ایران کی طرف سے مہران بن بہرام چوبین حاکم تھا۔ مہران کی فوج میں بہت سے اسلام دشمن عرب قبائل بھی شامل تھے ان کا سردار عقبہ[1] نامی ایک جنگجو بدوی تھا۔ اس نے مہران سے کہا کہ عربوں سے عرب ہی نپٹ سکتے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو میں اپنے قبائلی لشکر کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کروں۔ مہران نے اسے بخوشی اجازت دے دی۔ کرخ کے مقام پر عقبہ اور حضرت خالد رضؓ کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ پہلی ہی جھڑپ میں عقبہ مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔ حضرت خالد رضؓ نے عقبہ کی گردن اڑا دی اور اس کی فوج کے جو آدمی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ مہران کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ دہشت زدہ ہو کر عین التمر سے بھاگ گیا۔ عقبہ کی بھاگی ہوئی فوج عین التمر میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئی۔ حضرت خالد رضؓ نے بہت جلد محصورین کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور عین التمر پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

۸۔ فتح دومۃ الجندل۔

دومۃ الجندل شام، عراق اور عرب کی سرحدوں پر ایک عیسائی ریاست تھی۔ یہاں سے تینوں ملکوں کو راستے جاتے تھے اس لئے جغرافیائی لحاظ سے اس کی اہمیت مسلّم تھی۔ دومۃ الجندل کی ریاست عہدِ رسالت ہی سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ عہدِ رسالت میں غزوۂ دومۃ الجندل اسی قسم کی سازشوں کے تدارک کے لیے ہوا تھا صدیقِ اکبر رضؓ کے عہدِ خلافت میں دومۃ الجندل کے عیسائی حکمرانوں نے پھر سر ابھارا۔ آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے حضرت عیاض بن غنم رضؓ کو مامور فرمایا۔ دومۃ الجندل پر دو عیسائی سردار جودی بن ربیعہ اور اکیدر بن عبدالملک حکمران تھے۔ گو وہ دونوں ایک دوسرے کے

---

[1] بعض مؤرخین نے اس کا نام عقہ اور بعض نے عتبہ لکھا ہے۔

حریف تھے لیکن حضرت عیاض رضؓ کے مقابلے پر متحد ہو گئے تھے۔

حضرت عیاض رضؓ ایک سال تک دومۃ الجندل کے عربی النسل عیسائیوں سے معرکہ آرا رہے لیکن ان کو مطیع نہ کر سکے۔ بالآخر انھوں نے حضرت خالد رضؓ سے مدد طلب کی حضرت خالد رضؓ آندھی اور طوفان کی طرح ان کی مدد کو بڑھے۔ اکیدر نے حضرت خالد رضؓ کی آمد کی خبر سن کر جودی کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ جودی خون ریز لڑائی کے بعد مارا گیا اور دومۃ الجندل پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

۹۔ جنگِ فراض

دومۃ الجندل ایرانی علاقہ نہیں تھا اس لئے جب حضرت خالد رضؓ وہاں چلے گئے تو ایرانیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور از سرِ نو مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضؓ نے جو حیرہ میں مقیم تھے ایک طرف تو حضرت خالد رضؓ کو ایرانیوں کے عزائم کی اطلاع دی اور دوسری طرف ایرانی فوجوں کی پیش قدمی کو روکا۔ اس اثناء میں حضرت خالد رضؓ حضرت عیاض رضؓ کے ساتھ حیرہ واپس آگئے۔ حضرت خالد رضؓ اور ان کے ماتحت سرداروں حضرت قعقاع رضؓ اور ابو لیلیٰ رضؓ نے ایرانیوں کو حصید، خنافس، مضیح، ثنی، ذمیل اور رضاب کے مقامات پر پے در پے شکستیں دیں اور پھر فراض کی طرف بڑھے۔ جہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ ایرانی، رومی اور عیسائی عرب سب متحد ہو کر یہاں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس اتحادی لشکر نے نہایت جوش و خروش سے مسلمانوں پر حملہ کیا لیکن حضرت خالد رضؓ کی جنگی مہارت اور مسلمانوں کی پامردی نے اس حملہ کو پسپا کر دیا اور پھر جوابی حملہ کر کے دشمن کو عبرت ناک شکست دی۔ اتحادیوں کے قریباً ایک لاکھ آدمی اس لڑائی میں کام آئے۔ دس دن وہاں مقیم رہنے کے بعد اسلامی لشکر واپس حیرہ آگیا۔

جنگِ فراض کے بعد ۱۳ھ میں حضرت خالد رضؓ نے خفیہ حج کیا اور پھر عراق میں ہی

فوجوں کی کمان آ سنبھالی۔ چند دن بعد ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا حکم موصول ہوا کہ تم عراق میں مثنیٰ رضؓ کو اپنا جانشین بنا کر شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ شام میں جو لشکر رومیوں سے نبرد آزما ہے اس کی قیادت سنبھالو۔

حضرت خالد رضؓ کے عراق سے رخصت ہوتے ہی ایرانیوں کی باسی کڑھی میں پھر ابال آیا۔ انھوں نے اپنے اندرونی جھگڑے فراموش کر دیئے اور مسلمانوں کو عراق عرب سے نکالنے کے لئے متحد ہو کر زبردست جنگی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خالد رضؓ شام کو جاتے وقت نصف فوج اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے باقی نصف فوج کے ساتھ نہایت ثابت قدمی سے ایرانی یلغار کا مقابلہ کیا لیکن ایرانیوں کی عسکری قوت مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی اس لئے خدشہ تھا کہ کہیں مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان نازک حالات میں حضرت مثنیٰ رضؓ نے خود بارگاہِ خلافت میں جا کر مدد مانگنا مناسب سمجھا چنانچہ وہ بشیر بن خصاصہ رضؓ کو اپنی جگہ عارضی امیر مقرر کر کے مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مثنیٰ رضؓ نے پہلے صدیقِ اکبر رضؓ کو ایک خط لکھا جس میں عراق کے مفصّل حالات لکھے۔ جب جواب آنے میں تاخیر ہوئی تو انھوں نے خود بارگاہِ خلافت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔

ایران سے جنگ کا دُوسرا دَور

(۱)

صدیقِ اکبرؓ کی وصیت

حضرت مثنیٰؓ جب مدینہ منوّرہ پہنچے تو امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ شدید بیمار تھے اور زندگی کی آخری منزل طے کر رہے تھے۔ انھوں نے اسی حالت میں مثنیٰؓ سے عراق کے حالات سنے اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کو بلا کر وصیت[1] کی کہ "اے عمرؓ! میرا پیمانۂ زندگی لبریز ہو چکا ہے اُمید نہیں کہ میں آج شام تک زندہ رہوں۔ میرے مرنے کے بعد تم کل ہی مثنیٰؓ کو مدد دے کر عراق روانہ کر دینا۔ کوئی مُصیبت تمھیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور دین کے کام سے غافل نہ کرنے پائے۔ تمھیں علم ہے کہ رسولِ اکرمؐ کی وفات کے بعد میں نے کون سا لائحہ عمل اختیار کیا تھا۔ حالانکہ وہ بہت بڑا ابتلا تھا۔ اگر میں اس وقت کمزوری دکھاتا تو دینِ حنیفی کا خاتمہ ہو جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ شام میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے تو اہلِ عراق کو واپس ان کے علاقے میں بھیج دینا کیونکہ اہلِ عراق ہی اس علاقے کی مہمات کے لئے دوسرے لوگوں سے موزون ہیں۔"

اس وصیت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے داعئ اجل کو لبیک کہا اور حضرت عمر فاروقؓ سریرآرائے خلافت ہوئے۔ انھوں نے صدیقِ اکبرؓ کی وصیت

---

[1] اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کر چکے تھے۔

کے مطابق سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مسلمانوں کا ایک اجتماعِ عظیم منعقد کیا اور اس میں لوگوں کو جہاد کے لئے عراق جانے کی ترغیب دی۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا اور لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو جاتے تھے۔ تین دن تک یہی کیفیت رہی چوتھے دن حضرت مثنیٰ رضؓ نے مجمع عام میں اُٹھ کر بڑے جوش سے کہا: "مسلمانو! معلوم نہیں تم خاموش کیوں ہو؟ ہم نے مجوسیوں کو آزما کر دیکھ لیا ہے وہ مردِ میدان نہیں ہیں ہم نے ان کے ملک کے ایک وسیع حصّے پر قبضہ کر لیا ہے اور ان سے اپنی شجاعت کا لوہا منوا لیا ہے۔ انشاء اللہ وہ ہمارے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

حضرت مثنیٰ رضؓ کی تقریر ختم ہوئی تو قبیلہ بنو ثقیف کے ایک مجاہد حضرت ابو عبیدؓ بن مسعود اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ "امیر المومنین! اس کام کے لئے میں حاضر ہوں۔"

حضرت ابو عبیدؓ رضؓ کی جرأت سے سارے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا حضرت سلیط بن قیس رضؓ اور حضرت سعد بن عبید انصاری رضؓ بھی "انا للہذا" (اس کام کے لئے حاضر ہوں) کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پھر ہر طرف سے جہادِ عراق پر جانے کے خواہش مند لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت مثنیٰ رضؓ کو مدد دینے کے لئے ایک ہزار جوان منتخب کئے اور ان کا سردار حضرت ابو عبید رضؓ کو مقرر کیا۔ حضرت ابو عبید رضؓ صحابی نہیں تھے اس لئے بعض حلقوں کی طرف سے فاروق اعظم رضؓ کو مشورہ دیا گیا کہ اس لشکر کا سردار کسی صحابی کو مقرر کیا جائے لیکن حضرت عمر فاروق رضؓ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا کہ "ابو عبید رضؓ نے جہاد کی دعوت قبول کرنے میں سبقت کی اس لئے اپنے آپ کو اس فوج کی قیادت کا مستحق بنا لیا۔"
تاہم آپ نے ابو عبید رضؓ کو نصیحت کی کہ تمہارے لشکر میں بہت سے صحابہ بھی شامل ہیں ہر حال میں ان کا ادب ملحوظ رکھنا اور تمام معاملات میں انھیں مشورے میں شریک رکھنا۔
اس کے بعد حضرت عمر رضؓ نے حضرت مثنیٰ رضؓ کو ہدایت کی کہ "تم فوراً عراق روانہ ہو جاؤ۔"

امدادی لشکر ضروری تیاری کے بعد بہت جلد تمھارے پاس پہنچ جائے گا۔ جب تک یہ لشکر نہ پہنچے لڑائی کا آغاز نہ کرنا۔"

حضرت مثنیٰ رضؓ عراق پہنچے تو سارے ایران کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ پایا۔ انھوں نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ کمک پہنچنے تک اپنی فوج کو حیرہ سے ہٹا کر خفان لے آئیں جہاں ایرانی پشت کی طرف سے حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک ماہ بعد حضرت ابُوعبید رضؓ بھی خفان میں ان سے آملے۔ حضرت ابوعبید رضؓ کا لشکر اب کئی ہزار جوانوں پر مشتمل تھا کیونکہ راستے میں کئی عرب قبائل جہاد میں شرکت کا شرف حاصل کرنے کے لئے اُن کے ہمراہ ہو لئے تھے۔"

(۲)

حضرت ابُوعبیدؓ کے مجاہدانہ کارنامے

جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس وقت ایران کا وزیرِ اعظم رستم بن فرخزاد تھا۔ ایک جنگجو اور صاحبِ تدبیر شخص تھا۔ اس نے ایران کی عسکری قوت کو نئے خطوط پر منظم کیا۔ تمام سرحدی اضلاع میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرادی۔ اس کے بعد اس نے دو زبردست لشکر جابان اور شہزادہ نرسی کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کئے۔ جابان نمارق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوعبید رضؓ خفان سے نکل کر ایرانی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور ایک خون ریز جنگ کے بعد اُسے شکستِ فاش دی۔ جابان کو ایک مسلمان سپاہی مطر بن فضہ نے گرفتار کرلیا۔ مطر جابان کو نہیں پہچانتے تھے۔ انھوں نے جابان کی منت سماجت پر اُسے امان دے دی۔ بعد میں مسلمانوں نے جابان کو پہچان لیا اور اسے پھر گرفتار کرلیا۔ حضرت ابوعبید رضؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انھوں نے حکم دیا کہ جابان کو رہا کر دیا جائے کیونکہ ایک مسلمان اس کو امان دے چکا ہے۔[1]

دوسری طرف شہزادہ نرسی تیس ہزار فوج کے ساتھ کسکر آپہنچا۔ جابان کی بچی کھچی فوج

[1] علامہ اقبال رحؒ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں نظم کیا ہے (نظم اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بھی اس کے لشکر میں آکر شامل ہوگئی۔ ادھر رستم کو جب جاباںؒ کی شکست کی خبر ملی تو اس نے شہزادہ نرسی کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ایک اور امدادی لشکر جالینوس نامی ایک ایرانی سردار کی سرکردگی میں کسکر کی طرف روانہ کر دیا۔ شہزادہ نرسی ابھی اس امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار کر رہا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضؓ دریائے فرات عبور کر کے اس کے سر پر آپہنچے۔ دونوں فوجوں میں ہولناک جنگ ہوئی۔ ایرانیوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن مسلمانوں کے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۱۴

شد اسیرِ مسلمے اندر نبرد — قایدے از قایدانِ یزدجرد
گبر باران دیدہ و عیار بود — حیلہ جو و پرفن و مکار بود
از مقامِ خود خبردارش نہ کرد — ہم زنامِ خود خبردارش نہ کرد
گفت "میخواہم کہ جاں بخشی مرا — چوں مسلماناں اماں بخشی مرا"
کرد مسلم تیغ را اندر نیام — گفت "خونت ریختن بر من حرام"
چوں درفشِ کاویانی چاک شد — آتش اولادِ ساساں خاک شد
آشکارا شد کہ جاباں است او — میر سر بازانِ ایران است او
قتلِ او از میرِ عسکر خواستند — از فریبِ او سخن آراستند
بو عبیدؓ آں سیدِ فوجِ حجاز — در دو عالم غرمش ز لشکر بے نیاز
گفت "اے یاران مسلمانیم ما — تارِ چنگیم و یک آہنگیم ما
نعرۂ حیدرؓ نوائے بوذرؓ است — گرچہ از حلقِ بلالؓ و قنبرؓ است
ہر یکے از ما امینِ ملت است — صلح و کینش صلح و کینِ ملت است
ملت ار گردد اساسِ جانِ فرد — عہدِ ملت می شود پیمانِ فرد
گرچہ جاباں دشمنِ ما بودہ است — مسلمے او را اماں بخشودہ است
خونِ او اے معشرِ خیرالانام — بر دمِ تیغِ مسلماناں حرام

(رموزِ بے خودی)

کے تیز و تند حملوں کے سامنے اُن کی پیش نہ چلی اور وہ جلد ہی بد دل ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد مسلمان جالینوس کی طرف بڑھے جو باقسیثا میں خیمہ زن تھا مسلمانوں کے ایک ہی حملے نے اُسے بھی بھاگنے پر مجبور کر دیا اور اُس نے مدائن پہنچ کر دم لیا۔

نرسی اور جالینوس کی شکست کی خبر سن کر رستم سخت برہم ہوا۔ اب اس نے ایک جہاندیدہ اور بہادر افسر بہمن جادویہ کو ایک زبردست فوج دے کر اس شان سے روانہ کیا کہ درفش کاویانی[1] اس کے سر پر لہراتا تھا۔ ایرانی فوج میں تین سو جنگی ہاتھی بھی تھے۔ یہ ایرانی فوج دریائے فرات کے کنارے پر ایک مقام قس ناطف میں خیمہ زن ہوئی۔ ادھر سے حضرت ابو عبید رضؓ کسکر سے روانہ ہو کر مشرقی فرات کے کنارے پر ایک مقام مروحہ میں مقیم ہوئے۔ بہمن جادویہ نے انھیں پیغام بھیجا کہ تم اس پار اتر کر آؤ گے یا ہم آئیں۔ حضرت مثنیٰ رضؓ، سلیط رضؓ اور دوسرے صائب الرائے مسلمانوں نے ابو عبید رضؓ کو مشورہ دیا کہ ایرانی فوج کو اس طرف بلانا چاہیئے لیکن ابو عبید رضؓ کے خیال میں دوسری طرف جا کر لڑنا مناسب تھا۔ چنانچہ وہ جوشِ شجاعت میں اپنی فوج کے ہمراہ دریا کے پار اُتر گئے۔ بدقسمتی سے دریائے فرات اور ایرانی لشکر کے درمیان میدان بہت تنگ تھا۔ مسلمان اپنی صف بندی مناسب طریقے سے نہ کر سکے۔ بہر صورت مقابلہ شروع ہو گیا۔ ایرانیوں نے پہلے اپنے ہاتھی آگے بڑھائے مسلمانوں کے گھوڑے بدکے۔ حضرت ابو عبید رضؓ نے پیادہ فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہو کر ہاتھیوں پر حملہ آور ہوئے۔ وحشی ہاتھیوں نے کئی مسلمانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیا لیکن ابو عبید رضؓ بڑھ بڑھ کر ہاتھیوں کی سونڈوں پر تلواریں مارتے

---

[1] "درفش کاویانی" ایران کا قومی جھنڈا تھا۔ اس کی نسبت "کاوہ" نامی ایک لوہار سے تھی جس نے زمانۂ قدیم میں ایران کے سفاک بادشاہ ضحاک کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا اور لوگوں کو اس کے ظلم و ستم سے نجات دلائی تھی۔ اسی زمانہ سے یہ جھنڈا ایران کی قومی یادگار کے طور پر چھوٹا چلا آتا تھا۔ ایرانی اس جھنڈے کو نہایت مقدس جانتے تھے اور اسکی موجودگی کو فتح کی ضمانت قرار دیتے تھے۔ یہ علم چیتے کا بنا ہوا تھا اور چار گز لمبا اور ایک گز چوڑا تھا

تھے اور اپنے ساتھیوں کی ہمت بندھاتے تھے۔ اپنے امیر کی بے پناہ جرأت دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی دیوانہ وار ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عین اس وقت ایک ہاتھی حضرت ابوعبیدہ رضؓ پر حملہ آور ہوا اور انھیں اپنے پاؤں تلے کچل کر شہید کر ڈالا۔ ان کے بھائی حکم بن مسعود ثقفی رضؓ نے آگے بڑھ کر پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لیکن ایک ہاتھی نے انھیں بھی شہید کر دیا۔ غرض قبیلہ ثقیف کے چھ آدمی یکے بعد دیگرے علم سنبھال کر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ آخر مثنیٰ بن حارثہ رضؓ نے علم سنبھالا اور لوگوں کی ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھانے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھیوں کے خوفناک ریلے سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ عین اسی وقت کسی نے دریا کا پل توڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد بدحواسی میں پیچھے ہٹتے ہوئے غرق آب ہو گئی۔ تاہم حضرت مثنیٰ رضؓ اور کچھ دوسرے سرفروش مسلمان ایرانیوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آخر تک میدان میں ڈٹے رہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے دریا پر پل تیار کر دیا اور مثنیٰ رضؓ باقی ماندہ فوج کے ساتھ منظم طریقے سے دریا کی دوسری طرف اتر گئے۔ یہ افسوسناک واقعہ ماہ رمضان ۱۳ ھ میں ہفتہ کے دن پیش آیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو شدید جانی نقصان اٹھانا پڑا اور نو ہزار میں سے ان کے چھ ہزار آدمی شہید ہو گئے۔ تاہم بہمن کو مسلمانوں کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ اور وہ اپنی فوج کو لے کر وہاں سے ہی واپس چلا گیا۔[1]

---

[1] یہ لڑائی معرکہ جسر یعنی "پل کی لڑائی" کہلاتی ہے۔ جن لوگوں نے اس لڑائی میں راہ فرار اختیار کی مدت العمر تک لوگوں سے اپنا منہ چھپاتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ ان لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کو تسلی دیتے تھے اور ان کی تالیف قلب کرتے تھے لیکن وہ کسی تاویل سے مطمئن نہیں ہوتے تھے اور اپنے آپ کو غضب الٰہی کا مستحق گردانتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ فرماتے تھے کہ تم ان لوگوں کی طرح ہو جو جنگ احد میں میدان جنگ چھوڑ گئے تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ اس کی رحمتوں اور بخششوں کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یقیناً تمہیں بھی اپنے دامن رحمت میں ڈھانک لے گا۔ تم اپنے اس فعل کی تلافی کرنے کے لئے گھروں سے باہر نکلو۔

(۳)

جنگِ بویب

فاروق اعظم رضؓ کو معرکۂ جسر میں مسلمانوں کی ہزیمت اور حضرت ابو عبید رضؓ کی شہادت کی خبر ملی تو انھیں بے حد دُکھ ہُوا۔ انھوں نے تمام عرب میں خطباء اور نقیب پھیلا دیئے، جو لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور جسر کی شکست کا انتقام لینے پر عربوں کے قومی جذبے کو اُبھارتے تھے۔ تھوڑے ہی دِنوں میں عرب کے طول و عرض میں آگ سی لگ گئی اور چاروں طرف سے عرب قبائل جہاد کے لئے تیار ہو کر جوق در جوق مدینہ منوّرہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ بنو نمر اور بنو تغلب کے عیسائی سردار بھی اپنے قبیلوں کے ہزاروں آدمی ساتھ لے کر ایران کے ساتھ لڑنے کے لئے فاروقِ اعظم رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ان کے نزدیک یہ عرب اور عجم کی قومی جنگ تھی جس میں کسی عرب کا پیچھے رہنا بزدلی اور نامردی کے مترادف تھا۔ حُسنِ اتفاق سے اس موقع پر قبیلہ بجیلہ کے نامور سردار حضرت جریر بن عبداللہ بجیلی رضؓ (یا بجلی[1]) بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ مدینہ منوّرہ آپہنچے۔ حضرت عمر رضؓ ان کے آنے سے پہلے حضرت مثنیٰ رضؓ کو ابو عبید رضؓ کی جگہ عراق میں مقیم مسلمان فوج کا سپہ سالار

---

[1] ابو عمر جریر بن عبداللہ بجیلیؓ یمن کے شاہی خاندان سے تھے۔ وہ رمضان ۱۰ھ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضورؐ نے اس موقع پر اُن کی نہایت تعظیم و تکریم فرمائی اور ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ حجۃ الوداع میں لوگوں کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضورؐ کے بعد خلفائے راشدین اور دوسرے مسلمان بھی ان کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ حضرت جریرؓ نہایت حسین و جمیل اور شجاع تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ ان کو "اُمّتِ محمدیہؐ کا یوسف" کہا کرتے تھے۔ انھوں نے عراقِ عرب کے معرکوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہدِ خلافت میں وہ ہمدان کے گورنر تھے۔ ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر لی۔ امیر معاویہ رضؓ نے شام میں بساطِ حکومت بچھائی تو جریر رضؓ حضرت علی رضؓ کی طرف سے ان کو بیعت کی دعوت دینے کے لئے دمشق تشریف (باقی اگلے صفحہ پر)

مقرر کر چکے تھے۔ حضرت جریرؓ کو انھوں نے امدادی فوج کا سردار مقرر کیا اور ایک زبردست فوج کے ساتھ ان کو حضرت مثنیٰ رضؓ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ ادھر جوان ہمت مثنیٰ رضؓ نے سرحدی اضلاع میں نقیب بھیج کر ایک بڑی فوج جمع کر لی تھی۔ اور بویب کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے تھے۔ حضرت جریر رضؓ بھی امدادی فوج کے ساتھ بویب میں ان کے ساتھ آملے دوسری طرف دربارِ ایران میں مسلمانوں کے دوبارہ مجتمع ہونے کی خبریں پہنچیں تو وہاں سے فوراً بارہ ہزار آزمودہ کار جنگجو مہران بن مہرویہ ہمدانی کی سرکردگی میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے روانہ کر دیئے گئے۔ راستے میں ایرانی فوج کے کئی اور دستے بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے اور مہران کے جھنڈے کے نیچے ایک لاکھ سے بھی اوپر فوج جمع ہو گئی مہران سیدھا بویب پہنچا اور دریائے فرات کے دوسرے کنارے پر مسلمانوں کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن اس نے مثنیٰؓ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے اِدھر آؤ گے یا ہم اُدھر آئیں۔ حضرت مثنیٰ رضؓ کو جسر کا واقعہ یاد تھا۔ انھوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم یہاں ہی مقیم رہیں گے تم ادھر آجاؤ۔

مہران نے دریا عبور کر کے مسلمانوں کے مقابل اپنی فوج کو اس طرح آراستہ کیا کہ سب سے آگے زرہ پوش پیادے تھے۔ ان کے پیچھے جنگی ہاتھی تھے جن پر تیر انداز سوار تھے۔ داہنے اور بائیں سواروں کے دستے تھے۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے بھی نہایت ترتیب سے اپنی صفیں درست کیں اور مسلمانوں کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ ان کی تقریر نے ہر مسلمان کے دل میں شوق شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے۔ مسلمان ابھی حملہ کے لئے ہتھیار سنبھال ہی رہے تھے کہ ایرانی فوج نے حملہ کر دیا۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے نہایت ہمت سے اسلامی لشکر کو سنبھالا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۱۹) لے گئے۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ واپس کوفہ آئے تو مالک اشتر رضؓ نے ان سے نہایت تلخ لہجہ میں گفتگو کی۔ جریرؓ بددل ہو کر قرقیسیا میں گوشہ نشین ہو گئے اور وہیں ۵۴ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت جریر رضؓ سے سو حدیثیں مروی ہیں۔

اور پھر دستور کے مطابق تین تکبیریں کہہ کر ایرانیوں سے نبرد آزما ہو گئے۔ ایرانیوں کا حملہ اتنا تند و تیز تھا کہ مسلمان لڑکھڑا گئے اور بنو عجل کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ مثنیٰ رضؓ نے انھیں پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کو رسوا نہ کرنا اور پیچھے ہٹنے کی بجائے کٹ کر مر جانے کو ترجیح دینا۔ بنو عجل یہ پیغام ملتے ہی سنبھل گئے اور جم کر لڑنے لگے۔ اب لڑائی کا میدان خوب گرم ہو گیا اور چند گھنٹے تک اس زور کا رن پڑا کہ دشت و جبل کانپ اٹھے۔ مثنیٰ رضؓ اس جوش کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ سر پاؤں کا کچھ ہوش نہیں تھا۔ ان کے پہلو بہ پہلو بنو تغلب اور بنو نمر کے عیسائی سردار ابن مردی الفہر اور انس بن ہلال بھی دادِ شجاعت دے رہے تھے۔

عین معرکۂ کارزار میں مثنیٰ رضؓ کے بھائی مسعود بن حارثہ شیبانی مہلک زخم کھا کر گرے۔ مثنیٰ رضؓ نے للکارا۔ "مسلمانو شرفا کے جان دینے کی یہی ادا ہوتی ہے تمھارے علم ہرگز نہ جھکنے پائیں۔" اسی اثنا میں انس بھی شدید زخم کھا کر گر پڑا۔ مثنیٰ رضؓ نے اس کو اپنے بھائی کے پہلو میں لٹا دیا، اور پھر شمشیر بدست دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ایرانی فوج کے بھی بڑے بڑے افسر مارے گئے تھے لیکن مہران ثابت قدمی سے لڑ رہا تھا۔ بنو تغلب کے ایک جوان نے اسے تاڑ لیا اور یکایک تلوار سونت کر اس پر جا پڑا۔ مہران گھوڑے سے گرا تو نوجوان اچک کر اس کے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور باآواز بلند نعرہ لگایا "میں ہوں تغلب کی اولاد اور ایرانی سردار کا قاتل۔" ایرانی فوج اپنے سردار کو قتل ہوتے دیکھ کر بددل ہو گئی اور نہایت ابتری سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ مثنیٰ رضؓ فوج کے چند مضبوط دستوں کو ساتھ لے کر پل پر پہنچ گئے اور بھاگتے ہوئے ایرانیوں کا رستہ روک کر انھیں قتل کرنا شروع کر دیا[1]۔ ہزاروں ایرانی دریا میں غرق ہو گئے اور بروایت ابن خلدون ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مثنیٰ رضؓ نے پل توڑ دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ان کے اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ کیونکہ مایوسی کے عالم میں بھاگتے ہوئے ایرانیوں کو مسلمانوں سے لڑنا پڑا اور کئی مسلمان ان بھگوڑوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ بویب کی لڑائی میں جس قدر ایرانی قتل ہوئے کسی دوسری لڑائی میں ان کو اتنا جانی نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔ بویب کے میدان میں عرصہ دراز تک ایرانیوں کی ہڈیوں کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے رہے۔ مسافر اُدھر سے گزرتے تو ان کی زبانوں پر بے اختیار عبرت کے الفاظ جاری ہو جاتے۔ بویب کا معرکہ فی الحقیقت معرکہ جسر کا بھرپور جواب تھا۔ اس لڑائی میں ایک لاکھ ایرانی مقتولوں کے مقابلے میں صرف سو مسلمان شہید ہوئے۔

(۴)

ایرانیوں میں بیداری کی لہر

معرکہ بویب کے بعد مسلمان عراق عرب میں چاروں طرف پھیل گئے۔ حضرت مثنیٰ رضؓ کا خیال تھا کہ بویب کی شکست ایرانیوں کی کمرِ ہمت توڑ دے گی اور وہ ایک مدت تک اپنے زخموں کو سہلاتے رہیں گے۔ لیکن ان کی توقعات کے برعکس واقعۂ بویب نے ایرانیوں کو پہلے سے کہیں زیادہ متحد کر دیا۔ ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگ گئی اور غیرتِ قومی نے ہر ایرانی کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ وہ حیران ہو ہو کر ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ بھوکے ننگے عربوں میں آج یہ جرأت کیسے پیدا ہو گئی کہ وہ تختِ کیانی کی آرزو کرنے لگے ہیں۔

فردوسی اس زمانہ کے ایرانیوں کے خیالات کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے ؎

زشیرِ شتر خوردن و سوسمار ⁂ عرب را بجائے رسید است کار
کہ تختِ کیاں را کنند آرزو ⁂ تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

(یعنی کیا ہم کو یہ روزِ بد بھی دیکھنا تھا کہ اونٹنی کا دودھ پینے والے اور گوہ کا گوشت کھانے والے (جاہل اور غیر مہذب) عرب آج ایران پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں)۔

ایرانیوں نے اپنی شکستوں کے اسباب کا جائزہ لیا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب کچھ پوران دخت کی زنانہ حکومت اور ہمارے سرداروں کے باہمی اختلافات کا شاخسانہ ہے

چنانچہ انھوں نے رستم اور فیروز میں مصالحت کرائی۔ یہ دونوں سلطنتِ ایران کے دست و بازو تھے لیکن ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے پوران دخت کو معزول کر کے خاندان کسریٰ کے واحد وارث یزدگرد کو تخت نشین کر دیا اس وقت اس کی عمر باختلاف روایت سولہ یا اکیس برس کی تھی۔

یزدگرد کے تختِ نشین ہوتے ہی ایرانیوں میں نئی جان پڑ گئی اور خواص و عوام متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جن علاقوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا وہاں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھے اور مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے تمام حالات دربارِ خلافت میں لکھ بھیجے۔ وہاں سے حکم موصول ہوا کہ اپنی فوجوں کو سمیٹ کر سرحدِ عرب کی طرف ہٹ آؤ، اور ربیعہ اور مضر کے قبائل کو اپنی مدد کے لئے بلا بھیجو۔ حضرت مثنیٰ رضؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی فوجوں کو سمیٹ کر مقام ذوقار میں مقیم ہو گئے اور مدینہ منورہ سے مزید احکام کا انتظار کرنے لگے۔

عساکرِ اسلامی کی قیادت

(۱)

مسلمانوں کا جوشِ جہاد

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضؓ کو جب حضرت مثنیٰ رضؓ کے خط کے ذریعہ عراق عرب کے حالات کا علم ہُوا تو آپ کو سخت جوش آیا اور آپ نے فرمایا:۔

وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ مُلُوْكَ الْعَجَمِ — خدا کی قسم اگر ملوکِ عجم نے اتحاد کر لیا ہے تو میں

بِمُلُوْكِ الْعَرَبِ — ان کے مقابلہ کے لئے ملوکِ عرب کو بھیجوں گا۔

اس کے بعد آپ نے مثنیٰ رضؓ کو مناسب ہدایات بھیجیں اور تمام عرب میں منادی کرا دی کہ لوگ جہاد کے لئے تیار ہو کر آئیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلہ میں ایک شخص بھی لڑنے کے قابل ہے یا کوئی اور ہُنر جانتا ہے تو وہ بھی آجائے۔ فاروقِ اعظم رضؓ کی دردمندانہ دعوتِ جہاد پر سارے عرب نے لبیک کہا اور چاروں طرف سے مدینہ منورہ میں مجاہدین کا تانتا بندھ گیا۔ جو لوگ عراق عرب کی سرحد کے نزدیک تھے وہ تو براہِ راست حضرت مثنیٰ رضؓ کے پاس پہنچ گئے۔ دوسرے لوگوں نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ اسی اثناء میں حج کا موسم آگیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لائے تو حدِّ نظر تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے اور مدینہ کے در و دیوار اور دشت و جبل تکبیر کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ ان سرفروشوں میں ایسے آتش بیان

مفکّر بھی تھے جن کے چند جملے تنِ مُردہ میں جان ڈال دیتے تھے اور ایسے شجاع بھی کہ اکیلے ہزار سواروں سے بھڑ جائیں۔ ان دنوں حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ قبیلہ بنو ہوازن کے عامل تھے۔ حضرت عمر رضہ کی دعوت پر انھوں نے بھی باختلافِ روایت ایک ہزار یا تین ہزار جنگجو مجاہدین جمع کئے اور مدینہ منوّرہ بھیجے۔ بروایت علّامہ شبلی رح حضرت سعد رضہ کے آدمیوں میں سے ایک ایک شخص تیغ و علم کا مالک تھا۔[1]

حضرت عمر فاروق رضہ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد دیکھ کر بہت مسرور ہوئے، اور تمام مجاہدین کو ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ سے باہر چشمۂ صرار پر آ کر قیام فرمایا۔ ابھی تک کسی کو معلوم نہیں تھا کہ مہمِ عراق پر جانے والی فوج کی قیادت کون کرے گا۔ صرار کے قریب حضرت عمر رضہ نے تمام لشکر کو نہایت ترتیب سے آراستہ کیا اور پھر اکابر صحابہؓ سے فرمایا: "میرا ارادہ ہے کہ اس لشکر کے ساتھ میں خود جاؤں۔ میری غیر حاضری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نظم و نسق خلافت چلائیں گے۔ طلحہ رضہ، زبیر رضہ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ میرے ساتھ ہوں گے۔ طلحہ رضہ مقدمۃ الجیش کے افسر ہوں گے اور میمنہ و میسرہ کی قیادت زبیر رضہ اور عبدالرحمٰنؓ کریں گے۔"

عام مجاہدین کو جب حضرت فاروق رضہ کے ارادے کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور انھوں نے بیک آواز کہا کہ امیر المؤمنین آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ یہ عظیم مہم آپ ہی کی قیادت کی محتاج ہے لیکن اہل الرائے صحابہ حضرت عمر رضہ کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے اور پھر سب نے یہ رائے دی کہ آپ کا مرکزِ خلافت سے باہر جانا بہت سے خطرات کا موجب بن سکتا ہے۔ لڑائی کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں فتح یا شکست۔ اگر خدانخواستہ آپ کے قائد ہوتے ہوئے لشکرِ اسلام کو ہزیمت ہو گئی تو اس کے نہایت بھیانک نتائج نکلیں گے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کا اندیشہ ہے اور اگر آپ مرکزِ خلافت میں موجود ہوئے اور ایسی صورت پیش آ گئی تو اس سے نپٹنے کے لئے کوئی نہ کوئی حل نکال

---

[1] الفاروق

لیں گے۔ مناسب یہی ہے کہ آپ اس لشکر کی قیادت رسُول اکرم ﷺ کے کسی دُوسرے صحابی کے سپُرد فرمادیں، اور خود دارالخلافہ میں مقیم رہ کر اس لشکر کی نقل و حرکت کی نگرانی فرمائیں اس صوُرت میں آپ ضروُرت کے وقت اس لشکر کو آسانی سے امداد بھی بھیج سکیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے اکابر صحابہ رضؓ کی رائے کو قبول فرمالیا اور ساری صوُرتِ حال عامۃُ المسلمین کے سامنے پیش کردی۔ امیر المؤمنین کے مرکزِ خلافت سے دُور جانے میں جو خطرات پنہاں تھے، لوگ انھیں سمجھ گئے اور خاموش ہو گئے۔

(۲)

مہمِ عراق کی قیادت کے لئے حضرت سعد رضؓ کا انتخاب

اب سوال یہ پیدا ہوُا کہ اس عظیم مہم کی قیادت کس کے سپُرد کی جائے۔ تمام اکابر صحابہ رضؓ اس مسئلہ پر آپس میں نہایت سرگرمی سے صلاح مشورہ کرنے لگے۔ یکایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ[1] بول اٹھے "میں نے پالیا، میں نے پالیا"۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا، "وہ کون؟"

---

[1] ابو محمد عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ اصحاب عشرہ مبشّرہ میں سے ہیں۔ وہ خاندان بنو زہرہ سے تعلّق رکھتے تھے۔ اسلام کے سابقون اوّلون سے ہیں۔ ان کو دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل ہوُا۔ پہلے حبشہ تشریف لے گئے وہاں سے واپس آنے پر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ منوّرہ میں انھوں نے اپنے مواخاتی بھائی حضرت سعد بن ربیع انصاری رضؓ کی راہ نمائی میں تجارت کا آغاز کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کے کاروبار میں ایسی برکت دی کہ وہ عرب کے ممتاز رؤسا میں شمار ہوئے۔ بدر اور احد میں نہایت شجاعت سے رسُول اکرم ﷺ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ ان کے بعد بھی اکثر غزوات نبوی میں شرکت کی۔ ۶ھ میں دومۃ الجندل کی مہم سر کی۔ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور حجۃُ الوداع میں بھی رسُولِ اکرم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ عہدِ صدیقی اور فاروقی میں تمام ملکی مسائل میں ان کی رائے کو بڑی وقعت دی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنی شہادت سے پہلے جن چند صحابہ کو منصبِ خلافت کی ذمہ داری اٹھانے کا اہل قرار دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ اُن میں سے ایک تھے لیکن وہ اپنے حق سے دست بردار ہو گئے۔ عہدِ عثمانی میں انھوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اسی حالت میں (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت عبد الرحمٰن رضؓ نے جواب دیا "سعد بن مالک (ابی وقاص)"۔

سب نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے اسی وقت خط لکھ کر حضرت سعد رضؓ کو نجد سے بلا بھیجا[1]۔ چند دن کے بعد حضرت سعد رضؓ مدینہ منوّرہ پہنچے تو حضرت عمر رضؓ نے عراق جانے والی فوجوں کی قیادت ان کے سپرد کی اور علمِ امارت ان کے سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ "لَا یَغُرَّنَّکَ مِنَ اللّٰہِ اَنْ قِیْلَ خَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَمْحُوا السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰکِنَّہٗ یَمْحُوا السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحَدٍ نَسَبٌ اِلَّا طَاعَتُہٗ فَالنَّاسُ شَرِیْفُھُمْ وَوَضِیْعُھُمْ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ سَوَآءٌ اللّٰہُ رَبُّھُمْ وَھُمْ عِبَادُہٗ یَتَفَاضَلُوْنَ بِالْعَافِیَۃِ وَیُدْرِکُوْنَ مَا عِنْدَہٗ بِالطَّاعَۃِ فَانْظُرِ الْاَمْرَ الَّذِیْ رَاَیْتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْزَمُہٗ مُنْذُ بُعِثَ اِلٰی اَنْ فَارَقَنَا فَالْزَمْہُ فَاِنَّہُ الْاَمْرُ ھٰذِہٖ عِظَتِیْ اِیَّاکَ اِنْ تَرَکْتَھَا وَرَغِبْتَ عَنْھَا حَبِطَ عَمَلُکَ وَکُنْتَ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ" [2]

یعنی اے سعدؓ اس بات پر مغرور نہ ہونا کہ لوگ تمھیں رسول اللہؐ کا ماموں اور صحابی کہتے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۲۵) ۳۱ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا اس وقت کاروانِ عمر نے پچھتر منزلیں طے کی تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جنازے میں شریک تھے اور فرماتے جاتے تھے "واجبلاہ" یعنی آہ یہ پہاڑ (علم و فضل) کا پیکرِ عظیم بھی چل بسا۔

[1] بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ اپنے لشکر کے ہمراہ نجد سے آئے اور جس وقت ان کو عساکرِ اسلامی کا قائد منتخب کیا گیا تو وہ مدینہ منورہ میں موجود تھے لیکن کثرتِ رائے یہی ہے کہ ان کو خط لکھ کر حضرت عمر رضؓ نے نجد سے بلوایا جہاں وہ بنو ہوازن سے صدقات کی وصولی پر مامور تھے۔

[2] تاریخ الکامل ابن اثیر

اللہ جل شانہٗ بُرائی کو بُرائی سے دور نہیں کرتا ہاں نیکی سے بُرائیاں زائل ہو جاتی ہیں۔ اللہ اور اس کے بندوں میں قرابت کا کوئی رشتہ نہیں ہے ہاں رشتہ ہے تو طاعت کا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ادنیٰ اور اعلیٰ سب برابر ہیں ان میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ نفس کا محاسبہ کرنے اور گناہوں سے بچنے میں (سعی کرنے سے) ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور انعامات صرف طاعت سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ تم اس طریقہ کو مضبوطی سے اختیار کرو جس پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بعثت سے رحلت تک قائم رہے۔ پس یہی میری نصیحت ہے اگر تم نے اسے نظر انداز کر دیا تو تمھارے پہلے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور تم گھاٹا پانے والوں میں رہو گے۔"

حضرت سعد رضؓ نے وعدہ کیا کہ وہ ہر حال میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے احکام پر عمل کریں گے اور امیر المؤمنین کی نصیحت کو مشعلِ راہ بنائیں گے۔

(۳)

فاروقِ اعظم رضؓ کی ہدایات

حضرت سعد رضؓ بڑے رُتبہ کے صحابی تھے اور بار ہا اپنی شجاعت اور بے خوفی کا سکہ عوام سے منوا چکے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ بھی اُن کی شجاعت اور مردانگی کے معترف تھے لیکن ان کی قائدانہ استعداد کی طرف سے آپ مطمئن نہیں تھے۔ یہ کسی معمولی مہم کی قیادت نہیں تھی۔ سارا ایران متحد ہو کر مسلمانوں کو پیس ڈالنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے عظیم قائدانہ صلاحیتوں کی ضرورت تھی۔ اس سے پہلے حضرت سعد رضؓ کو ایسی اہم مہم کی قیادت کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا اور یہی چیز حضرت عمر فاروق رضؓ کے تردد کا باعث تھی۔ تاہم جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے زور دے کر کہا کہ اس مہم کے لئے حضرت سعد رضؓ ہی موزوں ترین آدمی ہیں اور دوسرے سب لوگوں نے اُن کی رائے کی پُر زور تائید کی تو پھر حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت سعدؓ کو یہ بارِ گراں

سپرد کرنے میں ایک لمحہ بھی توقّف نہ کیا۔ تاہم آپ نے بنظرِ احتیاط حضرت سعد رضؓ کو ہدایت کی کہ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہونے کے بعد وہ ہر وقت اور ہر حال میں مرکزِ خلافت سے رابطہ قائم رکھیں اور جس جگہ پڑاؤ ڈالیں وہاں کا نقشہ اور دوسرے حالات اس طرح لکھ بھیجیں گویا سب کچھ خلیفۃ المسلمین اور مجلسِ شوریٰ کی نظروں کے سامنے ہے اس کے بعد آپ نے مدینہ سے عراق تک تمام منزلیں متعین فرمادیں۔ (مؤرخین نے ان منزلوں کی تصریح بھی کر دی ہے)۔ اور پھر حضرت سعد رضؓ کو روانگی کا اِذن دے دیا اس کے ساتھ ہی آپ نے شام کی مہم کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ کو حکم بھیجا کہ عراق سے جو فوج شام بھیجی گئی تھی اُسے واپس عراق بھیج دو تاکہ وہ سعد رضؓ کی فوج سے مِل جائے۔

مدینہ منوّرہ سے قادسیہ تک

(۱)

حضرت سعدؓ کی مدینہ سے روانگی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ لشکرِ اسلام کے قائد بن کر جب مدینہ منورہ سے چلنے لگے تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے اُن کو علیحدگی میں بُلا کر بدیں الفاظ خاص ہدایات دیں :-

اِنِّی وَلَّیْتُكَ حَرْبَ الْعِرَاقِ فَاحْفَظْ وَصِیَّتِی فَاِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰی اَمْرٍ شَدِیْدٍ كَرِیْهٍ لَا یُخَلِّصُ مِنْهُ اِلَّا الْحَقُّ فَعَوِّدْ نَفْسَكَ وَمَنْ مَّعَكَ الْخَیْرَ ـ وَاسْتَفْتِحْ بِهٖ	مَیں تم کو عراق کی جنگ پر سپہ سالار بنا کر بھیجتا ہُوں۔ میری یہ وصیّت یاد رکھنا کہ تم ایک سخت مشکل کام کے لئے جاتے ہو جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اطاعتِ الٰہی کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ اپنے نفس کو بھلائی کا کام کرنے کا عادی بناؤ اور نیک عمل کے ذریعے ہی فتح طلب کرو۔
وَاعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ عَادَةٍ عَتَادًا فَعَتَادُ الْخَیْرِ الصَّبْرُ	اور جان لو کہ ہر عادت کے لئے اسباب اور سامان ہوتے ہیں اور خیر کے سامان کی بنیاد صبر پر ہے۔
فَالصَّبْرَ الصَّبْرَ عَلٰی مَا اَصَابَكَ وَنَابَكَ یَجْتَمِعْ لَكَ خَشْیَةُ اللّٰهِ	اور ہر مصیبت اور ناگہانی آفت میں صبر اختیار کرو ایسا کرنے سے خشیتِ الٰہی تمھارے دِل میں پیدا ہو گی
وَاعْلَمْ اَنَّ خَشْیَةَ اللّٰهِ تَجْتَمِعُ	اور یاد رکھو کہ خشیتِ الٰہی کی دو نشانیاں ہیں۔ اللہ

فِيْ أَمْرَيْنِ فِيْ طَاعَتِهٖ وَاجْتِنَابِ مَعْصِيَتِهٖ وَإِنَّمَا اطَاعَةُ من اطَاعَهُ بِبُغْضِ الدُّنْيَا وَحُبِّ الْآخِرَةِ وَلِلْقُلُوْبِ حَقَائِقُ يُنْشِئُهَا اللّٰه إِنْشَاءً مِنْهَا السِّرُّ وَمِنْهَا الْعَلَانِيَةُ فَأَمَّا الْعَلَانِيَةُ فَإِنْ يَكُوْنَ حَامِدُهُ وَذَامُّهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً وَأَمَّا السِّرُّ فَيُعْرَفُ بِظُهُوْرِ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ وَمَحَبَّةِ النَّاسِ فَلَا تَزْهَدْ فِي التَّحَبُّبِ فَإِنَّ النَّبِيِّيْنَ قَدْ سَأَلُوْا مَحَبَّتَهُمْ وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا حَبَّبَهُ وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا بَغَّضَهُ فَاعْتَبِرْ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ النَّاسِ مِمَّنْ يَشْرَعُ مَعَكَ فِيْ أَمْرِكَ ؎ [1]

کے حکم کی اطاعت کرنا اور ارتکابِ گناہ سے بچنا اور احکامِ الٰہی کی پابندی وہی شخص کرتا ہے جو دُنیا سے نفرت اور آخرت سے محبّت کرتا ہے، اور حق تعالیٰ دِلوں میں پاکیزہ اور عمدہ کیفیات پیدا کر دیتا ہے جن میں سے بعض ظاہر اور بعض مخفی ہوتی ہیں۔ ظاہر تو یہ ہیں کہ راہِ حق میں کسی کی تعریف یا ملامت کی پروا نہ ہو۔ اور مخفی یہ ہیں کہ قلب کو حکمت سے معمور کر دیا جاتا ہے اور زبان اس کی ترجمانی کرتی ہے، اور وہ عوام کی محبّت کا مرجع بن جاتا ہے۔ تم اس کو ریا سمجھ کر اس سے احتراز نہ کرنا۔ انبیاء علیہم السّلام نے عوام کی محبّت کا مرجع بننے کی آرزو کی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبّت کرتا ہے تو اپنے بندوں میں بھی اُس کو محبوب بنا دیتا ہے اور جب کوئی اُس کے ہاں مبغوض ہوتا ہے تو لوگوں میں بھی اس کو مبغوض بنا دیتا ہے۔ تم اگر یہ جاننا چاہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کیا درجہ ہے تو جو لوگ تمہارے سامنے ہیں اُن کے نزدیک تمہاری جو قدر و منزلت ہے، اس سے اندازہ کر لو۔

حضرت سعدؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو یقین دلایا کہ وہ ہر حال میں رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھیں گے اور اپنے ساتھیوں کی دلجوئی اور تالیف قلب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے لشکر کا نشان چڑھایا اور چار ہزار سرفروشوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے کوچ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ صرار سے اعواض تک ان کو رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ ہر ایک قبیلہ کے پاس گئے۔ اور اس کے جوانوں کو گراں بہا نصائح سے سرفراز فرمایا۔ بعض قبائل میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جن کے قدم فتنۂ ارتداد میں لڑکھڑا گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اب تمہیں موقع عطا کیا ہے کہ اپنے گزشتہ اعمال کی تلافی کر لو" ان لوگوں میں طلیحہ بن خویلد اسدی اور عمرو بن معدی کربؓ زبیدی جیسے زعمائے عرب بھی تھے۔ انھوں نے فتنۂ ارتداد میں نہایت سرگرمی سے حصّہ لیا تھا لیکن بعد میں تائب ہو گئے تھے اور از سرِ نو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے لئے جینے اور مرنے کا حلف اٹھایا تھا۔ انھوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ آپ ہمیں کفّار کے مقابلہ پر ثابت قدم پائیں گے۔ حضرت عمر رضؓ مطمئن ہو گئے اور لشکرِ اسلام کو الوداع کہہ کر مدینہ منوّرہ واپس تشریف لے گئے۔

(۲)

مدینہ سے شراف تک

حضرت سعد رضؓ مدینہ منوّرہ سے اٹھارہ منزلیں طے کرنے کے بعد ثعلبہ پہنچے یہاں پانی کی افراط تھی اور فوج کے قیام کے لئے یہ جگہ نہایت موزوں تھی۔ چنانچہ حضرت سعد رضؓ امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق یہیں خیمہ زن ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت عمر رضؓ نے چار ہزار مجاہدین کا ایک اور لشکر مدینہ منوّرہ سے روانہ کر دیا جو ثعلبہ میں حضرت سعد رضؓ سے آملا۔ اس طرح ان کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار ہو گئی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر رضؓ فوج کے مزید دستے بھی "ثعلبہ" کی طرف روانہ کرتے رہے یہاں تک کہ

حضرت سعد رضہ کے پاس ثعلبہ میں بیس ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اس جگہ حضرت سعد رضہ کا قیام تین ماہ تک رہا۔ ان دنوں حضرت مثنیٰ رضہ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ "ذوقار" میں حضرت سعد رضہ کی آمد کے منتظر تھے۔

مثنیٰ رضہ کو معرکۂ جسر میں شدید زخم آئے تھے، گو عارضی طور پر انھیں افاقہ ہو گیا تھا اور معرکۂ بویب میں انھوں نے ایک بار پھر اپنی تیغ شجاعت کے جوہر دکھا کر ایرانیوں کو دنگ کر دیا تھا لیکن قیام ذوقار کے دوران میں یہ زخم بگڑنے لگے اور کسی علاج سے مندمل نہ ہوئے حضرت مثنیٰ رضہ کو یقین ہو گیا کہ اب خالق حقیقی کی طرف سے بلاوا آیا ہی چاہتا ہے چنانچہ انھوں نے اپنی جگہ بشیر بن خصاصہ کو فوج کا امیر مقرر کر دیا اور انھیں وصیت کی کہ حضرت سعد رضہ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے عرب کی سرحد کے قریب رہ کر ایرانیوں سے جنگ کریں، اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غالب کرے تو پھر بے دریغ ایران کے اندر گھس جائیں اور اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑے تو پھر وہ اپنے ملک کی سرحد کے اندر دوبارہ اپنی تنظیم کر سکیں گے۔

اس وصیت کے بعد حضرت مثنیٰ رضہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس اثناء میں حضرت سعد رضہ ثعلبہ سے کوچ کر کے شراف میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ یہاں حضرت مثنیٰ رضہ کی آٹھ ہزار فوج بھی ان سے آ ملی۔ مثنیٰ رضہ کے بھائی معنیٰ رضہ بھی اپنی بیوہ بھاوج سلمیٰ کے ساتھ اس لشکر کے ہمراہ حضرت سعد رضہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مثنیٰ رضہ کی وصیت اُنکے سامنے بیان کی۔

حضرت سعد رضہ اور دوسرے مجاہدین کو مثنیٰ رضہ کی رحلت کی خبر سن کر بے پناہ صدمہ پہنچا کیونکہ اس نازک وقت میں وہ ان کے نہایت قوی دست و بازو ثابت ہوتے حضرت سعد رضہ نے تالیف قلب کے لئے مثنیٰ رضہ کی بیوہ سلمیٰ سے نکاح کر لیا اور معنیٰ رضہ کو ہدایت کی کہ وہ مثنیٰ رضہ کے بچوں کی احسن طریقہ سے غور و پرداخت کریں۔ شراف میں حضرت سعد رضہ

سے فوج کا جائزہ لیا تو تیس ہزار کے قریب تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے شراف میں پڑاؤ ڈالا تو
خلیفۂ وقت کی خدمت میں حالات لکھ بھیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فوج کی ترتیب و تقسیم کی
ہدایات بھیجیں اور ہدایت کی کہ ... ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔
[illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ... میں ...
ہدایت کی کہ شراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ میں جا کر ٹھہرو کیونکہ قادسیہ ایران کا
دروازہ ہے۔ ... سرسبز ... ہے ... راستوں ...
فوج کے پڑاؤ کے ... سامنے ...
... پشت پر عرب کے پہاڑ۔ قادسیہ پہنچ کر وہاں کے حالات مجھے اس تفصیل
سے لکھو گویا میں لشکر اسلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ ... کے ساتھ ہی
مجھے دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع دو اور ان کے سپہ سالار کا نام لکھو۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا خط ملنے پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مقررہ دن کو شراف سے کوچ کیا
چلتے وقت انھوں نے فوج کی تقسیم اور افسروں کا تقرر اس طرح کیا:۔

مقدمۃ الجیش	زہرہ بن عبد اللہ بن قتادہ
میمنہ	عبد اللہ بن المعتصم رضی اللہ عنہ
میسرہ	شرحبیل بن السمط
طلایہ (گشت کی فوج)	سواد بن مالک
پیدل	حمال بن مالک الاسدی
شتر سوار	عبد اللہ بن ذی السہمین
ساقہ (فوج کا پچھلا حصہ)	عاصم بن عمرو التمیمی
بے قاعدہ فوج	سلیمان بن ربیعۃ الباہلی
قاضی و خزانچی	عبد الرحمن بن ربیعۃ الباہلی

مہتمم رسد ــــــــــــــ حضرت سلمان فارسی رضؓ

مترجم ــــــــــــــ ہلال ہجری

کاتب ــــــــــــــ زیاد بن ابی سفیان رضؓ

اس فوج میں چھ سو کے قریب صحابۂ کرام رضؓ بھی شامل تھے۔ ان میں سے ستّر بدری صحابہؓ تھے اور تین سو وہ جن کو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ایسے مجاہدین جو خود صحابہ نہیں تھے لیکن صحابہ کی اولاد تھے، سات سو کے لگ بھگ تھے۔

(۳)

قادسیہ میں قیام

شراف اور قادسیہ کے درمیان عذیب کے مقام پر ایرانیوں کی ایک فوجی چوکی تھی جہاں وہ اپنا اسلحہ رکھتے تھے۔ اس چوکی کے محافظ ایرانی سپاہیوں کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بغیر مقابلہ کئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح عذیب سے کافی اسلحہ مسلمانوں کو مفت ہاتھ آگیا۔ عذیب میں چند دن ٹھہرنے کے بعد حضرت سعد رضؓ قادسیہ[1] پہنچے اور حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق فوج کو مختلف حصّوں میں تقسیم کر کے مناسب مقامات پر متعیّن کر دیا۔ قادسیہ میں پڑاؤ ڈال کر حضرت سعد رضؓ نے نواحی علاقوں میں چھاپہ مار دستے بھیجنے شروع

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اس مقام سے گزر ہوا تو ایک بڑھیا نے ان کا سر اور کپڑے دھو کر صاف کئے جو سفر میں میلے ہو گئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "قدست من ارض" (خدا اس سرزمین کو پاک کرے) اسی وقت سے اس جگہ کا نام قادسیہ مشہور ہوگیا (اشاعتِ اسلام مولانا حبیب الرحمٰن)

ابن عیینہؒ نے اس روایت کو کسی قدر مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام قادسیہ کے قریب سے گزرے انھوں نے اس سرزمین کو شاداب پایا۔ وہاں انھوں نے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنا سر دھویا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "تجھے اس سرزمین کے پانی نے پاک کر دیا" اسی وقت سے اس جگہ کا نام قادسیہ پڑ گیا۔

کر دیئے جو فوج کے لئے غلّہ، مویشی اور دُوسری ضرورِیات کا سامان بہم پہنچاتے تھے۔ یہ صورتِ حال قریباً دو ماہ تک جاری رہی[1]۔ اس دوران میں حضرت سعد رضؓ نے اپنے

---

[1] اس ضمن میں بعض مؤرخین نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگِ قادسیہ سے پہلے مسلمانوں کے ایک چھاپہ مار دستے کو جو عاصم بن عمرو رضؓ کی قیادت میں میسان کی طرف گیا ہُوا تھا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ان ایام میں مسلمانوں کے لشکر میں دودھ اور گوشت کی سخت کمی تھی لیکن مویشی کہیں سے دستیاب نہیں ہو رہے تھے۔ اتفاق سے نواحِ میسان میں ایک جنگل کے قریب حضرت عاصم رضؓ کو ایک ایرانی چرواہا ملا۔ حضرت عاصم رضؓ نے اُس سے پوچھا۔ "گائے، بیل اور بکریاں کہاں ہیں؟ چرواہے نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں" عین اس وقت جنگل میں سے ایک بیل کی آواز آئی "کذب عدو اللہ ھا نحن" (یعنی دشمنِ خدا جھوٹ بولتا ہے ہم یہاں موجود ہیں) یہ آواز سن کر حضرت عاصم رضؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں گھس گئے اور تمام مویشیوں کو ہانک لائے۔ یہ مویشی نہایت کثیر تعداد میں تھے اور ان کے ملنے سے لشکرِ اسلام میں دودھ اور گوشت کی کمی دور ہو گئی جس دن تائیدِ غیبی سے مسلمانوں کو یہ مویشی دستیاب ہوئے۔ قدیم مؤرخین نے اسے "یوم الاباقر" کا نام دیا ہے۔ زمانہ حاضر کے بعض مؤرخین نے اس واقعہ کی یہ توجیہہ کی ہے کہ چرواہے سے سوال وجواب ہو چکے تو مجاہدین نے جنگل کے اندر سے مویشیوں (یا ایک بیل) کے ڈکارنے کی آواز سُنی۔ چنانچہ وہ جنگل کے اندر گھس کر تمام مویشی ہانک لائے۔

کہتے ہیں حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ میں چند ایسے لوگوں کو بُلایا جو اِس واقعہ کے وقت حضرت عاصم رضؓ کے ساتھ تھے، اور ان سے اس روایت کی تصدیق چاہی۔ اُن لوگوں نے قسم کھا کر شہادت دی کہ چرواہے کے اظہارِ لاعلمی کے بعد ہم نے خود بیل کی آواز سُنی تھی۔ اس پر حجاج مطمئن ہو گیا اور اس نے پھر کبھی اس روایت کو نہیں جھٹلایا۔

(تاریخ الکامل — ابنِ اثیر)

اپنے مخبر ایران کے طول و عرض میں پھیلا دیئے تاکہ وہ دشمن کے عزائم اور نقل و حرکت کی خبر لائیں۔ مخبروں نے چند دن کے بعد حضرت سعد رضؓ کو آکر بتایا کہ سارا ایران اس وقت جنگی بخار میں مبتلا ہے۔ یزدگرد نے نہایت زور شور سے جنگ کی تیاریاں کی ہیں، اور ایران کے نامور سورما رستم کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے وہ اس وقت ایک لاکھ سے اوپر فوج کے ساتھ ساباط میں خیمہ زن ہے۔ حضرت سعد رضؓ نے اسی وقت تمام حالات کی تفصیل حضرت عمر رضؓ کو لکھ بھیجی۔

(۴)

ایرانیوں کی جنگی تیاریاں

حضرت سعد رضؓ کو مدینہ منورہ سے چلے ہوئے کئی مہینے ہو چکے تھے لیکن ابھی تک ایرانیوں سے مقابلہ کی نوبت نہیں پہنچی تھی۔ اس تمام عرصے میں یزدگرد کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاعات پیہم مل رہی تھیں اور وہ غافل نہیں بیٹھا ہوا تھا بلکہ اپنی تمام جنگی قوتوں کو مجتمع کر رہا تھا جس طرح حضرت عمر رضؓ کو اسلامی افواج کے قائد کے انتخاب میں دقت پیش آئی تھی اسی طرح یزدگرد بھی ایرانی فوجوں کی قیادت کے لئے کسی آزمودہ کار جرنیل کی تلاش میں تھا۔ اس کی نظریں رہ رہ کر رستم کی طرف اٹھتی تھیں جو آرمینیہ کے رئیس فرخ زاد کا بیٹا تھا اور اس وقت دربارِ ایران میں وزیرِ حرب کے عہدے پر مامور تھا۔ رستم فی الحقیقت بڑا شجاع اور دوراندیش شخص تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا شخص ایرانی فوجوں کی قیادت کے لئے موزوں نہیں تھا۔ یزدگرد کی نگاہِ انتخاب اسی پر پڑی اور اس نے رستم کو طلب کر کے کہا کہ آج ایران کو اگر کوئی شخص عربوں کے ہاتھ سے بچا سکتا ہے تو وہ تم ہو افواجِ ایران کی عنانِ قیادت اپنے ہاتھ میں لو اور ایک تباہ کن حملہ کر کے عربوں کو پیس کے رکھ دو۔

رستم نے جواب دیا کہ اس وقت میرا مسلمانوں کے مقابلہ پر جانا مناسب نہیں

بہتر یہ ہے کہ پہلے جالینوس مسلمانوں سے نبرد آزما ہو۔ اگر وہ مسلمانوں کو شکست دے دے تو ہوالمراد، بصورتِ دیگر ہم یکے بعد دیگرے تازہ دم ایرانی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ لڑتے لڑتے تھک جائیں گے۔ اُس وقت میں خود تازہ دم فوج کے ساتھ ان پر ایک فیصلہ کُن ضرب لگاؤں گا جس سے وہ کبھی نہ سنبھل سکیں گے۔

یزدگرد نے کہا کہ دوسرے سرداروں نے مسلمانوں سے شکست کھائی تو ایرانی قوم بددِل ہو جائے گی اور ایسی صورتِ حال سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ مناسب یہی ہے کہ تم پہلے ہی حملہ میں عربوں کا سر کُچل ڈالو۔

رستم نے یزدگرد کو ہر قسم کے نشیب و فراز سمجھائے لیکن وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور رستم کی قومی غیرت و حمیت کو للکارتا رہا۔ آخر رستم کو اپنے بادشاہ کے اصرار کے سامنے سر خم کرنا پڑا اور اس نے ایرانی افواج کی قیادت سنبھال لی۔ جب وہ مدائن سے چلا تو ساٹھ ہزار پُرجوش ایرانی ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس اس کے جھنڈے کے نیچے جمع تھے اس لشکر نے مدائن سے چل کر ساباط کی فوجی چھاؤنی میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں ایران کے ہر حصّہ سے امدادی نوجوان رستم کے گرد جمع ہونے لگیں حتیٰ کہ اس کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ (یا بروایت دیگر ایک لاکھ بیس ہزار) تک پہنچ گئی)۔ اس پُرخروش لشکر کا ہر ایک سپاہی کٹنے مرنے کے لئے تیار تھا اور جلد از جلد مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے بیتاب تھا لیکن ان کا سپہ سالار نہایت ٹھنڈے دل و دماغ کا مالک تھا اور ایسے ذرائع اختیار کرنا چاہتا تھا کہ مسلمان جنگ کے بغیر ہی مرعوب ہو جائیں اور اپنے مُلک کو واپس چلے جائیں۔ اس کے خیال میں مسلمانوں سے نپٹنے کے لئے جلد بازی کی بجائے سُست روی ہی بہترین طریق کار تھا۔ ساباط میں قیام کے بعد حضرت سعدؓ کی طرح اُس نے بھی نواحی علاقوں میں فوجی دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔ اس سے رستم کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دِلوں میں ایرانی حکومت کا اعتماد بحال کیا جائے اور گزشتہ جنگوں میں ایرانی فوجوں

کو مسلمانوں سے جو ہزیمتیں اٹھانا پڑی تھیں ان کا ازالہ کیا جائے۔ یزدگرد کی اس تدبیر کا خاطر خواہ اثر ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں تمام نواحی علاقوں کے لوگ جان و دل سے دربارِ ایران کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب ان تمام حالات کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت سعدؓ کے خط کے جواب میں لکھا :-

"تم ایرانی فوجوں کی کثرت اور ان کے ساز و سامان کی فراوانی سے مت گھبراؤ۔ کارسازِ حقیقی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے مدد مانگو (جنگ سے پہلے) شاہِ ایران کے پاس چند ذی رائے، بہادر اور وجیہ لوگوں کو سفیر بنا کر بھیجو جو اس کو دعوتِ اسلام دیں۔ انشاء اللہ اس دعوت سے ایرانیوں کے ارادوں میں سستی پیدا ہو گی اور اگر شاہِ ایران دعوتِ اسلام کو رد کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی کی گردن پر پڑے گا۔"

دربارِ ایران میں اسلامی سفارت

(۱)

اسلام کے چودہ سفیر

حضرت عمر فاروق رض کا حکم ملتے ہی حضرت سعد رض نے چودہ آدمیوں کی ایک سفارت ترتیب دی اور اس کی قیادت حضرت نعمان بن مقرن رض کے سپرد کی۔ اس سفارت میں حضرت نعمان رض کے علاوہ یہ حضرات شامل تھے۔ اشعث بن قیس رض، مغیرہ بن شعبہ رض، مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رض، حارث بن حسان رض، عطارد بن حاجب رض، عاصم بن عمرو رض، عمرو رض بن معدیکرب، مغیرہ بن زرارہ رض، عدی بن سہیل رض، حنظلہ بن الربیع تمیمی رض، فرات بن حیّان العجلی رض، بشیر بن ابی رہم رض اور قیس بن زرارہ رض۔ یہ تمام حضرات وجاہت، شجاعت اور تقریر و گفتگو میں چوٹی کے آدمی تھے۔

حضرت سعد رض نے اس وفد کو ضروری ہدایات دے کر ایرانی پایۂ تخت مدائن کی طرف روانہ کر دیا۔ دینِ حق کے یہ داعی رستم کے لشکر کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے۔ یہ لوگ عرب کے سادہ روایتی لباس میں ملبوس تھے۔ اور معمولی کوڑوں کے سوا ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دو چار کے گھوڑوں پر زین تھی اور باقی اپنے گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ ان کو دیکھ دیکھ کر مدائن کے لوگ حیران ہوتے تھے کہ یہ لوگ کس ہیئت کذائی میں اپنے ملک کی نمائندگی کرنے آئے ہیں۔ یزدگرد کو اسلامی سفارت کی آمد کی اطلاع

ملی تو اس نے مہایت شان و شوکت سے دربار سجایا اور اسلامی سفراء کو بلا بھیجا[1]

(۲)

کسریٰ کے دربار میں

مسلمان سفیر کسریٰ کے عظیم الشان اور پُرجلال دربار میں بڑی بے نیازی سے داخل ہوئے چونکہ دونوں فریق ایک دوسرے کی زبان سے ناآشنا تھے اس لئے ایک ترجمان کے ذریعہ گفتگو کا آغاز ہوا۔

یزدگرد نے پوچھا "تم لوگ فارس پر کیوں حملہ آور ہوئے ہو؟ کیا اس لئے کہ ہم اپنے داخلی امور میں مشغول تھے؟"

رئیس وفد حضرت نعمان رضؓ آگے بڑھے اور یزدگرد کے جواب میں یوں گویا ہوئے:-

"اے بادشاہ ہم دُنیا جہان کی بُرائیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہمارے پاس اپنا رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بھیجا جس نے ہمیں بُرائی اور شر سے روکا اور نیکی کی تلقین کی عملِ خیر کے عوض اُس نے ہم سے دُنیا و آخرت کی فلاح کا وعدہ فرمایا اور عرب کے سارے قبائل کو متحد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عرب کے قریبی لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ اس کے بعد ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ان قوموں کو اسلام کی دعوت دیں جو ہم سے قریب تر ہیں۔ ہمارا مقصد لُوٹ مار نہیں ہے۔ اگر تم شرک ترک کر دو اور خدا اور اس کے برگزیدہ رسُول محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لے آؤ تو ہمارا تمھارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے ہم صرف کتاب اللہ تمھارے درمیان چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ اگر یہ منظور نہیں تو جزیہ دینا قبول کرو اور اگر تم اس پر بھی رضامند نہیں تو تلوار ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔"

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ یزدگرد نے اس موقع پر رستم کو بھی ساباط سے بلوا لیا تھا اور وہ اسلامی سفارت سے گفتگو کے وقت دربار میں موجود تھا۔

یزدگرد اس جواب پر غضب ناک ہوگیا اور اُس نے کہا :
"تم بھوکے اور ننگے لوگ کہ سانپ اور چھپکلی تمھاری غذا ہے، ہمارے مُلک کو لُوٹنا چاہتے ہو لیکن وقت آگیا ہے کہ تم لوگوں کو عبرتناک سزا دے کر بیک بینی و دوگوش اس مُلک سے نکال دیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ مَیں تمھارے لئے کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمھارے اُونٹوں پر غلّہ اور چھوہارے لاد دُوں اور عرب پر ایسا حاکم مقرر کر دُوں جو تم لوگوں کی آسائش کا خیال رکھے۔ اس کے علاوہ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ذلّت اور نامرادی کی موت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔"

اب حضرت قیس بن زرارہ رضؓ آگے بڑھے اور کہا :۔
"اے بادشاہ! ہم سب شرفائے عرب ہیں۔ تمھاری اہانت آمیز باتیں اس قابل نہیں کہ اُن کا جواب دیا جائے۔ تاہم سُن لو کہ ہم واقعی خُدا کی بدترین مخلوق تھے لیکن خُدا نے ہم پر اپنا فضل کیا اور ہمارے درمیان ایک پیغمبر صلعم بھیجا۔ اس ذاتِ اقدس صلعم نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اس نُورِ ہدایت سے ہم تمھارا سینہ بھی منوّر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اسلام قبول کر لو تو بہتر ورنہ جزیہ یا تلوار ایک چیز تمھیں قبول کرنی پڑے گی۔"

یزدگرد کا پیمانۂ صبر اب لبریز ہوگیا۔ اس نے چلّا کر کہا :۔
"اگر ایلچیوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو آج تم میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ اے دوسروں کے مُلک لُوٹنے والو، تمھیں یہ خاک ملے گی خاک۔"

یہ کہہ کر اُس نے خاک دُھول منگا کر مُسلمانوں کے آگے پھینک دی۔

حضرت عاصم بن عمرو رضؓ (اور بروایت دیگر حضرت عمرو بن معدیکرب رضؓ) نے مٹی[۱] اپنی چادر میں ڈال لی اور شاداں و فرحاں وہاں سے چل کر اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے پاس پہنچ کر انھیں مبارکباد دی کہ اے امیر!

---

[۱] بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رستم بھی اس موقع پر دربارِ ایران (باقی اگلے صفحہ پر)

دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی ہے۔ انشاء اللہ اب ہم ضرور سرزمینِ فارس پر قابض ہوں گے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں موجود تھا۔ وہاں یہ بھی ہے کہ رستم علمِ نجوم میں مہارت رکھتا تھا۔ مسلمانوں نے سرزمین ایران کی مٹی خوشی خوشی اٹھالی تو اس نے اسے بدشگونی پر محمول کیا اور مسلمان سفیروں کے پیچھے آدمی دَوڑا دیئے کہ یہ مٹی ان سے چھین لائیں۔ اس دوران میں اسلامی وفد گھوڑے دوڑاتا ہُوا بہت دُور نکل گیا تھا۔ رستم کے آدمی ناکام واپس پھرے تو وہ بہت بددل ہُوا اور برسرِ دربار یزدگرد کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا۔

اتمامِ حجّت

(۱)

ایرانی لشکر کی نقل و حرکت

اسلامی سفارت کے مدائن سے جاتے ہی یزدگرد نے رستم کو حکم بھیجا کہ ساباط سے چل کر قادسیہ پہنچو اور مسلمانوں کو پیس ڈالو۔

رستم نے ایک لاکھ اسی ہزار[1] فوج اور تین سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ ساباط سے قادسیہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر کی ترتیب اس طرح تھی:-

حصّہ	تعداد	نام افسر
مقدمۃ الجیش	(چالیس ہزار)	جالینوس
قلبِ لشکر	(ساٹھ ہزار)	رستم
میمنہ	(تیس ہزار)	ہرمزان
میسرہ	(تیس ہزار)	مہران بن بہرام
ساقہ	(بیس ہزار)	مؤرخین نے نام کی تصریح نہیں کی

[1] مورخین میں رستم کی فوج کی تعداد کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض نے اس لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار اور بعض نے ایک لاکھ اسی ہزار لکھی ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو اس لشکر کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ بتلاتے ہیں۔ ہم نے بنظر احتیاط ایک لاکھ اسی ہزار والی روایت کو اپنایا ہے۔

یہ لشکر ساباط سے چل کر کوثی میں خیمہ زن ہوا کہتے ہیں کہ یہاں ایک مسلمان عرب ایرانیوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ جب وہ رستم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مسلمان قیدی سے سوال کیا کہ تم لوگ ہمارے ملک میں کیا لینے آئے ہو؟ قیدی نے جواب دیا۔ "اللہ تعالیٰ نے ہم سے تمہارے ملک کا وعدہ کیا ہے۔ یہاں ہم اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے آئے ہیں، انشاء اللہ جلد ہی تمہارا ملک ہمارے قدموں کے نیچے ہو گا۔" رستم کو اس کی بے باکانہ گفتگو پر سخت غصہ آیا اور اس نے بے گناہ قیدی کو قتل کرا دیا۔

اس کے بعد رستم برس اور حیرہ سے گزرتا ہوا نجف میں مقیم ہوا۔ راستے میں اس کے لشکر نے خوب بدمستیاں کیں اور شراب کے نشہ میں دھت ہو کر عورتوں پر دست درازیاں کیں۔ لوگ رستم کے پاس فریاد لے کر آئے تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "مجھے عجم کی خیر نظر نہیں آتی۔"

حضرت سعدؓ دشمن کی نقل و حرکت پر پوری نظر رکھ رہے تھے۔ ایرانی لشکر نے نجف میں پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے طلیحہ اسدی اور عمرو بن معدیکربؓ کو چند مجاہدین کے ساتھ دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کا سامنا ایرانی لشکر کے ہراول سے ہو گیا۔ عمرو بن معدیکربؓ اور دوسرے مجاہدین واپس ہو گئے لیکن طلیحہ نے ان کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا۔ عمرو بن معدیکربؓ کو اُن کی نیت پر شبہ ہوا اور انھوں نے کہا "معلوم ہوتا ہے تیرے دل میں ابھی تک اسلام راسخ نہیں ہوا۔ عکاشہ بن محصنؓ[1] کے قتل کے بعد تجھ سے فلاح کی امید نہیں۔"

---

[1] ابو محصن عکاشہ بن محصن الاسدیؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور نہایت ثابت قدمی سے لڑے۔ اس کے بعد دوسرے تمام مشہور غزوات نبوی میں دادِ شجاعت دی۔ خلافتِ صدیقی میں جب فتنۂ ارتداد نے سر اٹھایا اور طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ مامور ہوئے۔ حضرت عکاشہؓ (باقی اگلے صفحہ)

لیکن طلیحہ رضؓ اپنے ارادے پر قائم رہے۔ فی الحقیقت اس موقع پر عمرو رضؓ کا شبہ صحیح نہیں تھا طلیحہ رضؓ اب سچے اور پکے مسلمان تھے۔ واپس نہ جانے سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ کوئی کارنامہ سر انجام دیں۔ چنانچہ رات ہوئی تو وہ ایرانی لشکر میں جا گھسے اور ایک افسر کا قیمتی گھوڑا کھول لیا اور اُس کی رسّی اپنے گھوڑے کی باگ سے باندھ کر چل پڑے۔ اسی اثناء میں گھوڑے کا مالک اور کچھ دوسرے لوگ جاگ پڑے اور طلیحہ رضؓ کے پیچھے دوڑے طلیحہ رضؓ نے پلٹ کر دیکھا تو تین سواروں کو اپنے سر پر پایا۔ وہ مطلق ہراساں نہ ہوئے اور اپنے نیزے سے دو سواروں کا سینہ چھید ڈالا۔ تیسرا سوار دہشت زدہ ہو گیا اور امان طلب کی طلیحہ رضؓ نے اُسے قیدی بنا لیا۔ اتنے میں ایرانی فوج کے کچھ اور لوگ بھی پہنچ گئے لیکن طلیحہ رضؓ نے سب کو پیچھے دھکیل دیا اور ایرانی گھوڑے اور قیدی سمیت سیدھے حضرت سعد رضؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت سعد رضؓ ان کے اس کارنامہ کا حال سن کر بہت مسرور ہوئے۔ قیدی نے اسلام قبول کر لیا اور حضرت سعد رضؓ کو بتایا کہ میری نظر سے آج تک ایسا بہادر شخص نہیں گزرا جن دو سواروں کو اس نے قتل کیا وہ ایران کے نامی جنگجو تھے اور ایک ایک ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ میں ان کا ابن عم ہوں اور مجھے بھی لوگ ایک ہزار سوار کے برابر مانتے ہیں لیکن اس عرب کی شجاعت دیکھ کر موت میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئی اور میں نے اس کا قیدی بننے ہی میں مصلحت سمجھی۔ سب سے بڑھ کر حیرت مجھے اس بات پر ہوئی کہ یہ شخص بے شمار دشمنوں سے نبرد آزما ہو گیا اور محض اپنی قوت بازو کے بل بوتے پر ان کے نرغے سے مال غنیمت سمیت بچ کر نکل آیا۔

حضرت سعد رضؓ نے فرمایا تمہارا ہر ایک مسلمان کو ایسا ہی پاؤ گے ورنہ ڈر پاؤ گے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) بھی خالد بن ولید رضؓ کے لشکر میں شریک تھے۔ ایک دن حضرت ثابت بن اقرم رضؓ کے ساتھ طلیحہ کی خدمت انجام دے رہے تھے کہ مرتدوں کی فوج سے ایک دستے سے مڈبھیڑ ہو گئی اس میں طلیحہ اور اسکا بھائی سلمہ بھی شامل تھے۔ ثابت رضؓ اور عکاشہ رضؓ نہایت ثابت قدمی سے لڑتے ہوئے طلیحہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضؓ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے (مہاجرین حصہ اول)

اس قیدی کا اسلامی نام مسلم رکھا گیا۔ اس نے نہایت مفید معلومات حضرت سعدؓ کو بہم پہنچائیں اور شروع سے لے کر آخر تک تمام معرکوں میں مسلمانوں کے ساتھ رہا۔

(۲)

رستم اور حضرت سعدؓ میں گفتگوئے مصالحت

رستم نجف سے چل کر قادسیہ کے سامنے پہنچا اور عتیق کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ فی الحقیقت وہ ایک تجربہ کار جرنیل تھا اور مسلمانوں کی عسکری قوت اور بے پناہ جوشِ جہاد کا اسے بخوبی اندازہ ہوگیا تھا اس لئے وہ جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ مدائن اور قادسیہ کے درمیان صرف چند دن کا فاصلہ تھا لیکن رستم نے نہایت سست رفتاری سے چلتے ہوئے قادسیہ پہنچنے تک چھ مہینے صرف کر دیئے۔ مورخین نے رستم کی سست رفتاری کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ ان میں صحیح تر یہ ہے کہ رستم اسلامی لشکر کو قلتِ رسد میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح مسلمان تنگ آکر خود ہی اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے اور لڑائی تک نوبت نہیں پہنچے گی لیکن جب اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا اور دوسری طرف دربارِ ایران کی طرف سے پیہم اصرار ہوا کہ فوراً مسلمانوں سے لڑائی چھیڑو تو وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کے سامنے آگیا۔ تاہم لڑائی کی طرح ڈالنے سے پہلے اس نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں سے صلح کی گفتگو کی جائے شاید اسی ترکیب سے جنگ ٹلنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ چنانچہ اس نے حضرت سعدؓ کو پیغام بھیجا کہ اپنا کوئی معتمد میرے پاس صلح کی گفتگو کے لئے بھیجو۔ حضرت سعدؓ نے حضرت ربعیؓ[۱] بن عامرؓ کو اس کام پر مامور کیا۔

---

[۱] ابن اثیر کا بیان ہے کہ ربعی بن عامرؓ کی سفارت سے پہلے رستم کی گفتگو زہرہؓ بن عبداللہ بن قتادہ سے ہوئی جو لشکرِ اسلام کے مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ زہرہؓ زمانۂ جاہلیت میں بحرین کے حاکم تھے۔ عہدِ رسالت میں اپنی قوم کے وکیل بن کر مدینہ منورہ آئے تھے اور رسول اکرمؐ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ رستم نے ان کے سامنے ترغیب و تحریص کے سبز جال بچھائے اور ان سے کہا کہ ہم (باقی اگلے صفحہ پر)

ربعی رضؓ اس شان سے سفیر بن کر چلے کہ معمولی کپڑے زیب بدن تھے۔ کمر میں پٹی کی جگہ رسی بندھی ہوئی تھی۔ سر پر ایک معمولی صافہ رکھا ہوا تھا۔ اور تلوار میان کی بجائے چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف رستم نے نہایت اہتمام سے دربار سجایا۔ دور دور تک بیش بہا قالینوں کا فرش بچھوایا۔ راستے کے دونوں طرف نہایت اعلیٰ وردیوں میں ملبوس فوج کے دستے کھڑے کر دیئے اور خود امراء کے درمیان سونے کے تخت پر بیٹھا۔ ربعیؓ نہایت بے پروائی سے رستم کے دربار میں داخل ہوئے اور اپنے نیزے کی انی سے دیبا و حریر کا فرش پھاڑتے ہوئے سیدھے رستم کے تخت کے قریب پہنچے۔ نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور گھوڑے کی باگ ڈور ایک گاؤتکیہ سے باندھ فرش کا ایک کونہ اٹھا کر زمین پر بیٹھ گئے ان کی شانِ استغنا دیکھ کر سارا دربار مبہوت ہو گیا۔ درباریوں نے چاہا کہ دستور کے موافق ربعی رضؓ سے ہتھیار رکھوائے جائیں لیکن انھوں نے ہتھیار کھولنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں خود نہیں آیا، تمھاری دعوت پر آیا ہوں۔ اگر تمھیں میرے سامنے اس حالت میں گفتگو کرنا منظور نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

رستم نے اشارے سے درباریوں کو منع کر دیا کہ انھیں کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد رستم اور ربعی رضؓ کے درمیان ترجمان کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی۔ رستم نے پوچھا۔ "تم قالین پر کیوں نہیں بیٹھے"؟

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) نے عربوں پر بے شمار احسانات کئے ہیں اور کئی موقعوں پر ان کو قحط اور فاقہ کی مصیبتوں سے بچایا ہے اگر وہ لڑائی کے ارادہ سے باز آجائیں تو ہم انھیں کچھ دے دلا کر رخصت کر دیں گے۔ زہرہ رضؓ نے جواب دیا کہ اب عربوں کی حالت بدل گئی ہے۔ انکی لشکر کشی کا مقصد لوٹ مار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے ملک کو تمھاری غلامی سے نجات دلانے اور تمھیں دعوتِ اسلام دینے آئے ہیں اگر تم دینِ حق قبول کر لو تو سارا جھگڑا مٹ جائے گا اور وہ تمھارا ملک چھوڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ زہرہ رضؓ نے کچھ ایسے فصیح و بلیغ پیرائے میں گفتگو کی کہ رستم کھسیانا ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ زہرہ رضؓ کے واپس جانے کے بعد اس نے اپنے

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت ربعی رضؓ نے جواب دیا "ہم تمھارے پرتکلف فرش پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا فرشِ زمین کافی ہے۔"

رستم نے سوال کیا "تم اس مُلک میں کس مقصد کے لئے آئے ہو؟"

حضرت ربعی رضؓ نے جواب دیا "ہم کو اللہ تعالیٰ یہاں لایا ہے۔ ہم مخلوقِ خدا کو گمراہی سے نکال کر راہِ ہدایت پر لانا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگ دینِ حق کو قبول کروگے یا جزیہ دینا منظور کروگے تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے ورنہ ہمارے تمھارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔"

رستم نے کہا "لیکن تمھاری تلوار کا میان تو بہت بوسیدہ ہے، تلوار بھی ایسی ہی ہوگی۔ لڑائی میں یہ کیا کام دیتی ہوگی؟"

ربعی رضؓ چمک کر بولے "اس کی کاٹ بہت تیز ہے ابھی آزما کر دیکھ لو۔"

ایرانیوں نے کچھ مضبوط ڈھالیں ان کے سامنے رکھیں۔ ربعی رضؓ نے اپنی تلوار سے ان کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔

کچھ دیر اسی قسم کی نوک جھونک ہوتی رہی اس کے بعد رستم نے کہا کہ ہم تمھاری باتوں پر غور کریں گے اب تم جا سکتے ہو۔ ربعی رضؓ جس شانِ بے نیازی سے آئے تھے اسی طرح دربار سے رخصت ہوگئے۔

(۳)

دوسری اسلامی سفارت

دوسرے دن رستم نے حضرت سعدؓ سے پھر ایلچی بھیجنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت سعد رضؓ نے اب کی بار حضرت حذیفہ بن محصن رضؓ کو بھیجا۔ وہ بھی حضرت ربعی رضؓ کی سی "ہیئت کذائی" کے ساتھ رستم کے دربار میں داخل ہوئے لیکن اس فرق کے ساتھ کہ اُنھوں نے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) فوجی افسروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کا دماغ آسمان پر چڑھا ہوا ہے۔ تلوار کے بغیر یہ لوگ سیدھے نہیں ہوں گے۔ (تاریخ الکامل۔ جلد دوم)

گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے رستم سے گفتگو شروع کر دی۔ رستم نے پوچھا کہ آج کل والا سفیر کیوں نہیں آیا۔ حضرت حذیفہ رضؓ نے جواب دیا۔ "ہمارا سردار اسلام کے قانونِ مساوات پر عمل کرتا ہے۔ اور ہر شخص کو مسلمانوں کی خدمت کا موقع دیتا ہے کل ربعی رضؓ کی باری تھی آج میری ہے"۔

رستم نے پوچھا۔ "تم ہمارے ملک میں کیوں آئے ہو"

حضرت حذیفہ رضؓ نے وہی جواب دیا جو پہلے دن ربعی رضؓ نے دیا تھا۔ اب رستم نے پوچھا۔ "تم ہم کو کتنے دن کی مہلت دے سکتے ہو؟"

حضرت حذیفہ رضؓ نے فرمایا "زیادہ سے زیادہ تین دن کی جن میں سے ایک دن گزر چکا ہے"۔ اس گفتگو کے بعد حضرت حذیفہ رضؓ اپنی لشکرگاہ میں واپس آ گئے۔

(۴)

تیسری اسلامی سفارت

اگلے دن رستم نے پھر حضرت سعد رضؓ سے سفیر طلب کیا۔ انھوں نے اب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ[1] کو اس خدمت پر مامور کیا۔ مغیرہ رضؓ بھی حضرت ربعی رضؓ اور حذیفہ رضؓ کی طرح شانِ بے نیازی کے ساتھ رستم کے دربار میں داخل ہوئے اور سیدھے رستم کے تخت پر اس کے

---

[1] ابوعبداللہ مغیرہ بن شعبہ رضؓ ۵ھ میں دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوئے۔ غزوۂ حدیبیہ میں رسول اکرم صؐ کے ساتھ تھے اس کے بعد بھی کئی غزوات میں شریک ہوئے۔ عہدِ صدیقی میں یمامہ کے مرتدوں کی سرکوبی میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ عہدِ فاروقی میں عراق کے معرکوں میں جانبازی کے جوہر دکھائے اور دو مرتبہ سفارت کی خدمت سرانجام دی اس کے بعد بصرہ اور کوفہ کے گورنر رہے۔ عہدِ مرتضوی میں وہ امیر معاویہ رضؓ کے سرگرم حامیوں میں تھے۔ امیر معاویہ رضؓ نے ۴۱ھ میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ اسی جگہ انھوں نے ۵۰ھ میں بعارضہ طاعون وفات پائی۔ مغیرہ رضؓ غیر معمولی دل و دماغ کے مالک تھے اور ان کا شمار عرب کے مدبرین میں ہوتا تھا۔ لوگ عام طور پر انھیں "مغیرۃ الرائے" کے نام سے پکارتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضؓ کی سیاست اور طریق کار سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن تاریخِ اسلام میں انکو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار کرنا ممکن نہیں۔

زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ سارے دربار میں ہلچل مچ گئی اور چوبداروں نے آگے بڑھ کر ان کو تخت سے نیچے اتار دیا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ میں نے تو سنا تھا کہ اہلِ ایران بڑے مہذّب اور ذی شعور ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ایک شخص کو خدا بنا کر تخت پر بٹھا دیتے ہیں اور پھر اسکی پرستش کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم عربوں میں یہ دستور نہیں ہے۔ تم نے خود مجھے یہاں مہمان بنا کر بلایا اس لئے میرے ساتھ تمھارا یہ سلوک کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اگر تمھارے یہی اعمال واخلاق ہیں تو سمجھ لو کہ تمھارے آخری دن آگئے ہیں۔

رستم حضرت مغیرہ رضؓ کی باتیں سن کر شرمندہ ہوا اور کہا کہ میں نے تمھیں اپنے پاس سے اٹھانے کے لئے حکم نہیں دیا تھا، یہ میرے ملازموں کی غلطی تھی۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم اپنی بوسیدہ تلوار اور ان ذرا ذرا سے تیروں کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کروگے؟"

حضرت مغیرہ رضؓ نے جواب دیا کہ بے شک میری تلوار بوسیدہ ہے لیکن اسکی دھار کی تیزی پر مجھے پورا اعتماد ہے۔ رہے تیر تو سمجھ لو کہ شعلۂ آتش خواہ چھوٹا سا ہو پھر بھی آگ ہے اور اس کی خاصیت جلانا ہے۔

اس کے بعد رستم نے وہی گفتگو کی جو حضرت ربعی رضؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ سے کر چکا تھا۔ حضرت مغیرہ رضؓ نے نہایت معقول اور برجستہ جواب دیئے اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اگر تم دینِ حق قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرو، ورنہ تلوار ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔

رستم کا پیمانۂ صبر اب لبریز ہوگیا اور اس نے غیظ وغضب کے عالم میں للکار کر کہا۔ "آفتاب کی قسم اب ہرگز تم سے صلح نہ ہوگی بلکہ تم سب کو ہلاک کردوں گا۔"[1]

مغیرہ رضؓ نے کہا۔ "بہت اچھا جو اللہ چاہے گا۔" اس کے بعد وہ اپنے لشکر میں واپس آگئے اور حضرت سعد رضؓ کو رستم کے عزائم سے مطلع کیا۔ انھوں نے اسی وقت مجاہدین

[1] رستم کے اصل الفاظ یہ تھے "غدًا امدّ قُبُلهما" یعنی کل ہم ان کو کچل ڈالیں گے (ابنِ اثیر)

کو جنگ[1] کی تیاری کا حکم دے دیا۔ دوسری طرف ایرانی لشکر بھی جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ اب مصالحت کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور جنگ سے مفر کی کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ دونوں لشکروں کے درمیان دریا حائل تھا۔ رستم نے حضرت سعدؓ کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے آؤ گے یا ہم ادھر آئیں؟ حضرت سعدؓ نے کہلا بھیجا کہ تم ادھر آجاؤ۔ دریا میں اُس وقت پانی کم تھا۔ رستم نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اس پر ایک مضبوط پُل بنا دو۔ چنانچہ راتوں رات پُل بن کر تیار ہو گیا۔

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مغیرہؓ کی واپسی کے بعد حضرت سعدؓ نے اتمام حجت کے لئے رستم کے پاس ایک اور سفارت بھیجی جو تین آدمیوں پر مشتمل تھی مسلمان سفراء نے نہایت نرمی اور ملاطفت سے رستم کو اسلام کی دعوت دی لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا اور یہ آخری سفارت بھی ناکام ہو گئی۔ اس سفارت کی واپسی پر حضرت سعدؓ نے لشکرِ اسلام کو کمر بندی کا حکم دے دیا۔

جنگِ قادسیہ

(۱)

ایرانیوں اور مسلمانوں کی صف آرائی

آخری اسلامی سفارت کی واپسی کے دوسرے دن رستم بڑے جاہ وجلال کے ساتھ دریا سے پار اترا۔ قلبِ لشکر میں سونے کا جواہر نگار تخت اس کے لئے بچھایا گیا جس پر سنہری چتر سایہ کئے ہوئے تھا۔ ساری کی ساری فوج (جس کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی) لوہے میں ڈوبی ہوئی اپنے سردار کے اشارے کی منتظر تھی۔ جنگی ہاتھیوں کے قدموں کی دھمک سے زمین دہل رہی تھی۔ رستم نے نہایت ترتیب سے اپنی صفیں آراستہ کیں اور مناسب جگھوں پر ہاتھیوں کے پرے جمائے۔ یزدگرد کا حکم تھا کہ اسے جنگ کے حالات سے ہر لحظہ باخبر رکھا جائے۔ رستم نے اس کا یوں اہتمام کیا کہ میدانِ جنگ سے لے کر دارالسلطنت مدائن تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ہرکارے بٹھا دیئے۔ پہلا آدمی دوسرے کو خبر دیتا، دوسرا تیسرے کو اس طرح پل پل کی خبریں یزدگرد کو پہنچ جاتی تھیں۔

اس پرخروش لشکر کے مقابلے میں اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار سے کچھ اوپر تھی لیکن دینِ حق کے جانباز سپاہی دشمن کی کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کو کب خاطر میں لاتے تھے۔ سروں پر کفن لپیٹ کر اپنے سے کئی گنا لشکر کے مقابلے پر صف آرا ہو گئے لیکن خدا کا کرنا کہ عین اس نازک موقع پر امیر المجاہدین حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ ایک مرض کی وجہ سے لڑائی میں

شرکت کرنے سے معذور ہو گئے۔ یہ مرض کیا تھا؟ — اس بارے میں مؤرخین کے بیانات میں خاصا اختلاف ہے تین مشہور روایات یہ ہیں :-

۱۔ حضرت سعدؓ عرق النساء میں مبتلا تھے۔ چلنا پھرنا تو کجا، حرکت کرنے سے بھی معذور تھے

۲۔ حضرت سعدؓ کی رانوں میں دنبل کے پھوڑے نکلے ہوئے تھے اس لئے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے اور پیدل چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔

۳۔ (بہت مدّت پہلے) حضرت سعدؓ کو ایک جنگ میں گہرے زخم آئے تھے۔ گو یہ زخم مندمل ہو گئے تھے لیکن قادسیہ میں خیمہ زن ہونے کے بعد کسی وجہ سے یہ زخم پھر ہرے ہو گئے تھے۔ اور ان کی تکلیف کی وجہ سے وہ لڑائی میں حصّہ لینے کے قابل نہ تھے۔

بہر صورت تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سعدؓ ایک ایسے مرض میں مبتلا تھے کہ ان کے لئے عملی طور پر جنگ میں حصّہ لینا ممکن نہ تھا۔ عام لوگوں کو حضرت سعدؓ کی بیماری کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لئے بعض مجاہدین کو غلط فہمی ہوئی کہ ان کے امیر نے جان بوجھ کر لڑائی میں شامل ہونے سے گریز کیا ہے۔ بعد میں جب حضرت سعدؓ نے ان کو اپنی بیماری کا حال بتایا اور اس کا ثبوت پیش کیا تو وہ لوگ اپنی بدگمانی پر نادم ہوئے۔ حضرت سعدؓ کی گزشتہ تمام زندگی راہِ حق میں بے مثال استقامت، ایثار کوشی اور سرفروشی کے کارناموں سے عبارت تھی۔ ان جیسے نڈر اور شجاع شخص کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی موقع پر جان بوجھ کر جنگ سے پہلو تہی کر سکتے تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ میں حصّہ لینا تو ایک مومن کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے اور فی الحقیقت حضرت سعدؓ بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے شانہ بشانہ کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے بے تاب تھے لیکن عین موقع پر مذکورہ مرض نے انھیں بے بس کر دیا۔ اب ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میدانِ جنگ سے قریب کسی ایسی جگہ مقیم ہو جائیں جہاں سے لڑائی کا تمام نقشہ ان کی نظروں کے سامنے ہو۔ اور وہ بالواسطہ اپنی فوجوں کو خود لڑا سکیں۔ میدانِ جنگ کے

قریب زمانۂ قدیم کا ایک قصر تھا۔ حضرت سعدؓ اس کی دوسری منزل پر تکیہ کے سہارے اس طرح بیٹھ گئے کہ سارا میدانِ جنگ نظر کے سامنے تھا۔ اب انھوں نے حضرت خالد بن عرفطہؓ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: "خالد میری حالت تم دیکھ رہے ہو کہ بمشکل حرکت کر سکتا ہوں۔ دشمن سر پر آپہنچا ہے اور لڑائی کو ٹالنا ممکن نہیں۔ میدانِ جنگ میں میں تمھیں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ اللہ کا نام لے کر مجاہدین کی قیادت سنبھالو۔ وقفہ وقفہ کے بعد میں تمھیں مناسب احکام بھیجتا رہوں گا۔" اس کے بعد حضرت سعدؓ نے فوج کے علمبرداروں کو پیغام بھیجا کہ "میں بیماری کی وجہ سے لڑائی میں شرکت کرنے سے معذور ہوں۔ خالد بن عرفطہؓ کو میں نے اپنی جگہ تمھارا امیر مقرر کیا ہے اس کے حکم کو میرا حکم سمجھو اور اس کی اطاعت کرو۔"

حضرت سعدؓ کا حکم مجاہدین کو سنایا گیا تو سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اب حضرت سعدؓ نے اپنے قریب کی فوج کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس میں جہاد کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ "اگر تم نے ثابت قدمی دکھائی تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالے کے موعودہ انعام کے حقدار ہو جاؤ گے اور اگر تم نے پست ہمتی کا مظاہرہ کیا تو دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر لو گے۔"

حضرت سعدؓ کی تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں شوقِ شہادت کے شعلے بھڑکا دیئے اور انھوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اے امیر انشاء اللہ آپ ہمیں میدانِ جہاد میں ثابت قدم پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے فوج کے تجربہ کار اور اہل الرائے اصحاب کو بلایا اور انھیں ضروری ہدایات دے کر رخصت کیا۔ خالد بن عرفطہؓ کو احکام بھیجنے کے لیے حضرت سعدؓ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کاغذ کے پرزے پر ہدایات لکھتے اور اس کی گولی بنا کر بالاخانے سے نیچے خالدؓ کی طرف پھینک دیتے۔ چنانچہ خالدؓ شروع سے لے کر آخر تک حضرت سعدؓ کی ہدایات کے مطابق فوج کو لڑاتے رہے۔[1]

---

[1] علامہ شبلیؒ "الفاروق" میں لکھتے ہیں: "تمدن کے ابتدائی دور میں فنِ جنگ کا اس قدر ترقی کرنا تعجب کے قابل اور عرب کی تیزیٔ طبع اور لیاقتِ جنگ کی دلیل ہے۔"

(۲)

جنگ کا آغاز

اب دونوں فوجیں تیار ہوکر ایک دوسرے کے مقابل کھڑی تھیں، ایک طرف رستم اور دوسرے ایرانی اُمراء اپنے لشکر کا جذبۂ قومی ابھار رہے تھے تو دوسری طرف عرب کے مشہور شعراء وخطیب تمام لشکرِ اسلام میں پھیل گئے تھے اور اپنی رجز خوانی سے مجاہدین میں ہیجان بپا کر دیا تھا ان میں حضرت عمرو بن معدیکربؓ، ربعی بن عامرؓ، طلیحہ بن خویلد اسدیؓ، عاصم بن عمروؓ، ہذیل اسدیؓ، شماخؓ، عبدہ بن طیبؓ، قیس بن ہبیرہؓ اور حطیئہؓ پیش پیش تھے۔ انکی پُراثر تقریروں اور رجزیہ اشعار نے لشکرِ اسلام کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک آگ سی لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی قاریوں نے نہایت خوش الحانی سے "سورۂ جہاد" (یعنی سورۂ انفال) کی تلاوت شروع کر دی۔ کلام الٰہی کی تاثیر نے دلوں کو گرما دیا اور ہر مسلمان شوقِ شہادت سے بے تاب ہوگیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ جہاد میں حصّہ لینے کے لئے بہت سے مجاہدین اپنے اہل وعیال سمیت قادسیہ آئے تھے۔ اس موقعہ پر مشہور صحابیہ حضرت خنساءؓ بنت عمرو بن الشریدؓ[1] بھی اپنے چار فرزندوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ وہ اگرچہ ضعیف العمر

---

[1] حضرت خنساءؓ بنت عمرو بن الشرید بڑی جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ ان کا اصل نام تماضر تھا اور خنساء لقب تھا جو عربی زبان میں ہرنی کو کہتے ہیں۔ وہ نجدی قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں۔ ان کا پہلا نکاح رواحہ بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ اس کی موت کے بعد مرداس بن ابوعامر کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ اُن کی پرورش بڑے اچھے ماحول میں ہوئی۔ شعروسخن سے فطری لگاؤ تھا۔ عنفوانِ شباب میں ہی اُن کی شاعری کی شہرت دُور دُور تک پھیل گئی تھی۔ صخر نامی ان کا ایک بھائی بڑا شجاع اور وجیہ نوجوان تھا۔ خنساءؓ اس سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ ایک قبائلی جنگ میں صخر شدید زخمی ہوگیا اور کئی ماہ صاحبِ فراش رہنے کے بعد فوت ہوگیا۔ اپنے محبوب بھائی کی موت پر خنساءؓ کی دُنیا تاریک ہوگئی اور ان کے ذوقِ شعروسخن نے مرثیوں کی صورت اختیار کر لی۔ انھوں نے صخر کی موت پر ایسے دردناک مرثیے کہے کہ سارے عرب میں وہ "ارثی العرب" یعنی عرب کی سب سے بڑی مرثیہ گو

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

تھیں لیکن اعلانِ جہاد سُن کر بے اختیار ہو گئیں اور اپنے فرزندوں کے ساتھ لشکرِ اسلام میں آ شامل ہوئیں۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے انھوں نے اپنے فرزندوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذاتِ لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمھارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمھارے ماموں کو ذلیل و رُسوا کیا۔ تمھارا نسب بے عیب ہے اور تمھارا حسب بے داغ۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی دُنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آلِ عمران ع ۲۰)

(یعنی اے مسلمانو صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو)۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔ ان کو عربی ادب پر کامل عبور حاصل تھا اور ان کے مرثیے اتنے پُرتاثیر ہوتے تھے کہ جو انھیں سُنتا بے اختیار رو دیتا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ عکاظ کے مشہور سالانہ میلے میں ضرور شرکت کیا کرتی تھیں۔ ان کے خیمے کے دروازے پر ایک جھنڈا نصب ہوتا تھا جس پر جلی حروف میں "ارثی العرب" کے الفاظ لکھے ہوتے تھے۔ اس خیمے کے گرد لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا تھا جو خنساء رضؓ کی زبان سے مرثیے سننے کا مشتاق ہوتا تھا۔ اس دور کے تمام مشہور شعراء شعر و ادب کے میدان میں حضرت خنساء رضؓ کی استادی کے معترف تھے۔ علمائے عرب کے نزدیک خنساء رضؓ کے برابر عرب میں کوئی عورت شاعر پیدا نہیں ہوئی نہ اُن سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔

حضرت خنساء رضؓ کے بڑھاپے کا آغاز تھا کہ آفتابِ اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا (باقی اگلے صفحہ پر)

کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو تم خاص آتش دانِ جنگ میں گھس پڑنا اور راہِ حق میں دیوانہ وار تلوار چلانا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور اگر شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔" (اسد الغابہ جلد ۵۔ ابن اثیر)۔

چاروں نونہالوں نے (جن کے نام عبداللہؓ، ابوشجرؓ، زیدؓ، اور معاویہؓ تھے) یک زبان ہو کر کہا:

"اے مادرِ محترم! انشاء اللہ ہم آپ کی توقعات پر پورے اتریں گے اور آپ ہمیں ثابت قدم پائیں گی۔" لہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) حضرت خنساءؓ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سلیم عطا کی تھی۔ جونہی ان کے کانوں میں دعوتِ حق کی بھنک پڑی انھوں نے اس پر لبیک کہا اور اپنے قبیلے کے چند لوگوں کے ساتھ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئیں۔ حضورؐ دیر تک ان کا فصیح و بلیغ کلام سنتے رہے اور ان کی نادر الکلامی پر حیرت کا اظہار فرماتے رہے۔ اس کے بعد وہ اپنے قبیلہ میں واپس جا کر تبلیغِ حق میں مشغول ہو گئیں اور بہت جلد اپنے قبیلہ کو بھی مشرف بہ اسلام کر لیا۔ صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں وہ ان ثابت قدم لوگوں میں تھیں جن کے قدم فتنۂ ارتداد کے خوفناک طوفان میں بھی نہ لڑکھڑائے۔ عہدِ فاروقی میں وہ قادسیہ کی ہولناک جنگ میں اپنے فرزندوں کے ہمراہ شریک ہوئیں۔ ان کے فرزندوں کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے آٹھ سو درہم سالانہ وظیفہ حضرت خنساءؓ کے نام منتقل کر دیا۔ حضرت خنساءؓ نے ۲۴ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (سیر الصحابیات۔ ادب العرب زبید احمد)۔

لہ طبری نے اس سے ملتا جلتا واقعہ ایک دوسری خاتون کے متعلق بیان کیا ہے۔ یہ بوڑھی خاتون قبیلہ نخع سے تھیں۔ انھوں نے اپنے چار فرزندوں کو میدانِ جنگ میں بھیجتے وقت یہ الفاظ کہے: (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت خنساء رضؓ کی طرح میدانِ جہاد میں موجود دوسری مسلمان خواتین نے بھی اپنے بچوں، بھائیوں اور شوہروں کو اسی طرح رخصت کیا۔ حضرت سعد رضؓ نے دستور کے مطابق "تین" تکبیریں کہیں جن پر مجاہدین نے اپنی تلواریں بے نیام کرلیں۔ اور نیزے دشمن کی طرف سیدھے کرلئے۔ چوتھی تکبیر پر لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ سب سے پہلے ایرانی لشکر کی طرف سے ہرمز نامی ایک جنگجو شہزادہ میدان میں نکلا اور مبارزت طلب کی۔ اس کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کی طرف سے حضرت غالب بن عبداللہ اسدی رضؓ رجز پڑھتے ہوئے نکلے اور دو جھڑپوں میں ہی ہرمز کو مغلوب کرلیا لیکن کسی خیال سے اسے قتل نہ کیا اور گرفتار کرکے اپنے لشکر میں لے آئے۔ اس کے بعد ایرانیوں کا ایک اور شہسوار میدان میں آیا۔ حضرت عاصم بن عمرو رضؓ اس کے مقابلے پر آئے۔ ایرانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ـــ "پیارے فرزندو تم اسلام لائے اور اس پر ثابت قدم رہے۔ تم نے ہجرت کی تو تم کو کسی نے ملامت نہ کی۔ تمہارا وطن تمہارے ناموافق نہ تھا نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا۔ اس کے باوجود تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ لاکر اہلِ فارس کے سامنے ڈال دیا ہے۔ خدا کی قسم تم ایک باپ کی اولاد ہو اور اسی طرح ایک ماں کے بطن سے ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ میں نے تمہارے ماموں کو ذلیل کیا۔ جاؤ اور شروع سے اخیر تک لڑو"

بظاہر یہ دونوں واقعے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن مولانا سید سلیمان ندوی رحؒ کی رائے میں یہ دو مختلف واقعے ہیں۔ وہ اپنے مضمون "خواتینِ اسلام کی بہادری" میں لکھتے ہیں:-

"یہ دونوں واقعے موقع جنگ، تعداد اولاد اور بعض الفاظ کے اتحاد سے ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اختلافات بھی ایسے ہیں جو ایک واقعہ نہیں ہونے دیتے۔ پہلی عورت قبیلہ نخع کی ہے خنساء رضؓ قبیلہ سلیم کی ہے۔ پہلی عورت کی مختصر اور سادہ تقریر ہے دوسری عورت کی تقریر طویل، فصاحت اور جوش سے لبریز ہے جو خنساءؓ کے شایانِ شان ہے۔ طبری نے پہلی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے مالِ غنیمت لے کر صحیح وسالم واپس آگئے ابنِ اثیر نے دوسری عورت کے متعلق لکھا ہے کہ اسکے بیٹے شہید ہوئے اور ان کی تنخواہ حضرت عمر رضؓ ان کی ماں کو

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شہسوار بہت جلد جی ہار بیٹھا اور تابِ مقاومت نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ اب ایک اور ایرانی جنگجو للکارتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت عمرو بن معدیکربؓ اس کے مقابل ہوئے ایرانی شہسوار بڑا ماہر تیر انداز تھا۔ اس نے تاک کر حضرت عمروؓ پر تیر چلایا لیکن وہ بال بال بچ گئے اور برق رفتاری سے ایرانی کے سر پر جا پہنچے۔ ایرانی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے حضرت عمروؓ نے اس کی کمر بند میں ہاتھ ڈال کر زمین پر دے مارا اور پھر اس کا سر کاٹ کر ایرانی لشکر کی طرف پھینک دیا۔ لشکرِ اسلام سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے۔ اب جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے گتھ گئے۔

(۲)

یوم الارماث

ایرانیوں نے سب سے پہلے جنگی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف دھکیلا۔ ہاتھیوں کی یلغار کو قبیلہ بجیلہ کے جانبازوں نے روکا۔ بہت سے بجیلی مجاہدین ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے مسلے گئے۔ حضرت سعدؓ نے بنی اسد کو بجیلہ کی مدد کے لئے پہنچنے کا حکم دیا۔ بنی اسد مردانہ وار ہاتھیوں کی طرف بڑھے لیکن وحشی ہاتھیوں نے انھیں بھی پیچھے دھکیل دیا۔ اب حضرت سعدؓ نے قبیلہ بنی تمیم کو جو نیزہ بازی اور تیر اندازی میں بے پناہ مہارت رکھتے تھے، پیغام بھیجا کہ اے بنی تمیم! آج تمھارے کمالِ فن کا مظاہرہ ہے۔ آگے بڑھ کر اپنے بھائیوں کی مدد کو پہنچو۔ بنی تمیم نے تکبیر کا نعرہ لگا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ ہاتھیوں کے منہ پھیر دیئے اور ان کے سواروں کو اپنے نیزوں اور تیروں سے نیچے گرا دیا۔ اب دونوں فوجوں میں دست بدست اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ الاماں والحفیظ۔ اس وقت حضرت خنساءؓ کے چاروں بیٹے گھوڑوں کی باگیں اٹھائے رجز پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود پڑے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) دیا کرتے تھے، واللہ اعلم۔" اپنے مضمون میں سید سلیمان نے قبیلہ نخع کی خاتون کا ذکر پہلے کیا ہے اور حضرت خنساءؓ کا بعد میں۔ اسی لئے انھوں نے قبیلہ نخع کی خاتون کو پہلی اور خنساءؓ کو دوسری عورت لکھا ہے۔

اور نہایت بے جگری سے لڑتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ حضرت خنساءؓ نے انکی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا:-

"خدا کا شکر ہے کہ میرے فرزندوں نے میدانِ جنگ سے پیٹھ نہیں موڑی، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی شہادت کا شرف مجھے بخشا۔ اس ذاتِ رحیم سے اُمید ہے کہ اپنی رحمت کے سائے میں وہ میرے بچوں کے ساتھ مجھے بھی جگہ دے گا۔"

صبح سے شام تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ حضرت سعدؓ جنگ کا نظارہ دیکھ کر بہت بے چین ہو رہے تھے اور بار بار پہلو بدلتے تھے۔ ان کی نو بیاہتا بیوی سلمیٰ کو بھی حضرت سعدؓ کی تکلیف کا پورا اندازہ نہ تھا اور وہ لڑائی میں ان کے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے کچھ رنجیدہ سی تھیں انہوں نے حضرت سعدؓ کو بار بار کروٹیں بدلتے دیکھا تو طنزاً کہا کہ "افسوس آج مثنیٰؓ (سلمیٰ کے پہلے شوہر) نہ ہوئے۔"

حضرت سعدؓ کو سلمیٰ کی بات پر سخت غصہ آیا اور انھوں نے اُن کے مُنہ پر طمانچہ مار کر کہا۔ "مثنیٰؓ ہوتے تو وہ اس سے بڑھ کر کیا کر لیتے جو بنی اسد اور بنی تمیم کے جانباز کر رہے ہیں۔"

سلمیٰ نے جذبات سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اللہ اللہ یہ بزدلی اور اس کے ساتھ یہ غیرت۔"

حضرت سعدؓ سمجھ گئے کہ سلمیٰ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ انھوں نے ان کو اپنی تکلیف سے پوری طرح آگاہ کیا اور فرمایا کہ "اگر تم بھی مجھے معذور نہ سمجھو گی تو دوسرے مسلمان تو لامحالہ مجھے بھگوڑا ہی سمجھیں گے۔"

سلمیٰ اب مطمئن ہو گئیں اور دونوں میاں بیوی مسلمانوں کی سلامتی کے لئے خدا کے حضور دستِ بدعا ہو گئے۔ رات کی تاریکی جب گہری ہو گئی تو دونوں لشکر زخموں سے چور ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔ قادسیہ کی جنگ کا یہ پہلا دن "یوم الارماث" کہلاتا ہے۔

اس دن پانچ اور چھ سو کے درمیان مسلمان شہید ہوئے اور ہزارہا ایرانی ہلاک ہوئے۔ چونکہ حضرت سعدرضؓ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اس لئے بعض مسلمانوں کو انکی طرف سے بدگمانی تھی۔ یہاں تک کہ ایک شاعر نے یہ شعر موزوں کرکے پڑھے۔

نُقاتِلُ حتّٰی انزلَ اللّٰہ نصرہٗ — وسعدٌ بباب القادسیّۃ معصمٖ

ہم لڑتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امداد نازل فرماتا ہے — مگر سعد قادسیہ کے دروازے پر پناہ گزین ہیں

فأبنا وقد آمت نساءٌ کثیرۃٌ — ونسوۃ سعد لیس فیھن ایّمٖ

ہم واپس ہوئے تو اس حال میں تھے کہ ہماری بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں — لیکن سعد کی بیویوں میں سے کوئی بھی بیوہ نہ ہوئی

بدگمان مسلمان ان شعروں کو بار بار پڑھتے تھے یہاں تک کہ تمام فوج میں ان کا چرچا ہونے لگا۔ حضرت سعدرضؓ کو اس بارے میں اطلاع ملی تو انھیں بہت دکھ ہوا۔ چنانچہ انھوں نے تمام فوج کو جمع کیا اور ان کو اپنے زخم (یا آبلے) دکھائے۔ اس کے ساتھ ہی بدگمانی کرنے والوں مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم لوگ دشمن کے مقابلہ پر نہ ہوتے تو سخت سزا کے مستحق تھے (کیونکہ ایسے نازک موقع پر اپنے امیر کے خلاف محاذ بنانا دشمن کے ہاتھ مضبوط کرنے کے مترادف ہے) اگر کسی نے آئندہ ایسی حرکت سے فوج میں بددلی پھیلانے کی کوشش کی تو میں اس کا سخت محاسبہ کروں گا۔

غلط فہمی کے شکار مسلمانوں نے جب اپنی آنکھوں سے حضرت سعدرضؓ کی تکلیف کا حال دیکھا تو اپنی بدگمانی پر نادم ہوئے اور ان کی اطاعت کا عہد کیا۔[1]

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ قادسیہ کی جنگ ختم ہونے کے بعد پیش آیا لیکن اکثر روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارماث کے دن ہی بعض حلقوں میں حضرت سعدرضؓ کے خلاف چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ جب مسلمان میدانِ جنگ سے واپس ہوئے تو حضرت سعدرضؓ نے ان کے سامنے اپنی معذوری ثابت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت سعدرضؓ کو ان اشعار کی اطلاع ملی (باقی اگلے صفحہ پر)

(۴)

یَومُ الاغواث

دُوسرے دِن حضرت سعد رضؓ نے علی الصباح شہداء کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اس کے بعد دونوں فوجیں پھر ایک دُوسرے کے مقابلے پر صف آراء ہو گئیں طبلِ جنگ پر چوٹ پڑی ہی تھی کہ شام کی امدادی فوج کا مقدمۃ الجیش حضرت قعقاع بن عمرو رضؓ کے زیرِ کمان آ پہنچا۔ یہ امدادی فوج حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ نے شام سے امیر المومنین عمر فاروق رضؓ کی ہدایت کے مطابق روانہ کی تھی۔ قعقاع رضؓ کے ساتھ ایک ہزار آزمُودہ کار جنگجو تھے۔ باقی امدادی فوج جو پانچ ہزار جوانوں پر مشتمل تھی، پیچھے آ رہی تھی۔ اس کے سپہ سالار حضرت ہاشم رضؓ بن عتبہ تھے جو حضرت سعد رضؓ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ مسلمانوں کو کمک پہنچ جانے سے بڑی تقویت مِلی۔ قعقاع رضؓ نامی بہادر تھے اور ایک ہزار سواروں کے برابر مانے جاتے تھے۔ وہ اگرچہ بڑے طویل سفر کے بعد قادسیہ پہنچے تھے لیکن ایک لمحہ دم لئے بغیر انھوں نے آتے ہی ایرانیوں کو مقابلے کے لئے للکارا۔ ایرانیوں کا نامی امیر بہمن جادویہ (جس کے ہاتھوں مسلمانوں کو معرکہ جسر میں ہزیمت اُٹھانی پڑی تھی) حضرت قعقاع رضؓ کے مقابلہ پر آیا۔ قعقاع رضؓ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اُسے خاک و خوُن میں لوٹا دیا۔ اس کے بعد چند اور ایرانی جنگجو میدان میں نکلے اور مقتول ہوئے۔ اب عام لڑائی شروع ہوئی۔ آج ایرانیوں کے ساتھ ہاتھیوں کی تعداد کم تھی تاہم وہ مسلمانوں کے لئے مصیبت کا باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) تو ان کو اس بے جا سوئے ظنی پر بڑا دُکھ ہوُا۔ اور انھوں نے بارگاہِ الہٰی میں التجا کی اللّٰھم ان کان ھٰذا کاذبا وقال الذی قالہ ریاء وسمعۃ فاقطع عنی لسانہ (الہٰی اگر اس شاعر نے غلط کہا ہے اور محض اپنا نام مشہور کرنے کے لئے کہا ہے تو اس کی زبان بند کر دے) حضرت سعد رضؓ کی دُعا قبول ہوئی۔ یہ شعر کہنے والے صاحب ایک صف میں کھڑے تھے کہ دشمن کا ایک تیر ان کے مُنہ میں آ کر لگا جس سے اُن کی زبان بند ہو گئی اور وہ شہید ہو گئے (اشاعتِ اسلام۔ محمد حبیب الرحمٰن)

بنے ہوئے تھے۔ اِن کے تدارک کے لئے حضرت قعقاع رض نے اونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال کر انھیں بھی ہاتھیوں کی طرح مہیب بنا دیا۔ ایرانیوں کے گھوڑے انھیں دیکھ دیکھ کر بدکتے اور مسلمان اُن کے سواروں کو اپنے نیزوں پر رکھ لیتے۔ رستم نے اب پیدل فوجوں کو سواروں کی مدد کے لئے آگے بڑھایا۔ یہ فوجیں آندھی اور طوفان کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئیں۔ مسلمانوں نے بڑی ہمت سے اس طوفانی حملہ کو روکا۔ اس زور کا رن پڑا کہ زمین کانپ اٹھی۔ دوسری طرف مدائن سے ایرانی فوجوں کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ عین اس موقع پر حضرت ہاشم رض بن عتبہ بھی اپنی فوج کے ساتھ میدانِ کارزار کے قریب آ پہنچے۔ انھوں نے حضرت قعقاع رض کے مشورہ کے مطابق اس فوج کے کئی دستے بنا دیئے [1] ہنگامۂ کارزار میں ہر ایک دستہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد نعرۂ تکبیر لگاتا ہوا داخل ہوتا، جس سے مسلمانوں کی ہمت بلند ہوتی اور ایرانیوں پر ہراس طاری ہو جاتا۔ لیکن اُن کا ٹڈی دَل کسی طرح کم ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس وقت قبیلہ بنو ثقیف کے نامور بہادر ابو محجن رض [2] شراب نوشی کے جرم میں حضرت سعد رض

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ہاشم بن عتبہ رض امدادی فوج کے ساتھ تیسرے دن قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ (عمر فاروقِ اعظم رض از محمد حسنین ہیکل)۔ علامہ شبلی کا بیان ہے کہ جنگ قادسیہ کے تیسرے دن شام سے جو امدادی فوج پہنچی وہ صرف سات سو جوانوں پر مشتمل تھی اور اس کی قیادت ہشام رض کر رہے تھے۔ (الفاروق)۔

[2] ابو محجن عمرو بن حبیب ثقفی رض رسولِ اکرم ص کے صحابی تھے۔ وہ زمانۂ جاہلیت ہی سے عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ۹ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بدقسمتی سے وہ شراب نوشی کی علّتِ بد میں مبتلا ہو گئے تھے۔ عہدِ فاروقی میں اُن پر سات یا آٹھ مرتبہ شراب نوشی کے جرم میں حد جاری کی گئی لیکن یہ عادت اُن سے کسی طرح چھوٹنے نہ پاتی تھی بلکہ ان کی طبیعت میں اور راسخ ہوتی جاتی تھی گویا ؎

نارا گرفتہ یار سوئے دار می برد ٭ ساقی بیار مَے کہ دم گیر و دار ماست

والا معاملہ تھا۔ بالآخر حضرت عمر رض نے انھیں گرفتار کر کے ایک جزیرہ میں نظر بند کر دیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کی اقامت گاہ کے قریب پابستہ ایک کوٹھڑی میں مقیّد تھے۔ وہ قید خانے کے سوراخوں سے لڑائی کا تماشہ دیکھ کر سخت بے قرار ہو رہے تھے۔ جوشِ شجاعت میں اپنے ہونٹ دانتوں میں دباتے تھے۔ اور رانوں پر ہاتھ مارتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی زوجہ سلمیٰ قریب ہی تھیں۔ ابو محجن رضؓ نے ان سے التجا کی کہ اس وقت مجھے چھوڑ دو۔ شہید ہو گیا تو بہتر ورنہ خود ہی آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ سلمیٰ نے حضرت سعد رضؓ کے عتاب کے ڈر سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو محجن رضؓ بہت مایوس ہوئے اور ان کی زبان پر بے اختیار یہ دردناک اشعار جاری ہو گئے

کفی حزنا ان تردی الخیل بالقنا	واترك مشدودًا علی وثاقیا
اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں۔	اور میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں
اذا قمت عنا نی الحدید واغلقت	مصاریع دونی تصم المنادیا
جب میں کھڑا ہونے کا ارادہ کرتا ہوں تو زنجیریں دامن کش ہو جاتی ہیں	اور دروازے اس طرح بند کر دیئے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔
وقد کنت ذا اھل کثیر و اخوۃ	فقد ترکونی واحدًا لا اخالیا
میرے بھائی بند کثیر تعداد میں ہیں	لیکن انھوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے اور سب میرے حال سے غافل ہیں۔
وللہ عھدٌ لا اخیس یعھدہ	لئن فرجت ان لا ازور الحوانیا
میں نے اپنے اللہ سے عہد کیا ہے اور میں اس عہد کو نہیں توڑوں گا کہ	اگر میخانوں کے دروازے (اب) مجھ پر وا کر دیئے جائیں تو بھی میں ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) یا بروایت دیگر انھیں دو آدمیوں کی نگرانی میں کسی جزیرہ کی طرف روانہ کیا لیکن وہ راستے ہی میں موقع پا کر فرار ہو گئے) حضرت ابو محجن رضؓ نے عراق کی جنگ کا حال سنا تو ان کی رگِ شجاعت پھڑک اٹھی اور (قید خانے سے فرار ہو کر) سیدھے قادسیہ جا پہنچے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کو ان کے قادسیہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو انھوں نے حضرت سعد رضؓ کو حکم بھیجا کہ ابو محجن رضؓ کو پابہ زنجیر کر کے قید کر دو۔ اس کے (باقی اگلے صفحہ پر)

سلمیٰ رضؓ ان اشعار سے بہت متاثرؓ ہوئیں اور انھوں نے ابومحجن رضؓ کو رہا کر دیا۔ اب انھوں نے سلمیٰ رضؓ سے درخواست کی کہ تم نے اتنا کیا ہے تو اب مجھے جنگ کا سامان اور ایک گھوڑا بھی دے دو۔ سلمیٰ رضؓ نے حضرت سعد رضؓ کا ابلق گھوڑا اور ان کے ہتھیار ابومحجن رضؓ کے حوالے کر دیئے۔ ابومحجن رضؓ حضرت سعد رضؓ کے گھوڑے پر سوار ہو کر منہ سر لپیٹے تیر کی طرح میدانِ جنگ میں پہنچے اور اس جوش اور وارفتگی سے لڑے کہ اپنے بیگانے سبھی عش عش کر اٹھے۔ وہ دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے کبھی میدانِ جنگ کے اس کنارے پر ہوتے اور کبھی دوسرے کنارے پر۔ جس طرف رُخ کرتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے مسلمان حیران تھے کہ معلوم نہیں یہ کون شخص ہے؟ غالباً خدا نے مسلمانوں کی مدد کے لئے کوئی فرشتہ نازل کیا ہے۔ حضرت سعد رضؓ اپنی اقامت گاہ سے میدانِ جنگ کا معائنہ کر رہے تھے۔ حضرت ابومحجن رضؓ کے بہادرانہ کارنامے دیکھ کر متحیر تھے کہ لڑنے کا انداز تو ابومحجن رضؓ کا ہے لیکن وہ تو اس وقت قید ہے۔ شام تک میدانِ رزم گرم رہا۔ جب ظلمتِ شب اپنے سائے چاروں طرف پھیلانے لگی تو دونوں فوجیں اپنی قیام گاہوں کو لوٹیں۔ اُس دِن دس ہزار ایرانی مقتول ہوئے اور دو ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت پیا۔ جنگِ قادسیہ کا دوسرا دِن "یوم الاغواث" کہلاتا ہے۔ حضرت ابومحجن رضؓ نے لڑائی ختم ہونے پر اپنی بیڑیاں خود ہی آکر پہن لیں۔ حضرت سعد رضؓ بالاخانے سے نیچے اُترے تو سلمٰے نے اُن سے دریافت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ساتھ ہی ان کے جرم اور فراری کی ساری کیفیت لکھ بھیجی۔ حضرت عمر رضؓ نے حکم کی حضرت سعد رضؓ نے تعمیل کی۔ تاہم حضرت ابومحجن رضؓ کسی نہ کسی طرح لڑائی میں شریک ہو گئے اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے شراب نوشی سے توبہ کر لی۔ حضرت ابومحجن رضؓ نے آذربائیجان میں وفات پائی۔ مؤرخین نے سالِ وفات کی تصریح نہیں کی۔ حضرت ابومحجن رضؓ کو شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا۔ جنگِ قادسیہ کے موقع پر جو شعر وہ قید خانے میں پڑھتے تھے، وہ ان کے طبعزاد بیان کئے جاتے ہیں۔

(سیر الصحابہ جلد ہفتم بحوالہ استیعاب و اسد الغابہ)

کیا کہ میدانِ جنگ کی کیا خبریں ہیں؟ حضرت سعد رضؓ نے فرمایا :-

لقینا لقینا حتے بعث اللہ رجلا علے فرس ابلق لولا انی ترکت

ابا محجن فی القیود لظننت انما بعض شمائل ابی محجن (الاستیعاب)

یعنی ہم دشمنوں سے لڑتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ابلق گھوڑے پر کسی آدمی کو بھیج دیا (جس نے دشمنوں کا منہ پھیر دیا) اگر میں نے ابو محجنؓ کو قید میں نہ ڈالا ہوتا تو میرا یہی گمان تھا کہ اس شخص کے انداز ابو محجنؓ کے سے تھے ۔

سلمٰی نے کہا "اے امیر یہ ابو محجنؓ ہی تھے ۔" حضرت سعد رضؓ نے متعجب ہو کر پوچھا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟" سلمٰی رضؓ نے انھیں سارا واقعہ بلاکم وکاست سنا دیا ۔ حضرت سعدؓ بے حد متاثر ہوئے اور چشم پُرآب ہو کر فرمایا ۔ "خدا کی قسم! میں ایسے مجاہد کو قید میں نہیں رکھ سکتا" یہ فرما کر فوراً حضرت ابو محجن رضؓ کو رہا کر دیا ۔ ابو محجنؓ بھی مردِ مومن تھے ، رہا ہو کر انھوں نے حضرت سعد رضؓ سے کہا ۔ "اے امیر حد کا خوف مجھے شراب نوشی سے باز نہ رکھ سکا لیکن آج میں خدا کے خوف سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا ۔"[1]

(۵)

یوم العماس اور لیلۃ الھریر

تیسرے دن علی الصبح پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں حضرت سعدؓ نے

---

[1] "صاحب کفایہ شعبیہ" اور صاحب نصاب الاحتساب" نے حضرت ابو محجنؓ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت عساکرِ اسلامی کے امیر حضرت خالد بن ولیدؓ تھے لیکن ان دونوں بزرگوں کو تسامح ہوا ہے ۔ دوسرے تمام اربابِ تاریخ وسیر متفق ہیں کہ قادسیہ کی جنگ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی قیادت میں لڑی گئی حضرت خالد بن ولید رضؓ اس جنگ سے بہت پہلے شام چلے گئے تھے اور جنگِ قادسیہ کے دنوں میں شام میں رومیوں سے نبرد آزما تھے ۔ اسی طرح بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت ابو محجن رضؓ کو حضرت سعد رضؓ کی ام ولد زبراء نے قید خانے سے نکالا تھا لیکن دوسرے مؤرخین کی اکثریت نے اس سلسلہ میں سلمٰی کا نام لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۔

پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ آج لڑائی کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت سعدؓ نے کچھ فوج کو میدانِ جنگ سے دُور بھیج دیا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ جب لڑائی کا شور گرم ہو جائے تو اس فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے تکبیر کے نعرے لگاتے میدان جنگ میں داخل ہوں اس سے دشمن سمجھے گا کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ رہی ہے اور اس طرح وہ سراسیمہ ہو جائے گا۔ حضرت قعقاعؓ نے حضرت سعدؓ کی ہدایات پر نہایت خوش تدبیری سے عمل کیا۔ لڑائی کا فیصلہ شام سے پہلے ہی ہو جاتا لیکن یوم الارماث کی طرح آج بھی ایرانیوں کے ہاتھیوں نے بڑی تباہی مچائی اور مسلمانوں کو فیصلہ کُن ضرب لگانے سے باز رکھا۔ دو کوہ پیکر ہاتھی ایک سفید اور ایک چتکبرا سب ہاتھیوں کے سردار تھے اور بڑی آفت ڈھا رہے تھے۔ حضرت سعدؓ نے کچھ نومسلم پارسیوں کو بُلا کر پوچھا کہ ان ہاتھیوں سے کیسے نپٹا جائے؟ انھوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں اور سونڈ بے کار ہو جائیں تو بھاگ کھڑے ہوں گے۔ حضرت سعدؓ نے عاصمؓ اور قعقاعؓ کو پیغام بھیجا کہ تم سفید ہاتھی کو نرغے میں لے کر اس کی آنکھیں اور سونڈ بے کار کر دو۔ ایسا ہی پیغام انھوں نے چتکبرے ہاتھی کے بارے میں بنو اسد کے جانبازوں حمالؓ اور ربیلؓ کو بھیجا۔ عاصمؓ اور قعقاعؓ نے کچھ مجاہدین کو ساتھ لے کر سفید ہاتھی پر حملہ کیا۔ یہ ہاتھی سدھایا ہُوا تھا۔ جو مجاہد اس کی طرف بڑھتا اُسے اپنی سونڈ میں لپیٹ کر پاؤں کے نیچے مسل کر شہید کر دیتا۔ یکے بعد دیگرے کئی مجاہدوں نے جامِ شہادت پیا۔ آخر قعقاعؓ اور عاصمؓ اس ہاتھی کی طرف بڑھے اور نہایت پھرتی اور شجاعت سے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی اور آنکھیں بے کار کر دیں۔ دوسری طرف چتکبرے ہاتھی کا بھی حمالؓ اور ربیلؓ کے ہاتھوں یہی حشر ہُوا۔ دونوں ہاتھی درد کی شدت سے چنگھاڑیں مارتے ہوئے بھاگے تو دوسرے ہاتھی بھی ان کے پیچھے ہو لئے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے ہاتھیوں کی مصیبت سے مُسلمانوں کو نجات دی۔ اب شام ہو چکی تھی لیکن حضرت سعدؓ لڑائی کا فیصلہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی فوج کو ازسرِ نو مرتب کیا اور فرمایا کہ جب میں تیسرا نعرہ بلند کروں تو عام حملہ کر دینا۔ حضرت

قعقاع رضؓ ساتھیوں کو بھگا کر جوشِ شجاعت میں سرشار تھے۔ ابھی حضرت سعد رضؓ نے پہلا ہی نعرہ بلند کیا تھا کہ وہ بے تاب ہو کر غنیم پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت سعد رضؓ نے ان کا جوشِ شجاعت دیکھ کر فرمایا :۔ "اے اللہ تو قعقاع رضؓ کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا۔"

قعقاع رضؓ کے بعد دوسرے قبائل بھی صبر نہ کر سکے اور انھوں نے قعقاع رضؓ کی تقلید میں ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ جونہی کوئی قبیلہ آگے بڑھتا، سعد رضؓ اس کی فتح و نصرت کی دعا مانگتے۔ آدھی رات تک خوں ریز جنگ ہوتی رہی اور میدانِ جہاد غازیوں کے نعرہ ہائے جہاد سے گونجتا رہا لیکن لڑائی نے کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہ کی۔ آخر قعقاع رضؓ نے اپنے قبیلے کو للکارا کہ ایرانیوں کے قلب لشکر پر ایک جان توڑ حملہ کرو اور ان کے سپہ سالار کو گرفتار کر لو مسلمانوں نے قعقاع رضؓ کی آواز سن کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ایرانیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور وہ بدحواس ہو کر پیچھے کی طرف بھاگے۔ مسلمان لڑتے لڑتے رستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ اب وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے حفاظتی دستے کو ساتھ لے کر جی توڑ کر لڑا لیکن فدائیانِ توحید کے سامنے کچھ پیش نہ چلی۔ قعقاع رضؓ، عاصم رضؓ، عمرو بن معدیکرب رضؓ، قیس بن اشعث رضؓ اور ان کے ساتھی مجاہدین نے رستم کے آہن پوش حفاظتی دستے کے پرخچے اڑا دیئے۔ رستم شدید زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہلال بن علقمہ رضؓ نامی ایک مجاہد نے تعاقب کیا۔ رستم نے نہر میں چھلانگ لگا دی۔ ہلال رضؓ نے ٹانگ سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور سر کاٹ کر لاش خچروں کے پاؤں میں ڈال دی اس کے بعد وہ رستم کے تخت پر چڑھ گئے اور زور سے پکارے :۔

"میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے" [1]

---

[1] فردوسی نے "شاہنامہ" میں حضرت سعد رضؓ کو رستم کا قاتل بتایا ہے حالانکہ حضرت سعد رضؓ سرے سے لڑائی میں شریک ہی نہیں تھے۔ اس بارے میں علامہ شبلی رح الفاروق میں یوں رقمطراز ہیں۔ "افسوس ہے کہ اس واقعہ کو ہمارے ملک الشعراء نے قومی جوش کے اثر سے بالکل غلط لکھا ہے۔

برآمد خروشے بکردار رعد | زِ یک سوئے رستم زِ یک سوئے سعد رضؓ
چوں دیدار رستم بخونِ تیرہ گشت | جواں مرد تازی بر و چیرہ گشت

اس آواز کے سنتے ہی ایرانیوں کے ہوش و حواس بالکل جاتے رہے اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔ جس رات کو یہ خونین معرکہ سر ہوا اسے "لیلۃ الھریر" کہتے ہیں۔ اس سے پہلا (یعنی جنگ کا تیسرا دن) "یوم العماس" کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے اور انھیں ایسی عبرت ناک شکست ہوئی کہ تختِ کسریٰ کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایرانیوں کا قومی پرچم "درفش کاویانی" بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ دوسرے مالِ غنیمت کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ مسلمان شہداء کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

(۶)

دربارِ خلافت سے خط و کتابت

لڑائی ختم ہوئی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ فتح کی اطلاع دی۔ امیر المومنین بڑی بے چینی سے لڑائی کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔ فتح کی خبر ملی تو سجدۂ شکر بجا لائے اور لوگوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کر کے یہ خوش خبری سنائی اور اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ "میں بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تمہارا خادم ہوں۔ البتہ خلافت کی جو ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے۔ اسے میں اگر اس طرح سرانجام دوں کہ تم لوگ امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر سکو تو یہ میری خوش قسمتی ہے اور اگر میں یہ چاہوں کہ تم لوگ میرے سامنے حاضری دیا کرو تو یہ میری بدنصیبی ہوگی۔ میں تم کو محض قول سے نہیں بلکہ عمل سے تعلیم دینا چاہتا ہوں۔"

مسلمان قادسیہ کی فتح کا حال سن کر نہایت مسرور اور شاداں ہوئے۔ ادھر حضرت سعدؓ نے مالِ غنیمت کا حساب لگایا تو اس کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم بھیجا کہ تمام مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دو حتیٰ کہ خمس بھی۔ حضرت سعدؓ نے ہر سوار کو چھ ہزار اور ہر پیدل کو دو ہزار دیئے۔ جن لوگوں نے لڑائی میں غیر معمولی شجاعت و بسالت کا مظاہرہ کیا تھا ان کو عام حصے سے علاوہ پانچ پانچ سو زائد دیئے۔ اسی طرح حفاظِ قرآن کو زائد رقم دی گئی یہاں تک

کہ جو لوگ کسی وجہ سے لڑائی میں شرکت نہیں کر سکے تھے انھوں نے بھی مالِ غنیمت سے حِصّہ پایا۔ لہ

جنگِ قادسیہ عراق کی تمام جنگوں سے اہم ہے۔ اس جنگ سے ایرانیوں پر مُسلمانوں کی شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی اور دربارِ ایران میں زلزلہ آگیا۔ قادسیہ کی فتح نے تمام ایران کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے۔ قادسیہ کی جنگ باختلاف روایت ۱۴ھ یا ۱۵ھ میں لڑی گئی۔ فتح کے بعد حضرت سعد رضؓ دو ماہ تک قادسیہ میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں اطراف و اکناف سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امن کی درخواست کی حضرت سعد رضؓ نے تمام حالات حضرت عمر فاروق رضؓ کو لکھ بھیجے۔ وہاں سے حکم موصول ہوا کہ ان لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر دو اور ان کو اجازت دو کہ اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں۔ یہ حکم پہنچنے پر حضرت سعد رضؓ نے اس علاقہ کے سب لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ اپنے گھروں میں واپس جا کر امن و چین سے رہنے لگے۔ ان میں سے ہزارہا لوگ مسلمانوں کے اخلاقِ حسنہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ دو ماہ میں مسلمانوں کی تکان دُور ہو گئی اور حضرت سعد رضؓ بھی کامل طور پر صحت یاب ہو گئے۔ اب وقت آگیا تھا کہ مُسلمان قادسیہ سے آگے بڑھیں۔

لہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ شام سے جو امدادی فوج قادسیہ بھیجی گئی تھی اُس کا کچھ حصّہ پیچھے رہ گیا تھا۔ یہ مجاہدین اس وقت قادسیہ پہنچے جب لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کے باوجود مالِ غنیمت میں سے حِصّہ دیا گیا۔

فتح بابل و کوثیٰ

(۱)

فتح بابل

قادسیہ میں شکست کھانے کے بعد ایرانی لشکر کی ایک اچھی خاصی تعداد نے بھاگ کر بابل[1] میں پناہ لی تھی۔ بابل ایران کی ایک مستحکم چھاؤنی تھی اور اس کے وسیع و عریض کھنڈر قوج کے

---

[1] بابل قدیم زمانہ میں ایک عظیم الشان سلطنت کا دارالحکومت رہ چکا تھا۔ یہ شہر کب آباد ہوا اس کا صحیح زمانہ تو متعین نہیں کیا جا سکتا البتہ اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ ولادت مسیح سے چار ہزار سال قبل یہ شہر صفحۂ ہستی پر موجود تھا۔ سب سے پہلے اکیسویں صدی قبل مسیح میں مشہور کلدانی بادشاہ حمورابی (HAMMURABI) نے اسے اپنی سلطنت (شومیر و اکد) کا پایۂ تخت بنایا۔ حمورابی کے عہد کے جو کتبات ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلدانی بڑے مہذب لوگ تھے اور ان کی معاشرت بڑی ترقی یافتہ تھی۔ حمورابی نے ایک مفصل ضابطۂ قوانین مرتب کر کے پتھر کی تختیوں پر کندہ کرایا تھا۔ ان قوانین کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں سال قبل بھی بابل کے لوگ تہذیب و تمدن کے انتہائی عروج پر تھے۔ کلدانیوں کے بعد بابل پر آشوری حکمران رہے۔ آشوریوں کا پایۂ تخت شہر نینوا تھا۔ جسے انھوں نے بڑی رونق اور وسعت دی۔ ۶۵۸ قبل مسیح میں سلطنتِ نینوا کلدانیوں اور مدیوں کے ہاتھوں برباد ہو گئی۔ بابل اور اس کا نواحی علاقہ نئے کلدانی حکمران نابوپلاسار کے حصے میں آیا۔ سلطنت بابل میں بین النہرین اور فرات کے تمام ساحلی ممالک شامل تھے۔ سوریہ اور فنیقیہ کے حکمران بھی اس کے باجگزار تھے۔ نابوپلاسار نے اپنا دارالحکومت پھر بابل کو بنایا اور اسے (باقی اگلے صفحہ پر)

لیئے بیرکوں کا کام دیتے تھے۔ یہاں دو ماہ کے عرصہ میں ایرانیوں نے فیروزان کی قیادت میں از سرِ نو جنگ کی تیاریاں کر لیں۔ حضرت سعدؓ ایرانیوں کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھ رہے تھے۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) کافی ترقی دی۔ ۶۰۴ قبل مسیح میں نابوپلاسار کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا بخت نصر (نبوکدنزر) (NABUSHODANASAR) تخت نشین ہوا۔ بخت نصر کا شمار دُنیا کے عظیم ترین بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ اس نے بابل پر خاص توجہ دی اور اسے دُنیا کا عظیم الشان شہر بنا دیا۔ اس کی تعمیر کردہ بعض عمارتیں دُنیا کے عجائبات میں شمار ہوئیں۔ ان میں بابل کے معلق باغات" بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ بابل کی شہر پناہ کا دَور رومی میلوں کے حساب سے ۶۰ میل تھا۔ دیواروں کی اونچائی تین سو فٹ تک تھی۔ اور جگہ جگہ نہایت مستحکم بُرج اور مینار بنے ہوئے تھے۔ دیواروں پر دو گاڑیاں پہلو بہ پہلو چل سکتی تھیں۔ بخت نصر نے دوسری عمارتوں کے علاوہ فرات پر ایک زبردست بند بندھوایا جس کی بلندی ایک پہاڑ کے برابر تھی۔ اس کے اوپر نہایت خوبصورت اور وسیع کمرے بنوائے۔ محل کے نزدیک دریا کے کنارے مشہورِ عالم معلق باغات تھے۔ ان کے کئی درجے تھے اور ایسی ہُنر مندی اور کاریگری سے لگائے گئے تھے کہ سطحِ زمین سے بتدریج بلند ہوتے جاتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ باغات فضا میں معلق ہیں۔ ان کے علاوہ اُس نے پُرانے معبدوں کی مرمت کروائی اور آٹھ عظیم الشان نئے معبد تعمیر کرائے۔ بخت نصر اپنے ایک کتبے میں لکھتا ہے "چونکہ خداوند مار دوک (دیوتا) نے مجھے بادشاہ کیا ہے میں نے شہر بنوانے میں سخت محنت اور کوشش کی۔ بابل میں جسے میں آنکھ کی پتلی کی طرح عزیز رکھتا ہوں میں نے ایک ایسا محل بنوایا ہے جسے دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اور ایک تحیر خیز بالا خانہ دریائے فرات کے ساحل سے شہر تک بنوایا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس زمانہ میں یہ شہر بابل اعظم کے نام سے مشہور تھا اور اس کے چاروں طرف جاہ و جلال، حشمت و شوکت اور سیم و زر کا مینہ برس رہا تھا۔ بخت نصر کے جانشینوں میں کوئی بھی اس جیسا قابل نہ ہُوا۔ اسکے چوتھے جانشین نابونید NOBONID کے عہد میں سیروس شاہِ ایران نے بابل پر حملہ کیا اور نابونید کو شکست دے کر بابل کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ ۵۳۸ ق م کا واقعہ ہے۔ اسی وقت سے بابل کا زوال شروع ہو گیا۔ اسکی حیثیت دارالحکومت سے گھٹ کر محض ایک صُوبہ کی رہ گئی اور رفتہ رفتہ اسکی عظیم الشان عمارات کھنڈر میں تبدیل ہو گئیں۔ مسلمانوں نے جب بابل فتح کیا تو اس کی شان و شوکت ایک داستانِ پارینہ بن چکی تھی۔

(تاریخ ملل قدیمہ۔ تاریخ بابل و نینوا۔ تاریخ عراق)

انھیں بابل میں ایرانیوں کے جمع ہونے کی اطلاع ملی تو تمام حالات حضرت عمر فاروق رضؓ کو لکھ بھیجے۔ اور ان سے قادسیہ سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ بہت جلد ان کو دارالخلافہ سے جواب موصول ہو گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو نہ صرف ایران کے دارالسلطنت مدائن کی طرف پیش قدمی کرنے کی اجازت دے دی تھی بلکہ ایک مضبوط فوج بھی ان کی مدد کے لئے روانہ کر دی تھی۔ حضرت سعد رضؓ نے خواتین، بچوں اور معذوروں کو تو قادسیہ ہی میں چھوڑا اور ان کی حفاظت کے لئے چند فوجی دستے متعین کر کے باقی لشکر کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش کے افسر زہرہ بن حیوۃ تھے۔ وہ حضرت سعد رضؓ کے حکم کے مطابق پہلے روانہ ہو گئے۔ راستے میں برس کے مقام پر ایک ایرانی سردار بصیری ان کے مقابل ہوا۔ زہرہ نے اسے شکست دی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بابل میں دوسرے بھگوڑوں سے جا ملا۔ برس کے رئیس بسطام نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور بابل تک پل وغیرہ تیار کرنے میں مسلمانوں سے گہرا تعاون کیا۔ ایرانی بھگوڑوں نے دریائے دجلہ اور اس کی نہروں اور ندیوں کے پل تباہ کر دیئے تھے اور مسلمانوں کو نقل و حرکت میں بڑی دقت پیش آ رہی تھی۔ بسطام کے تعاون نے یہ مشکل حل کر دی اور اسلامی افواج بڑی تیزی سے بابل کے قریب جا پہنچیں۔ بابل میں مقیم ایرانی مسلمانوں کے ایک حملے کی تاب بھی نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضرت سعد رضؓ نے اپنی فوج کے ہمراہ بابل میں قیام کیا اور زہرہ رضؓ کو پھر آگے روانہ کر دیا۔ بابل کے نواحی علاقہ کے باشندے جوق در جوق حضرت سعد رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کر لیتے یا جزیہ دینے کا عہد کرتے تھے۔ حضرت سعد رضؓ سب کی تالیف قلب کرتے تھے اور ان کو اپنے گھروں میں آباد ہونے کی اجازت دیتے تھے۔ بابل پر مسلمانوں کے قبضہ کی اطلاع یزدگرد کے لئے بڑی ہمت شکن ثابت ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایران کے تمام نامی امراء فیروزان، ہرمزان، مہران، مہرجان وغیرہ بابل میں جمع ہو گئے تھے۔ یہ لوگ رستم سے دوسرے درجہ پر تھے اور اب یزدگرد کی امیدوں کا انحصار انہی پر تھا۔ لیکن جب وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو زمین اس کو اپنے نیچے سے کھسکتی معلوم ہوئی تاہم دل کڑا کر کے مدائن

میں جما رہا۔

(۲)

فتح کوثی

حضرت زہرہ رضؓ کوثی[1] کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ ایرانیوں کا ایک نامی رئیس شہریار ایک بڑی جمعیت کے ساتھ کوثی میں مقیم ہے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ حضرت زہرہ رضؓ بلا توقف اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ شہریار اپنی فوج کے ساتھ شہر سے باہر آیا اور میدان میں آگے بڑھ کر پکارا کہ تم میں سے جسے بہادری کا دعویٰ ہو وہ میرے مقابلے پر آئے۔ حضرت زہرہ رضؓ نے جواب میں کہا "تمھارے غرور کا سر نیچا کرنے کے لئے میری فوج کا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے۔" یہ کہہ کر انھوں نے بنو تمیم کے ایک غلام نائل بن جعشم اعرج کو اشارہ کیا کہ تم شہریار کے مقابلے پر جاؤ۔ نائل گھوڑا دوڑاتے ہوئے تیر کی طرح شہریار کے سامنے جا پہنچے۔ شہریار بڑا قوی ہیکل اور شہ زور جوان تھا۔ اس نے اپنے سامنے ایک منحنی سے آدمی کو دیکھا تو ہتھیاروں کے استعمال کی ضرورت محسوس نہ کی اور نائلؓ کو گردن سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اتفاق سے شہریار کا انگوٹھا نائل رضؓ کے منہ میں آ گیا انھوں نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ نائل رضؓ نے اسی وقت اپنا خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ شہریار نے آناً فاناً تڑپ کر جان دے دی۔

ایرانیوں نے اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو مقابلہ کئے بغیر بھاگ کھڑے ہوئے، اور مسلمان فاتحانہ کوثی میں داخل ہو گئے۔ بہت جلد حضرت سعد رضؓ بھی عام لشکر کے ہمراہ کوثی پہنچ گئے۔ شہریار کا قیمتی ملبوس مرصع ٹوپی اور ہتھیار حضرت نائل رضؓ نے اتار لئے تھے۔ و

---

[1] کوثی ایک تاریخی مقام تھا۔ یہاں وہ جگہ محفوظ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو قید میں رکھا تھا۔

حضرت سعدؓ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا۔ "ان کا حق دار نائلؓ ہے"۔ پھر نائلؓ کو حکم دیا کہ "شہریار کا لباس پہن کر اور ہتھیار لگا کر مسلمانوں کے سامنے آؤ"۔ نائلؓ نے حکم کی تعمیل کی مسلمانوں نے یہ نظارہ دیکھا تو عبرت سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

کوثی میں حضرت سعدؓ اس جگہ بھی تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام قید رہے تھے۔ حضرت سعدؓ نے درود پڑھا اور پھر ان کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔

"تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ"

فتحِ مدائن

(۱)

فتح بہرہ شیر

کسریٰ کا پایۂ تخت "مدائن" تھا۔ یہ عظیم الشان شہر دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد تھا۔ مشرقی کنارے کی آبادی کو مدائن قصویٰ کہتے تھے۔ اس کا قدیم نام طیسفون (ٹیسی فون) تھا اور شاہی محل اور دفاترِ حکومت یہیں تھے۔ مغربی کنارے کی آبادی کو بہرہ شیر یا مدائن دنیا کہتے تھے۔ اس کا قدیم نام سلوقیہ یا سیلیوشیہ تھا۔

بہرہ شیر کو بعض مؤرخین نے ایک الگ شہر لکھا ہے لیکن فی الحقیقت وہ مدائن خاص کے متعلقات میں تھا۔ اسے مدائن کی حفاظتی چھاؤنی کہا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک مضبوط قلعہ تھا، جس میں چیدہ جانبازوں پر مشتمل ایک شاہی رسالہ رہتا تھا۔ اس رسالہ کے جانباز ہر روز صبح اٹھ کر حلف اٹھاتے تھے کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم سلطنتِ ایران کی حفاظت کریں گے یزدگرد نے اپنا ایک پالتو شیر بھی اس رسالہ کے سپرد کر رکھا تھا کہ ضرورت پڑے تو اسے دشمن پر چھوڑ دیا جائے۔

حضرت سعدؓ بہرہ شیر پہنچے تو ایرانی فوج قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئی۔ مسلمان باختلاف روایت دو یا تین ماہ تک بہرہ شیر کا محاصرہ کیے پڑے رہے۔ آخر ایرانی محاصرے کی سختی برداشت نہ کر سکے اور قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کے مقابل ہوئے۔ کسریٰ کا شیر ایرانیوں کے آگے تھا وہ

غرّا کر مسلمانوں پر جھپٹا۔ حضرت سعد رضؓ کے بھتیجے ہاشمؓ بن عتبہ نے آگے بڑھ کر اس صفائی سے تلوار کا ہاتھ مارا کہ شیر دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ حضرت سعد رضؓ نے فرطِ مسرت سے ہاشم رضؓ کی پیشانی چوم لی۔ اب عام جنگ شروع ہو گئی۔ ایرانی جانبازوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے آناً فاناً انھیں روند ڈالا اور فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے۔ یہاں کے عام شہریوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور مسلمانوں نے معمولی جزیہ پر انھیں امان دے دی۔

(۲)

بحرِ ظلمات میں دَوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

مسلمان بہرہ شیر میں داخل ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے پر ایک رفیع الشان سفید عمارت کھڑی ہے۔ جس کے پُرشکوہ کنگرے اوجِ ثریا کو شرما رہے ہیں۔ انسانی ہنرمندی کے اس عظیم و جلیل شاہکار کو دیکھ کر مسلمان مبہوت ہو گئے۔ حضرت ضرار بن خطابؓ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مسلمانو یہ کسریٰ کا قصرِ ابیض ہے۔ جس کی فتح کا وعدہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے کیا ہے۔" مسلمان حضرت ضرار رضؓ کی بات سن کر بے اختیار اللہ اکبر پکار اٹھے۔ عرب اس قصر کی عظمت و شوکت کی داستانیں اپنے بڑے بوڑھوں سے سنا کرتے تھے، آج اسے اپنی آنکھوں کے سامنے پایا تو بے اختیار ان کی زبانوں پر ذکرِ الٰہی جاری ہو گیا یہی قصر کسریٰ کی تخت گاہ تھا۔ وہی کسریٰ جس نے محمدؐ عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا تھا۔ اور سارے عرب کو برباد کر دینے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ آج اسی محمدؐ عربیؐ کے نام لیوا اس قصر کی دیواروں کے نیچے آ پہنچے تھے اور کجکلاہِ ایران اس پر حسرت بھری نظریں ڈالتا بھاگ رہا تھا۔

حضرت سعد رضؓ نے بہرہ شیر میں زیادہ دیر قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور مدائن کی طرف بڑھنے کی تیاری کی لیکن دریائے دجلہ بیچ میں حائل تھا۔ اتفاقاً اس سال بارشیں نہایت کثرت سے ہوئیں جن کی وجہ سے دریا میں خوفناک طغیانی آ گئی تھی اور پانی کے پھیلاؤ اور زور شور کی انتہا نہ تھی۔ ایرانیوں نے تمام پُل توڑ ڈالے تھے اور کشتیاں دریا کی پرلی طرف لے گئے تھے۔

وہاں اُن کے تیر انداز دستے متعین تھے کہ اگر مسلمان مدائن کا رُخ کریں تو انھیں اپنے تیروں پر رکھ لیں۔ ایسی خوفناک طغیانی میں گھوڑوں کا تیرنا بھی بہت مشکل تھا۔ غرض مدائن کی تسخیر کی کوئی صُورت نہ تھی۔ حضرت سعدرضؓ نے لشکرِ اسلام کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک وَلولہ انگیز تقریر کرتے ہُوئے فرمایا:۔

"مسلمانو! مَیں تو تہیّہ کر چکا ہُوں کہ اللہ کے بھروسے پر گھوڑے کو دریا میں ڈال دُوں۔ بولو کون مجاہد اس کام میں میرا ساتھ دے گا؟"

تمام مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا "اے امیر ہم نے بھی اپنی جانیں راہِ خدا میں بیچی ہوئی ہیں، ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے۔"

حضرت سعدرضؓ نے فرمایا کہ کچھ جانباز ہم سے پہلے آگے بڑھیں اور دُوسرے کنارے پر جا کر قابض ہو جائیں۔ حضرت عاصم بن عمروؓ اور ذوالباس رضؓ (بروایت دیگر قعقاع بن عمروؓ) نے چھ سو تیر انداز سواروں کے ساتھ یہ آیت پڑھتے ہُوئے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ط (آل عمران ۱۵۰)

(اور کوئی شخص مر نہیں سکتا جب تک کہ حکمِ الٰہی نہ ہو۔ اُس نے وقت مقررہ لکھ رکھا ہے)

دوسرے کنارے سے ایرانیوں نے مجاہدین پر بے پناہ تیر اندازی شروع کر دی۔ اِدھر سے مجاہدین نے بھی مردانہ وار جواب دیا اور تھوڑی دیر میں ایرانیوں کو کنارے سے دُور ہٹا دیا۔ اب حضرت سعدرضؓ نے حکم دیا کہ تمام لشکر دریا میں داخل ہو جائے۔ مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور نستعين بالله ونتوكل عليه حسبنا الله ونعم الوكيل والله لينصرن الله وليه وليظهرن دينه وليهزمن عدوه ولا قوة الا بالله العلى العظيم

(ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ کافی ہے۔ وہ اچھا وکیل ہے۔ خدا کی قسم! اللہ اپنے دوست کو فتح دے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو ناکام کرے گا سوائے ربِّ بزرگ و برتر کے کسی میں قوت نہیں ہے۔)

پڑھتے ہوئے دجلہ کے بحرِ ظلمات میں داخل ہو گئے۔ ہزار ہا اسلامی شہسوار دجلہ کے پھنکارتے ہوئے پانی پر اس طرح جا رہے تھے گویا صحنِ چمن میں گلگشت کر رہے ہوں۔ وہ دو دو سوار ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چل رہے تھے اور نہایت سکون و اطمینان سے ایک دوسرے سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ حضرت سعدؓ بار بار فرماتے تھے:

واللہ لینصرن اللہ ولیہ ولیظھرن دینہ ولیظھرن من عدوہ مالم یکن فی الجیش بغی اوذنوب تغلب الحسنات

(قسم ہے خدا کی اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا اور دشمن کو مغلوب کرے گا جب تک کہ لشکر میں عصیان و ظلم کی کثرت نہ ہو جائے)۔

حضرت سعدؓ کے پہلو میں حضرت سلمانؓ[1] فارسی رضؓ جا رہے تھے۔ وہ بار بار فرماتے تھے "قسم ہے ربّ العزّت کی مجھے اس کے فضل و کرم سے امید ہے کہ تمام مسلمان صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہنچیں گے"۔

---

[1] حضرت سلمان فارسی رضؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ اصفہان کے ایک مجوسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جب وہ چھوٹے سے تھے تو باپ نے اپنے آتشکدہ کی دیکھ بھال ان کے سپرد کر رکھی تھی۔ ایک دن انھوں نے عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھ لیا۔ اس سے بے حد متاثر ہوئے اور دینِ مسیحی قبول کر لیا۔ باپ کو معلوم ہوا تو اس نے بیٹے پر بہت سختیاں کیں اور ان کو پابہ زنجیر کر کے مقید کر دیا۔ سلمانؓ کسی طرح قید سے نکل بھاگے اور شام، موصل اور نصیبین میں وہاں کے مسیحی علماء اور راہبوں سے استفاضہ کرتے ہوئے عموریہ پہنچے اور وہاں کے اسقف کی خدمت میں رہنے لگے۔ یہ ایک عالم اور نیک شخص تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسے پیغامِ اجل آ پہنچا۔ مرنے سے پہلے اس نے حضرت سلمان رضؓ کو وصیت کی کہ نبی آخر الزماںؐ کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ وہ وادیِ غیر ذی زرع میں پیدا ہوں گے اور دینِ حنیف کو زندہ کرینگے ان کی پہچان یہ ہو گی کہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو حرام سمجھیں گے۔ اگر تم ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔ سلمانؓ عموریہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسرے کنارے پر ایرانیوں نے مسلمانوں کو اس شان سے آتے دیکھا تو ان پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ "دیواں آمدند" "دیواں آمدند" کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کی قوتِ ایمانی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمام لشکر کو صحیح وسلامت کنارے پر پہنچا دیا۔ ایک مجاہد غرقدہ رض دریا میں گر پڑے۔ اُن کے پہلو میں مشہور جوانمرد حضرت قعقاع رض بن عمرو تمیمی چل رہے تھے، انھوں نے فوراً غرقدہ رض کو پانی سے نکال لیا۔ ایک دوسرے مجاہد کا پیالہ دریا میں گر پڑا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) بنو کلب کے ایک قافلے کے ہمراہ وادی القریٰ پہنچے۔ اہلِ قافلہ نے انھیں غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اس یہودی کا ایک چچا زاد بھائی مدینہ کا رہنے والا تھا ایک دفعہ وہ اُسے ملنے آیا تو سلمان رض کو خرید کر مدینے لے آیا۔ اُس زمانہ میں رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء مکہ میں کفار کے جور و ستم برداشت کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضور صلعم مکہ سے ہجرت کرکے قبا تشریف لائے۔ حضرت سلمان رض نے حضور صلعم کی تشریف آوری کی خبر سنی تو شوقِ دیدار سے بے تاب ہو کر قبا پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نبیِ آخر الزماں کی تمام علامتیں موجود پائیں تو فو مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ماں باپ کا رکھا ہوا نام مابہ تھا۔ حضور صلعم نے اسلامی نام سلمان رکھا۔ غزوہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی آزادی کا سامان کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد سب سے پہلے غزوۂ خن میں شرکت کی۔ حضور صلعم نے انھی کے مشورہ کے مطابق خندق کھدوائی۔ خندق کے بعد دوسر تمام غزوات میں بھی شریک رہے۔ عہدِ فاروقی میں مسلمانوں نے ایران پر فوج کشی کی تو سلمان رض بھی میں شامل ہو گئے اور کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ عہدِ فاروقی میں کچھ عرصہ مدائن کے گورنر بھی حضرت عثمان ذوالنورین رض کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت سلمان رض علم و فضل اور زہ میں صحابہ کرام رض میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سلمان الخیر کا لقب عطا فرمایا تھا اور نہایت محبوب رکھتے تھے۔ ایک بار فرمایا "سلمان رض ہمارے اہلِ بیت میں ہیں"۔ مہاجرین اور انصار کے نزدیک انکی عزت و وقعت اسقدر تھی کہ انکو اپنی اپنی جماعت سے نسبت دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت سلمان رض کی طوالتِ عمر کے متعلق بہت سی روایات ہیں (بخاری۔ طبقات ابن سعد۔ مسند احمد بن حنبل۔ اسد الغابہ و دیگر کتب)

تھا چونکہ اور کسی شخص کی ایک سوئی تک بھی ضائع نہیں ہوئی تھی۔ اس مجاہد کو اس کے ایک ساتھی نے ازراہِ تفنن کہا "اصابہ القدر فطاح" (تقدیر نے اس کو اڑا دیا) پیالہ کے مالک کا ایمان و اخلاص دیکھیے کہ انھوں نے فوراً کہا "واللہ انی لعلی حالۃ ما کان اللہ یسلبنی قدحی من بین اھل العسکر" (بخدا میں ایسی حالت میں ہوں کہ تمام لشکر میں سے صرف میرا پیالہ ہرگز سلب نہیں کیا جائے گا)۔

خدا کی قدرت کہ جب مجاہدین دوسرے کنارے پر پہنچے تو دریا کی ایک لہر نے یہ پیالہ بھی کنارے پر ڈال دیا۔

مسلمانوں کی فاتحانہ یلغار نے یزدگرد کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس سے جس قدر خزانہ سمیٹا جا سکتا تھا سمیٹا اور کچھ امیروں اور محافظوں کے ساتھ حلوان کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے اہل و عیال کو اس نے پہلے ہی وہاں بھیج دیا تھا۔

نافع بن الاسود نے مدائن کی فتح اور کسریٰ کے بھاگنے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

وا ملنا علی المدائن خیلا — بحرھا من برھن اریضا

فانتثلنا خزائن المرء کسریٰ — یوم ولوا و حاص منا جریضا

(یعنی ہم نے مدائن پر گھوڑوں کو جھکا دیا۔ گویا مدائن کا دریا ان کے لیے میدان کی طرح تفریح گاہ تھی پھر ہم نے کسریٰ کے خزانوں کو نکال لیا جبکہ ان لوگوں نے ہماری طرف پشت کی اور کسریٰ ملول و محزون ہو کر ہم سے بھاگا)۔

یزدگرد کا مرصع تاج اور جواہرات کا ایک صندوق دو خچروں پر لدے ہوئے پیچھے رہ گئے تھے۔ مسلمانوں نے دریا عبور کیا تو ان خچروں کے محافظ بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اس بیش قیمت خزانہ پر قبضہ کر لیا۔

(۱۳)

ایوانِ کسریٰ پر پرچمِ اسلام

لشکرِ اسلام مدائن میں داخل ہوا تو ہر طرف عبرتناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قصرِ ابیض کی

عظمت وشان اور مدائن کی دوسری پُرشکوہ عمارتوں اور سرسبز وشاداب باغات کو دیکھ کر حضرت سعدرضؓ کی زبان پر بے اختیار یہ آیات جاری ہو گئیں:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔ (سورۃ دخان ۔ ع ۱)

(ترجمہ:۔ وہ (کافر) بہت سے باغات اور چشمے اور کھیت اور عمدہ مکانات اور نعمتیں چھوڑ گئے جن میں وہ عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یُونہی ہونا تھا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا۔ پس نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ اُنھیں مہلت دی گئی)۔

پھر حضرت سعدرضؓ نے قصرِ ابیض میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نمازِ شکرانہ ادا کی (بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعدرضؓ نے ایک سلام سے آٹھ رکعتیں صلوٰۃ الفتح کی پڑھیں) پھر وہیں باجماعت نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ یہ پہلی نمازِ جمعہ تھی جو عراق میں ادا کی گئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جس دن مُسلمان مدائن میں داخل ہوئے اتفاق سے وہ جمعہ کا روز تھا۔ اسی دن قصرِ ابیض میں پہلی نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ اور کفر وشرک کے اس مرکز کے درودیوار "اللہ اکبر" کی صداؤں سے گونج اُٹھے اور اس کا طویل وعریض فرش اللہ کے ہزارہا پاکباز بندوں کے سجدوں سے رشکِ آسمان بن گیا۔

حضرت سعدرضؓ نے محل کے ایک حصے میں قیام فرمایا اور کسریٰ کے قصرِ خاص کو مسجد کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ جس جگہ کسریٰ کا تخت رکھا ہوا تھا وہاں منبر نصب کر دیا گیا۔ قصرِ ابیض کی سجاوٹ کے لیے جابجا ہزارہا مورتیاں اور مجسّم تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت سعدرضؓ نے ان مورتیوں اور تصویروں کو مطلق نہیں چھیڑا اور اُنھیں جوں کا توں رہنے دیا۔ البتہ محل کے

جس جگہ کو مسجد بنایا گیا وہاں سے مجوسیوں کو ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیا گیا یا انھیں نیست و نابود کر دیا گیا۔

(۴)

بیش بہا مالِ غنیمت

اب حضرت سعد رضہ کے سامنے مالِ غنیمت کی فراہمی کا مسئلہ تھا۔ انھوں نے اس کام پر حضرت عمرو بن مقرن رضہ کو مامور فرمایا (ان کے عہدے کا نام صاحب اقباض تھا) اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ غنیمت کی ہر چیز ان کے پاس جمع کرائیں۔ چند دن کے اندر اندر مالِ غنیمت میں ایسی ایسی نادر و نایاب چیزیں جمع ہو گئیں کہ عقلِ انسانی انھیں دیکھ کر دنگ رہ جاتی تھی۔ مالِ غنیمت کے متعلق مؤرخین نے جو تفصیلات بیان کی ہیں انھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایران دنیا کے خوش حال ترین ملکوں میں سے ایک تھا۔ بے انداز زر و جواہر، ایوانِ شاہی کے خزائن اور سونے چاندی کے لاتعداد برتنوں اور موتیوں کے علاوہ جو بیش قیمت اور نادر و نایاب تاریخی اشیا مسلمانوں کے ہاتھ آئیں ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:-

نوشیرواں کا زرنگار تاج اور درباری پوشاک۔ ہرقل شاہِ روم، خاقانِ چین، بہرام چوبیں، سیاوش، نعمان بن منذر (شاہِ حیرہ) اور متعدد ایرانی بادشاہوں کے جڑاؤ خنجر، زرہیں، خود اور تلواریں، سونے کا ایک بلند و بالا گھوڑا جس پر چاندی کی زین کسی ہوئی تھی سینہ پر یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اس پر سونے کا بنا ہوا ایک سوار تھا جس کے سر پر ہیروں کا تاج تھا۔ چاندی کی ایک اونٹنی، جس پر سونے کی پالان پڑی ہوئی تھی اور اس کی طلائی مہار میں بیش قیمت ہیرے پروئے ہوئے تھے۔ اس اونٹنی کا سوار سونے کا تھا اور سر سے پاؤں تک نہایت قیمتی موتیوں سے آراستہ تھا۔ ایوانِ کسریٰ کا فرش یا قالین جو "بہار" کے نام سے موسوم تھا۔ اس کا رقبہ ساٹھ مربع گز (۶×۱۰ گز)[1] تھا۔ اس کی زمین سونے کی تھی اور حاشیے پکھراج کے تھے۔ بیچ میں زمرد کا

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ اس فرش کا رقبہ نو سو مربع گز تھا یعنی طول نوے گز اور عرض دس گز تھا۔

بنا ہُوا سبزے کا چمن تھا۔ اس میں سونے چاندی کے پودے تھے جن کے پتے حریر کے تھے اور پھُول پھل اور غنچے جواہرات کے تھے۔ درمیان میں سونے چاندی اور جواہرات کی بنی ہُوئی نہریں تھیں۔ موسم بہار گزر جانے کے بعد کسریٰ اپنے خاص مصاحبین کے ساتھ اس فرش پر بیٹھ کر بادہ نوشی کیا کرتا تھا اور مصنوعی بہار کا لطف اٹھاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ صرف کسریٰ کے خزانے جو مُسلمانوں کے ہاتھ آئے، تیس ۳۰ کھرب دینار کی مالیت کے تھے۔ دوسری نادر و نایاب چیزیں ان کے علاوہ تھیں۔ مُسلمانوں نے اس قیمتی مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں ایسی دیانت داری کا ثبوت دیا کہ تاریخِ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ وہی عرب کے بادیہ نشین تھے جن پر اہلِ ایران "بھُوکے اور ننگے" کی پھبتی کَسا کرتے تھے۔ آج اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ یاب ہو کر ان کی دیانت اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کو ایک معمُولی سُوئی ملی یا بیش قیمت جواہر، اس نے ایک لمحہ بھی اُنھیں اپنے پاس رکھنا گوارا نہ کیا اور فوراً بجنسہٖ صاحبِ اقباض کے حوالے کر دیا۔ عامر بن قیسؓ ایک مجاہد کو بیش قیمت جواہرات سے بھرا ہُوا ایک ڈبہ ملا۔ انھوں نے اسے فوراً صاحبِ اقباض کے پاس جمع کرا دیا۔ حضرت عمرو بن مقرنؓ نے اسے کھول کر دیکھا تو جواہرات کی ضَوفشانی سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ انھوں نے عامرؓ سے پوچھا کیا تم نے ان میں سے کچھ جواہر لئے بھی ہیں؟" حضرت عامرؓ نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو اس ڈبہ کو میں تمھارے پاس کیوں لاتا۔"

عمروؓ نے ان سے پوچھا "میرے بھائی تمھارا نام کیا ہے؟"

عامرؓ نے کہا "میں اپنا نام نہیں بتاؤں گا کیونکہ میں نام و نمود کا خواہاں نہیں ہوں کچھ میں نے کیا ہے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا ہے۔"

یہ محض ایک مثال ہے ورنہ تمام مسلمانوں نے اسی قسم کی دیانت اور تقویٰ کا مظاہرہ کیا۔ جب تمام مالِ غنیمت ایک میدان میں جمع کیا گیا تو حضرت سعدؓ اُسے دیکھ کر بہت حیران

ہوئے اور ساتھ ہی بے حد مسرور بھی۔ سب سے زیادہ مسرت ان کو مسلمانوں کی عدیم المثال دیانت و امانت سے ہوئی، جنھوں نے ان بیش بہا اشیاء کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا:-

"واللہ ان الجیش لذو امانۃ ولولا ما سبق لاھل بدر رضی اللہ عنھم لقلت انھم علی فضل اھل بدر"

(خدا کی قسم یہ فوج بے حد امین ہے۔ اگر اہلِ بدر کو ایک خاص فضیلت حاصل نہ ہوتی تو میں کہتا کہ یہ لوگ بھی ان کے برابر ہیں)۔

حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضؓ نے جنگِ قادسیہ اور دوسرے معرکوں میں سب سے بڑھ کر جانبازی دکھائی تھی۔ حضرت سعدؓ نے ان کو اپنے قریب بلایا اور بہت سی بیش قیمت تلواریں ان کے سامنے رکھ دیں اور فرمایا کہ جو تلوار تمھیں پسند ہو، لے لو۔" حضرت قعقاع رضؓ نے ہرقل قیصرِ روم کی تلوار اٹھالی۔ پھر حضرت سعدؓ نے ان کو بہرام چوبیں کی زرہ اپنی طرف سے عنایت کی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں:-

والذی لا الٰہ الا ھو ما اطلعنا علی احد من اھل القادسیۃ انہ یرید الدنیا مع الاخرۃ فلقد اتھمنا ثلاثۃ نفر فما رأینا کا ما تتھم وزھدھم وھم طلیحۃ و عمرو بن معد یکرب وقیس بن المکشوح

(قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم نے قادسیہ کے مجاہدین میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پایا جس نے آخرت کے ساتھ دنیا کی خواہش بھی کی ہو۔ ہم کو تین شخصوں پر دنیا طلبی کا گمان تھا مگر (تحقیق کے بعد) ان کی امانت اور زہد کی مثال بھی ہم نے نہیں دیکھی۔ وہ تین شخص ہیں طلیحہ، عمرو بن معدیکرب اور قیس بن المکشوح)۔

(عمر فاروق اعظم۔ ہیکل)

ان تینوں صاحبوں پر مسلمانوں کو اس لئے دنیا طلبی کا گمان تھا کہ فتنۂ ارتداد میں ان کے قدم لڑکھڑا گئے تھے اور انھوں نے ہوسِ اقتدار میں مبتلا ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رض کے خلاف جنگ کی تھی۔ جلد ہی یہ لوگ اپنی حرکت پر پشیمان ہوئے اور تائب ہو کر دوبارہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور پھر تا دمِ مرگ راہِ حق میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں کسی موقع پر بھی دریغ نہیں کیا۔ عراق کے معرکوں میں انھوں نے سرفروشانہ کردار ادا کیا اور اپنے جوشِ اخلاص اور اعمالِ صالح سے اپنی زندگی کے سب سے بڑے گناہ کی تلافی کر دی۔ مدائن میں مالِ غنیمت کی فراہمی کے دوران میں دیانت و امانت میں بھی وہ کسی دوسرے مسلمان سے پیچھے نہ رہے۔ اور یوں اپنے دامن سے دنیا طلبی کا دھبہ ہمیشہ کے لئے دھو دیا۔

(۵)

خزائنِ کسریٰ مدینہ منورہ میں

حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے تمام مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ (خمس) حضرت بشیر بن خصاصیہ رض کے ہاتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ اس میں "فرشِ بہار" اور بعض دوسری نادر اشیاء بھی شامل تھیں۔ باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ علاوہ قیمتی سامان کے ہر مجاہد کے حصے میں بارہ بارہ ہزار دینار آئے۔

حضرت سعد رض نے فتح مدائن کی خبر پہلے ہی حضرت عمر فاروق رض کو بھیج دی تھی جب مالِ غنیمت مدینہ منورہ پہنچا تو لوگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حضرت عمر فاروق رض نے مجاہدین کی دیانت اور استغناء کی تعریف کی اور فرمایا:۔

"کسریٰ کو اپنی سلطنت کی وسعت، خوشحالی اور زبردست طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ آج خدا نے اس کے تکبر کا سر نیچا کر دیا ہے اور وہ اپنے باغیوں سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ یاد رکھو اگر کبھی ملتِ اسلامیہ نے خدا سے بغاوت کی تو اس کا حشر بھی کسریٰ کے حشر سے مختلف نہیں ہوگا۔ یہ قانونِ قدرت ہے کہ خدائی

حکومت سے سرکشی کرنے والوں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔"

اس کے بعد امیر المومنین رضؓ نے تمام مالِ غنیمت کو ایک میدان میں سجانے کا حکم دیا تاکہ لوگ اسے دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ سراقہ بن جعشم رضؓ جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال پیشتر خوشخبری دی تھی کہ تم ایک دن کسریٰ کے کنگن پہنو گے، اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے انھیں کسریٰ کے کنگن اور مرصع تاج پہنایا تو مدینہ کے در و دیوار تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھے اور بہت سے لوگوں پر یہ منظر دیکھ کر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا:-

"لوگو! رب ذوالجلال کا شکر ادا کرو جس نے کسریٰ جیسے عظیم فرماں روا سے سلطنت چھین لی۔ اس نے کہا تھا کہ میں ہی لوگوں کا رب اور آقا ہوں آج خدائے حقیقی نے عرب کے ایک بادیہ نشین کو اس کے کنگن اور تاج پہنا کر اپنی قدرت تمھیں دکھا دی۔ جان لو کہ عزت اور ذلت سب خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضؓ نے ایک اور اعرابی کو بلایا جو نہایت وجیہ اور چوڑے چکلے ہاڑ کا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا نام محلم تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے اس کو نوشیروان کے ملبوسات اور زیورات پہنائے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر لوگوں کے سامنے دنیا کی بے ثباتی اور انسانی عروج و زوال کا نقشہ جم گیا اور انھیں کمال عبرت حاصل ہوئی۔ امیر المومنین کا منشا بھی یہی تھا۔ پھر آپ نے تمام مالِ غنیمت مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ ہر مسلمان کے حصے میں خطیر رقم آئی۔ فرش "بہار" کی نسبت اکثر لوگوں کی یہ رائے تھی کہ اسے یادگار کے طور پر محفوظ رکھا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کی رائے کو احسن سمجھا اور فرش "بہار" کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت علی رضؓ کے حصے میں جو ٹکڑا آیا وہ بیس (یا بروایت دیگر تیس) ہزار دینار میں فروخت ہوا۔

---

(۵)

متفرق معرکے

مدائن کی فتح سے تمام عراقِ عرب پر مسلمانوں کا تسلّط قائم ہو گیا۔ حضرت سعدؓ دوسرے مجاہدین کے ساتھ مستقل طور پر مدائن ہی میں مقیم ہو گئے۔ علاقہ کے رؤسا اور عام باشندوں نے اطاعت قبول کر لی یا اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں اور ان لوگوں میں یہاں تک ارتباط بڑھا۔ کہ آپس میں رشتہ داریاں قائم ہو گئیں۔ ادھر یزدگرد جو مدائن سے بھاگ کر حلوان میں مقیم ہو گیا تھا، مسلمانوں کے خلاف پخت و پز میں مصروف تھا۔ اس کے حکم سے رستم کے بھائی خرزاد بن فرخ زاد نے جلولاء کے مقام پر ایک عظیم لشکر مرتب کیا اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کی۔ حضرت سعدؓ کو اطلاع ملی تو انھوں نے سارے حالات حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ بھیجے وہاں سے حکم آیا کہ ہاشم بن عتبہؓ (بن ابی وقاص) کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ جلولاء بھیج دو اور ان کے ساتھ قعقاع بن عمروؓ کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر بھیجو۔ حضرت سعدؓ نے امیر المؤمنین کی ہدایت کے مطابق ہاشمؓ کو بارہ ہزار چیدہ جانبازوں کے ہمراہ جلولاء روانہ کیا۔ ایرانیوں کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو انھوں نے مدافعت کی خوب تیاری کی۔ شہر کے گرد خندق کھود کر اس کے چاروں طرف گوکھرو بچھا دیئے اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ ہاشمؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو کئی مہینے تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں ایرانی کئی دفعہ قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے لیکن ہر بار منہ کی کھائی۔ عرب مؤرخین ایسے معرکوں کی تعداد اسّی بتاتے ہیں۔ خوراک اور سامانِ حرب کا کافی ذخیرہ شہر میں موجود تھا اس لئے ایرانی بددل نہ ہوتے تھے۔ بالخصوص اس لئے کہ ان کی لاکھوں کی جمعیت کے مقابلہ پر صرف چند ہزار مسلمان تھے ایک دن ایرانی بڑے زور و شور کے ساتھ قلعہ سے نکلے اور مسلمانوں سے لڑائی کی طرح ڈالی۔ اتفاق سے اس وقت ایسی سیاہ آندھی اٹھی کہ اس نے زمین و آسمان کو ڈھانپ لیا۔ اس افراتفری کے عالم میں ایرانی پیچھے ہٹے تو حضرت قعقاعؓ فوج کے چند دستوں کے ساتھ

قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ یہاں اس زور کا رن پڑا کہ نوبت تیروں، نیزوں اور تلواروں سے گزر کر خنجروں تک پہنچی۔ دفعتہً غل ہوا کہ سپہ سالار ہاشم رضؓ بھی ساری فوج کے ساتھ آپہنچے ہیں۔ اب قعقاع رضؓ اور ان کے ساتھیوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں ہاشم رضؓ بھی آپہنچے اور مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے ایرانیوں کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا طبری کا بیان ہے کہ اس معرکے میں ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور تین کروڑ کا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یزدگرد نے سقوطِ جلولاء کی خبر سنی تو حلوان سے رے بھاگ گیا۔ حضرت قعقاع رضؓ نے آگے بڑھ کر حلوان پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں سے دوسرے بیش قیمت مالِ غنیمت کے علاوہ بہت سے لونڈی غلام بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

حضرت سعد رضؓ نے جلولاء اور حلوان کے مالِ غنیمت کا خمس زیاد بن ابوسفیان کے ہاتھ بارگاہِ خلافت میں بھیجا۔ زیاد نے حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں جلولاء اور حلوان کی معرکہ آرائیوں کے حالات نہایت فصاحت و بلاغت سے بیان کئے۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت عمر رضؓ کے ایماء پر عامۃ المسلمین کے سامنے یہ حالات اس طرح بیان کئے کہ جوشِ تہور سے مسلمانوں کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں اور ان کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑکنے لگیں۔ حضرت عمر رضؓ نے بے ساختہ فرمایا۔ "یہ ہے خطیب اور یہ ہے خطابت کی شان"۔ دوسرے دن مسجدِ نبوی کے صحن میں مالِ غنیمت کے ڈھیر سے کپڑا اٹھایا گیا تو لاتعداد جواہرات اور درہم و دینار کو دیکھ کر حضرت عمر رضؓ رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف نے کہا۔ "امیرالمومنین یہ تو مقامِ مسرت ہے آپ روتے کیوں ہیں؟"

امیرالمومنین نے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ مال و دولت کہیں مسلمانوں کو فتنہ میں نہ مبتلا کر دے۔ کیونکہ دولتِ دُنیوی اور رشک و حسد میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔" اس کے بعد آپ نے تمام مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

جلولاد اور حلوان کی فتح کے بعد حضرت سعد رضؓ نے عبداللہ بن معتم رضؓ کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ تکریت روانہ کیا جہاں رُومی مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ رومی قلعہ بند ہو گئے۔ چالیس دن کے محاصرہ کے بعد عبداللہ رضؓ نے تکریت پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ اس معرکہ میں ایک رومی بھی زندہ بچ کر نہ جا سکا۔ تکریت سے عبداللہ رضؓ نے حضرت سعد رضؓ کی ہدایت کے مطابق ربعی بن افکل عنزی کو موصل بھیجا۔ اہلِ موصل میں مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ انھوں نے بغیر لڑے بھڑے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی اثنا میں حضرت سعد رضؓ کو خبر ملی کہ اہلِ جزیرہ کا ایک زبردست لشکر ہیت کے مقام پر ہرقل کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جمع ہے اور دوسری طرف ایرانیوں کا ایک عظیم لشکر ایران کی مغربی سرحد کے قریب ایک مقام ماسبذان میں جمع ہے۔

حضرت سعد رضؓ نے عمرو بن مالک رضؓ کو ایک مضبوط فوج کے ساتھ ہیت کی طرف روانہ کیا اور حضرت ضرار بن خطاب رضؓ کو ماسبذان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ عمرو بن مالک رضؓ ہیت پہنچے تو دشمن قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ عمرو رضؓ نے حرث بن یزید کو یہاں چھوڑا اور خود قرقیسیا پر چڑھائی کر دی۔ اہلِ قرقیسیا نے اطاعت قبول کر لی۔ دُوسری طرف اہلِ جزیرہ بھی ہیت خالی کر کے منتشر ہو گئے اور مسلمانوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔

ضرار بن خطاب رضؓ نے ماسبذان پہنچ کر ایرانیوں کو شکستِ فاش دی اور شہر پر علمِ اسلام لہرا دیا۔

اس کے بعد حضرت سعد رضؓ نے ان متفرق معرکوں کی کیفیت حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں لکھ بھیجی اور ساتھ ہی لکھا کہ عراقِ عرب کی آخری حد تک مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو آگے بڑھ کر خاص فارس کے اندر داخل ہو جاؤں اور یزدگرد کا تعاقب کروں۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے جواب میں لکھا:-

"کاش ہمارے اور ایرانیوں کے درمیان ایک ناقابلِ عبور دیوار حائل ہوتی کہ نہ وہ ہماری طرف آسکتے اور نہ ہم ان کی طرف جاسکتے۔ جو علاقہ فتح ہوچکا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس علاقہ کے انتظام وانصرام کی طرف توجہ دو۔ آگے بڑھنے میں بہرحال مسلمانوں کا خون بہے گا اور میرے نزدیک ایک مسلمان کا خون بھی بڑی سے بڑی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہم نے ایرانیوں کو عرب کی حدود سے پیچھے دھکیل دیا ہے۔ اُن کے مُلک (فارس) پر ہم بلاوجہ حملہ نہیں کریں گے۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے اس خط سے حضرت سعدرضؓ کی جنگی مہم کا خاتمہ ہوگیا اور وہ عام نظم ونسق کی طرف متوجہ ہوگئے۔

منصبِ امارت

(۱)

حُسنِ انتظام

عراقِ عرب کی مہم ختم ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضؓ کے حکم کے مطابق حضرت سعد رضؓ نے مدائن کو مستقر بنا کر مفتوحہ علاقے کا نظم و نسق سنبھالا۔ یہ کام عسکری مہم سے کم اہم نہ تھا تاہم حضرت سعد رضؓ نے اپنے حُسنِ انتظام سے ثابت کر دیا کہ وہ صرف ایک قابل سپہ سالار ہی نہیں بلکہ بہترین گورنر بھی ہیں اور مُلکی معاملات کی سرانجام دہی میں اُن کی فراست اور تدبّر پر مکمّل اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اُنھوں نے نہایت قلیل عرصہ میں تمام عراق کی مردم شماری اور زمین کی پیمائش کرائی۔ زمین کے اصل مالکوں کا قبضہ اس برقرار رکھا اور افتادہ زمین پر، جس کی ملکیت کا کوئی دعویدار نہ تھا، مستحق اور اہل لوگوں کو قابض ہونے کی اجازت دی، مالیہ اور جزیہ کے نہایت منصفانہ قوانین وضع کئے اور رفاہِ عام کے بے شمار کام کرائے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام مُلک میں امن و امان اور خوش حالی کا دَور دَورہ ہو گیا۔ حضرت سعد رضؓ نے امارت کے فرائض اس لیاقت اور عدل ساتھ انجام دیئے کہ تمام رعایا گرویدۂ احسان ہو گئی۔ مسلمانوں کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اطوار نے عراقیوں کے دِل موہ لئے اور ان کے بڑے بڑے رؤسا اور اُمراء اسلام قبول کرنے لگے۔ مؤرخین نے اس ضمن میں فیروز، بسطام بن نرسی، جمیل بن بصیری اور رفیل

نام خصوصیت سے لیا ہے۔ یہ لوگ عراق کے سربرآوردہ لوگ تھے۔ اسی طرح دیلم کے شاہی رسالہ نے جو چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا، اسلام قبول کر لیا۔

(۲)

کوفہ کی تعمیر

مدائن میں مسلمانوں کے قیام کو جب ایک عرصہ گزر گیا تو حضرت سعد رضؓ نے محسوس کیا کہ یہاں کی آب وہوا مسلمانوں کو راس نہیں آئی۔ کیونکہ ان کے رنگ سیاہ پڑ گئے تھے، اور جسم سوکھ گئے تھے۔ انھوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو لکھا کہ مدائن عربوں کے قیام کے لیے موزوں نہیں ہے۔ یہاں کی آب وہوا سے اُن کا رنگ وروپ بدل گیا ہے اور وہ روز بروز کمزور ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے حکم بھیجا کہ عرب کی سرحد کے اندر کوئی مناسب جگہ تلاش کر کے ایک نیا شہر آباد کرو جہاں پانی وافر ہو اور میرے اور اس کے درمیان کوئی دریا یا پُل نہ ہو۔ (یعنی اس مقام کو اگر کبھی مرکز سے امداد بھیجنے کی ضرورت پڑے تو راستے میں کسی رکاوٹ کا امکان نہ ہو)۔ دریائے فرات سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر حیرہ کے قریب ایک سرسبز اور شاداب جگہ تھی جو کبھی عراق عرب کے لخمی حکمرانوں کا پایہ تخت تھی[1]

---

[1] بنو قحطان (عرب متعربہ) کی اولاد نے چار بڑی سلطنتیں قائم کی تھیں۔ سبائی و حمیری سلطنتیں یکے بعد دیگرے یمن میں، سلطنت غسان شام میں اور سلطنت حیرہ عراق میں۔ حکومت حیرہ (آلِ مناذر) شاہانِ ایران کے زیر اثر تھی اور اس کی ہمعصر حکومتِ غسان قیصرانِ روم کا دم بھرتی تھی۔ سلطنتِ حیرہ کی بنیاد مالک ازدی نے رکھی، وہ ایک بہادر اور جنگجو شخص تھا۔ ایک دن اتفاق سے اس کے ایک بیٹے کے ہاتھ سے ایک تیر اسکو لگ گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ مرتے وقت یہ شعر اُس کی زبان پر تھا ؎

عَلَّمْتُهُ الرِّمَايَةَ كُلَّ يَوْمٍ — فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِي

(یعنی میں نے اسے ہر روز تیر اندازی سکھائی — اور جب وہ ماہر ہو گیا تو اُس نے مجھ پر وار کیا)

یہاں نعمان اور دوسرے ملوک حیرہ کی بنائی ہوئی عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈر زبانِ حال سے تلك الایام نداولها بین الناس کی تفسیر پیش کر رہے تھے۔ اس جگہ نہایت اعلیٰ قسم کے عربی پھولوں کی بہتات تھی اور عربوں میں یہ علاقہ "خد العذرا" یعنی "عارضِ محبوب" کے نام سے مشہور تھا۔ نئے شہر کی تعمیر کے لیے حضرت سعد رضؓ کی نظرِ انتخاب

(حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) — مالک کے بعد اس کا بیٹا جذیمۃ الابرش حکمران ہوا۔ وہ بڑا مغرور اور جنگجو بادشاہ تھا۔ اس نے مشرقی شام اور عراق کے بادشاہ کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ عراق کے مقتول بادشاہ ظرب بن احسان کے بعد اس کی بیٹی زباء تخت پر بیٹھی۔ وہ بڑی حسین، بہادر اور عقلمند عورت تھی۔ اس نے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے جذیمہ کو کہلا بھیجا کہ تم یہاں آؤ تو میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں گی۔ جذیمہ زباء کے جھکمہ میں آ گیا اور اپنے ایک مصاحب کے ساتھ اس کے پاس چلا گیا۔ زباء نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے ہاتھوں کی فصدیں کھلوا کر مار ڈالا۔ جذیمہ کے بھانجے عمرو بن عدی کو اس کے قتل کی اطلاع ملی تو اُس نے ہزار اونٹوں کا ایک قافلہ تیار کیا۔ ہر ایک اونٹ پر دو دو سپاہی صندوق میں بند کر کے رکھ دیئے اور ایک تاجر کے بھیس میں ملکہ زباء کے دارالحکومت میں جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر تمام سپاہی صندوقوں سے نکل آئے اور ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ ملکہ زباء کو دشمن کے ہاتھ سے قتل ہونا گوارا نہ ہوا اور اس نے اپنی انگوٹھی کا ہیرا نگل کر خودکشی کر لی۔ ملکہ زباء کا قصہ عرب کی مشہور داستانوں میں سے ہے۔ زباء سے نپٹنے کے بعد عمرو بن عدی نے سلطنتِ حیرہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے تیسری صدی عیسوی کی ابتداء میں حیرہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ عمرو بن عدی لخم کی پانچویں پشت میں تھا۔ اس لئے شاہانِ حیرہ کو لخمی بھی کہا جاتا ہے۔ عمرو کے بعد کئی بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ تا آنکہ ۳۰۰ء میں نعمان الاعور نے تاجِ حکومت سر پہ رکھا۔ اس نے ایک عظیم الشان محل ساسانی شہزادہ بہرام گور کے لئے بنوایا اور ایک بہت بڑی نہر کھدوائی جو "نہر سدیر" کے نام سے مشہور ہوئی۔ نعمان کچھ مدت حکومت کرنے کے بعد تارک الدنیا ہو گیا اور باقی عمر یادِ الٰہی میں بسر کر دی۔ نعمان کے بعد اُس کا بیٹا منذر اول تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا نامور بادشاہ تھا۔ ایرانیوں

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسی مقام پر پڑی اور انھوں نے یہاں ۱۷ھ میں شہر کوفہ کی بنیاد رکھی۔ سب سے پہلے انھوں نے وسطِ شہر میں اونچی کرسی دے کر ایک رفیع الشان مسجد تعمیر کرائی جس میں بیک وقت چالیس ہزار آدمی آسانی سے نماز ادا کر سکتے تھے۔ اس مسجد کے ستون جو سنگِ رخام کے تھے، مدائن کے شاہی محل سے لائے گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے حکم سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں تخت نشینی کے مسئلہ پر نزاع پیدا ہوئی تو وہ بہرام گور کی حمایت میں ایک جرار لشکر کے ساتھ ایران میں جا داخل ہوا اور بہرام گور کے مخالفوں کو شکست دے کر اسے تخت نشین کرایا۔ بہرام گور تقریباً تریسٹھ سال تک حکومت کرتا رہا۔ وہ ایران کے نامی بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے اس نے نہ صرف خاقانِ چین کو شکست دی بلکہ روم و ہند تک کو اپنا باجگزار بنا لیا۔ کہتے ہیں کہ بہرام گور پہلا شخص تھا جس نے فارسی میں پہلا شعر کہا۔ وہ شعر یہ تھا ؎

منم آں پیل دمان و منم آں شیر یلہ
نام بہرام مرا کنیت من بوجبلہ

منذر اول کے بعد یکے بعد دیگرے کئی بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ ان میں سے کسی نے شہرت نہیں پائی۔ چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں منذر ثالث حیرہ کا حکمران ہوا۔ وہ بڑا زبردست بادشاہ تھا۔ اس نے رومیوں کو تابڑ توڑ شکستیں دیں اور دور دور تک اپنی شجاعت کی دھاک بٹھا دی۔ ایک دن شراب کے نشہ میں اس نے اپنے دو مصاحبوں (عمر بن مسعود اور خالد بن المضلل) کو زندہ دفن کرا دیا۔ ہوش میں آیا تو سخت پشیمان ہوا اور ان کی دفن گاہ پر دو ستون بنوائے جو "الغریان" کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ سال میں دو دن ان ستونوں پر جایا کرتا تھا۔ ایک دن کا نام یوم بوس تھا اور دوسرے کا یوم نعیم۔ یوم بوس کو جو شخص سب سے پہلے اسے نظر آتا اسے قتل کرا دیتا اور اس کا خون "غریان" پر چھڑکتا۔ یوم نعیم پر سب سے پہلے ملنے والے شخص کو سو سیاہ اونٹ بخشتا تھا۔ ایک دن حنظلہ طائی نامی ایک شخص یوم بوس کی زد میں آ گیا۔ اس نے منت سماجت کر کے بادشاہ کے ایک مصاحب شریک بن عمر کی ضمانت پر ایک سال کی مہلت حاصل کر لی۔ سال کے بعد وقت مقررہ پر حنظلہ کو پہنچنے میں دیر ہو گئی منذر نے شریک کے قتل کا حکم دے دیا۔ اتنے میں حنظلہ آ پہنچا (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

ان ستونوں کی قیمت ایرانی رعایا کے جزیہ میں مجرا کر دی گئی۔ مسجد کے اِرد گِرد دُور دُور تک بہت سے محلے بنائے گئے جن میں جُدا جُدا قبیلے آباد ہو گئے۔ مسجد کے قریب ایوانِ حکومت تعمیر ہوا جو "قصرِ سعد" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے ساتھ ہی بیت المال اور مہمان خانہ کی عمارتیں تعمیر کرائی گئیں اور ان سے متصل فوج نے بھی اپنے مکانات بنا لئے۔ اس طرح ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ـــ بادشاہ حنظلہ کے ایفائے عہد سے اتنا متاثر ہوا کہ آئندہ کے لئے یہ رسم بند کر دی۔ منذر ثالث کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن ہند (۵۵۴ء تا ۵۶۹ء) تخت پر بیٹھا۔ اس کا زمانہ جاہلیت کے عرب شاعروں کا مرکز بن گیا۔ وہ عہدِ جاہلی کے مشہور شاعر عمرو بن کلثوم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عمرو بن کلثوم نے اپنے ایک مشہور قصیدہ میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ یہ قصیدہ سبع معلقات میں موجود ہے۔

عمرو بن ہند کے بعد کئی بادشاہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے حیرہ کے تخت پر بیٹھے اور آخر میں ابو قابوس نعمان سوم بن منذر چہارم نے سلطنت حیرہ کا تاج سر پہ رکھا۔ (۵۸۰ء) عدی بن زید ایک فاضل عیسائی شاعر اس کا اُستاد تھا۔ عدی نعمان کی بیٹی پر عاشق ہو گیا اور نعمان سے اس کا رشتہ مانگا۔ نعمان نے اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دیا لیکن بعد میں کسی بات پر برافروختہ ہو کر اس نے عدی کو قتل کرا ڈالا۔ پھر اس کے بیٹے زید کی تالیفِ قلب کے لئے اسے کسریٰ کے دربار میں حکومتِ حیرہ کا وکیل مقرر کر دیا۔ زید اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے بے تاب تھا۔ حُسنِ اتفاق سے اُسے جلد ہی یہ موقع میسر آ گیا۔ ایک دفعہ خسرو پرویز کو چند حسین عورتوں کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے زید کو ایک ایرانی افسر کے ساتھ نعمان کے پاس بھیجا۔ انھوں نے نعمان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا تو اس نے کہا "کیا کسریٰ کے لئے ایران کی حسین عورتیں کافی نہیں؟" زید کا ساتھی عربی زبان سے بخوبی واقف نہ تھا۔ اس لئے زید سے نعمان کے جواب کا مطلب پوچھا۔ زید نے اسے بتایا کہ نعمان کہتا ہے کہ "کسریٰ کے لئے ایران کی گائیں" "کافی نہیں"۔ ایرانی افسر نے خسرو پرویز کو یہی بات جا کر کہی۔ خسرو یہ جواب سُن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور نعمان کو بُلا بھیجا۔ نعمان مدائن پہنچا تو (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

عظیم الشان شہر وجود میں آیا جو حقیقت میں ایک فوجی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں کم و بیش ایک لاکھ سپاہ آباد کی گئی۔ جن مسلمانوں نے مدائن چھوڑنا پسند نہ کیا، حضرت سعد رضؓ نے انھیں وہیں رہنے کی اجازت دے دی لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ شروع میں کوفہ کے عام مکانات بانس کے بنائے گئے لیکن ایک دن ان میں آگ لگ گئی اور سب جل کر راکھ ہو گئے۔ حضرت سعد رضؓ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمر فاروق رضؓ کو دی تو انھوں نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ نیچی دیواروں کے مکانات اینٹوں سے تعمیر کر لیں لیکن کسی مکان میں تین سے زیادہ کمرے نہ ہوں۔ اس کے بعد کوفہ میں دھڑا دھڑ پختہ مکانات بننے شروع ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ شہر قابلِ رشک عظمت و شان کا مالک بن گیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کوفہ کو "راس الاسلام" فرمایا کرتے تھے۔

(۲)

رفاہِ عام کے کام اور دوسرے انتظامات۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضرت سعدؓ نے اپنے دورِ امارت میں رفاہِ عام کے متعدد کام کیے۔ انھوں نے کئی چھوٹی چھوٹی نہریں کھدوا کر پانی کی بہم رسانی کا نہایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) — پرویز نے اُسے باندھ کر ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈال دیا۔ جنھوں نے اسے آناً فاناً کچل ڈالا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پرویز نے اسے قید کر دیا اور وہ قید ہی میں مر گیا۔ یہ ۶۰۲ء کا واقعہ ہے۔ مشہور عرب شاعر نابغہ ذبیانی اسی نعمان بن منذر کے دربار کا شاعر تھا۔

نعمان ابو قابوس کے بعد حیرہ کے تخت پر دو تین بادشاہ اور بیٹھے لیکن وہ برائے نام بادشاہ تھے۔ فی الحقیقت سلطنتِ حیرہ کی شان و شوکت کا خاتمہ ابو قابوس پر ہو گیا۔

حیرہ کا آخری بادشاہ منذر مغرور تھا۔ اس کا خاتمہ ۶۳۲ء میں ہوا۔

(ارمغانِ احباب۔ داستانِ مشاہیرِ عرب۔ ادب الجاہلی وغیرہ)۔

عمدہ انتظام کیا۔ ان میں سب سے مشہور نہر وہ تھی جو انھوں نے اہلِ انبار کے لئے تیار کرائی۔ حضرت سعد رضؓ کے حکم سے سعد بن عمرو (بن حرام) نے بڑے اہتمام سے یہ نہر کھدوائی لیکن راستے میں ایک پہاڑ آگیا اور کام مکمل نہ ہو سکا۔ بعد میں حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے زمانۂ امارت میں اس نہر کو مکمل کیا۔ تاہم یہ نہر "نہر سعد" (بن عمرو) ہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی طرح حضرت سعد وقاص رضؓ نے مفتوحہ علاقے میں کئی پل اور مسافر خانے بنوائے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنے ذاتی سرمائے سے کئی مکاتب اور مدارس کھلوائے۔ جن میں ہر کہ ومہ کو تعلیم حاصل کرنے کی آزادی تھی۔ کوفہ کی جامع مسجد کے علاوہ کئی اور مساجد بھی حضرت سعد رضؓ کے حکم سے تعمیر ہوئیں اور ان میں فرش بچھانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ ایک دفعہ کوفہ کے بیت المال میں چوری ہوگئی۔ حضرت عمر رضؓ کو اسکی اطلاع ملی تو آپ نے حکم بھیجا کہ بیت المال کو جامع مسجد سے ملا دیا جائے۔ حضرت سعد رضؓ کے حکم سے روزبہ نامی ایک پارسی معمار نے اس کام کو نہایت احسن طریقہ سے سرانجام دیا۔ حضرت سعد رضؓ اس کی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے اور مناسب سفارش کے ساتھ اسے دربارِ خلافت میں بھیج دیا۔ حضرت عمر اہلِ ہنر کے قدردان تھے۔ انھوں نے اس کے نام مستقل وظیفہ مقرر کر دیا۔

رفاہِ عام کے کاموں کے ساتھ حضرت سعد رضؓ نے فوجی امور میں بھی نہایت قابلیت اور حسنِ تدبیر کا ثبوت دیا۔ ایک لاکھ سپاہیوں میں نظم وضبط قائم رکھنا اور ان میں حسبِ مراتب تنخواہیں تقسیم کرنا بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔ حضرت سعد رضؓ نے اس کام کو ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ فوج کو کبھی ان کی ذات سے شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ تنخواہ کی تقسیم پر دس دس سپاہیوں پر ایک افسر مقرر تھا جو امیر عشار کہلاتا تھا۔ ایک دفعہ امرائے عشار کے تساہل یا بدعنوانی کے باعث تنخواہوں کی تقسیم میں گڑبڑ ہوگئی۔ اس سے فوج میں بے اطمینانی پیدا ہوئی۔ حضرت سعد رضؓ نے تمام حالات حضرت عمر فاروق رضؓ

لکھ بھیجے کیونکہ تنخواہ کی تقسیم کے ضابطہ میں کسی ردوبدل کے لئے دربارِ خلافت کی منظوری ضروری تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں مفصل ہدایات بھیج دیں۔ حضرت سعدؓ نے ان ہدایات کی روشنی میں تمام فوجی مناصب اور روزنیوں کا از سرِ نو جائزہ لیا اور ان میں مناسب ردوبدل کے احکام جاری کر دیئے۔ اب کی بار انھوں نے تنخواہ کی تقسیم کے لئے دس دس کی بجائے سات سات سپاہیوں پر ایک ایک افسر مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ کے اقدامات سے تمام فوج مطمئن ہو گئی۔ چونکہ ان ایام میں کوفہ عالمِ اسلام کی سب سے بڑی چھاؤنی تھی اور پھر اس کا محلِ وقوع بھی نہایت اہم تھا اس لئے یہاں کی فوج کو ہر وقت چوکس رہنا پڑتا تھا۔ حضرت سعدؓ کے دورِ امارت میں اس فوج نے کئی نازک موقعوں پر گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ جن دنوں اسلامی فوجیں شام کے مشہور شہر حمص کی طرف بڑھیں تو اہلِ جزیرہ کی باسی کڑھی میں ابال آیا اور وہ بڑے سازوسامان کے ساتھ اہلِ حمص کی اعانت کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سعدؓ کو اہلِ جزیرہ کی نقل و حرکت کی خبر ملی تو انھوں نے فوراً کوفہ سے ایک زبردست فوج بھیجی جس نے اہلِ جزیرہ کو پیچھے دھکیل دیا۔ حضرت سعدؓ کا یہ اقدام شام کی اسلامی فوجوں کے لئے بڑا مفید ثابت ہوا اور انھوں نے بہت جلد حمص پر علمِ اسلام لہرا دیا۔ اگر اہلِ جزیرہ حمص کے عیسائیوں کی امداد کے لئے پہنچ جاتے تو اسلامی لشکر کو حمص کی تسخیر میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا۔ حضرت سعدؓ کی بروقت تدبیر نے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اسی طرح جب ۲۱ھ میں یزدگرد نے عراقِ عجم میں زبردست فوجی تیاریاں کیں اور مسلمانوں کو عراقِ عرب سے نکالنے کے لئے تمام ایرانیوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کیا تو حضرت عمرؓ کے حکم سے کوفہ، بصرہ اور دوسرے فوجی مرکزوں سے ایک ایک تلث فوج ایرانیوں سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئی۔ حضرت سعدؓ نے کوفہ سے تیس ہزار فوج روانہ کی۔ اس میں حذیفہ بن الیمانؓ، جریر بجلیؓ، قعقاع بن عمرو تمیمیؓ،

عمرو بن معدیکرب رضؓ، عبداللہ بن عمر رضؓ، مغیرہ بن شعبہ رضؓ اور طلیحہ بن خویلد اسدی رضؓ جیسے آزمودہ کار شجاع اور صاحب تدبیر لوگ شامل تھے۔ اس فوج کی قیادت حضرت عمر رضؓ کے حکم سے نعمان بن مقرن رضؓ کے سپرد کی گئی۔ اس سے پہلے نعمان رضؓ کوفہ میں حضرت سعد رضؓ کے ماتحت افسر مال تھے۔ فتنہ ارتداد اور عراق عرب کی معرکہ آرائیوں میں انھوں نے بڑا نام پایا تھا۔ ان پر جہاد کا شوق اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب وہ کسکر کے عامل تھے تو حضرت عمر رضؓ کو شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت سعد رضؓ ان کو خراج جمع کرنے کی خدمت پر مامور کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ کام ان کے دلی منشاء کے مطابق نہیں بلکہ وہ ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہنا پسند کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ خط پہنچنے پر حضرت سعد رضؓ کو ہدایت کی کہ وہ نعمان رضؓ کو عامل خراج مقرر کرنے کی بجائے کسی ایسے کام پر مامور کریں جس میں انھیں جہاد کرنے کا موقع ملتا رہے۔ حضرت سعد رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب عراق عرب کی مہم کا خاتمہ ہوا تو حضرت نعمان رضؓ نے کوفہ میں اقامت اختیار کر لی اور دل پر جبر کر کے افسر مال کا عہدہ قبول کر لیا۔ اب پھر جہاد کا موقع آیا تو افواج اسلامی کی قیادت کے لیے فاروق اعظم رضؓ نے حضرت نعمان رضؓ ہی کو منتخب فرمایا۔ حضرت سعد رضؓ نے نہایت قابلیت اور اہتمام سے فوجی تیاری کی تھی۔ چنانچہ جب کوفہ سے لشکر روانہ ہوا تو اس کے پاس نہ صرف ہر قسم کا ساز و سامان موجود تھا بلکہ ہر ایک افسر اور سپاہی نے فنون جنگ میں پوری تربیت حاصل کی ہوئی تھی۔

(۴)

بعض ناخوشگوار حالات اور معزولی

کوفہ کی امارت کے دوران میں حضرت سعد رضؓ کو دو بار نہایت ناخوشگوار حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت سعد رضؓ کی قیام گاہ "قصر سعد" کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کو خبر ملی تو انھوں نے "قصر سعد" کے نام کو ناپسند

فرمایا۔ تاہم وہ خاموش رہے کیونکہ اس نام کی تشہیر میں حضرت سعدؓ کا کچھ دخل نہ تھا چند دن بعد حضرت سعدؓ نے بازار کے شور و غل سے بچنے کے لئے اپنی قیامگاہ کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوا کر اس میں دروازہ (یا پھاٹک) لگوا دیا۔ حضرت سعدؓ کے بعض مخالفین نے بارگاہِ خلافت میں شکایت لکھ بھیجی کہ سعدؓ نے اپنے محل کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوا کر اس میں پھاٹک لگوا دیا ہے۔ اس لئے اہلِ حاجت بلا روک ٹوک اُن تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے لئے، جو اسلام کے سادہ اصُولوں کے علمبردار تھے، یہ صُورتِ حال ناقابلِ برداشت تھی۔ انھوں نے حضرت محمّد بن مسلمہؓ[۱] کو حضرت سعدؓ کے نام ایک خط دے کر کوفہ جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ سعدؓ کی قیامگاہ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دیں اور جب وہ جل کر راکھ ہو جائے تو واپس چلے آئیں۔

حضرت محمّد بن مسلمہؓ نے کوفہ پہنچ کر امیر المومنین کا حکم حضرت سعدؓ کو سنایا۔ اور پھر "قصرِ سعد" کی ڈیوڑھی کو نذرِ آتش کر دیا۔ حضرت سعدؓ نے اس موقع پر نہایت تحمل اور اطاعت کیشی کا ثبوت دیا اور محمّد بن مسلمہؓ سے مطلق کچھ تعرض نہ کیا۔ ایک دُوسری روایت

---

[۱] ابو عبد الرحمٰن محمد بن مسلمہ انصاریؓ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ہجرت نبوی ﷺ سے قبل حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوۂ بدر کے تین سو تیرہ نفوس قدسی میں سے ایک ہیں۔ بدر کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں انھوں نے خاص حصّہ لیا۔ حضور ﷺ نے غزوات کے لئے باہر جاتے وقت کئی بار محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں کئی اہم معاملات کی تحقیق ان کے سپرد کی۔ محمد بن مسلمہؓ ان صحابہ میں سے ہیں جو مسلمانوں کی باہمی جنگوں میں سب سے الگ تھلگ رہے۔ ان کا شمار فضلائے صحابہ میں ہوتا ہے۔ ۴۳ھ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض رِوایتوں میں ہے کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ایک شامی نے محض اس بنا پر آپ کو شہید کر دیا کہ آپ نے امیر معاویہؓ کی طرفداری کیوں نہیں کی۔ وفات کے وقت دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ کتبِ احادیث میں حضرت محمّد بن مسلمہؓ سے مروی چند احادیث ملتی ہیں (سیر انصار۔ جلد دوم)

ہیں ہے کہ محمدؓ بن مسلمہ رضؓ کوفہ پہنچے تو حضرت سعد رضؓ نے ان کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا۔ محمدؓ بن مسلمہ رضؓ نے کھانا قبول کرنے میں عُذر کیا اور حضرت سعد رضؓ کو امیر المومنین کا خط دیا۔ حضرت سعد رضؓ نے یہ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا :-

"مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اپنی رہائش کے لئے ایک محل تعمیر کرایا ہے جو "قصرِ سعد" کہلاتا ہے۔ اس کے سامنے تم نے ایک ڈیوڑھی تعمیر کرائی ہے اور اس میں پھاٹک لگوایا ہے جو لوگوں کو تم تک پہنچنے میں سدِّ راہ ہوتا ہے اور اگر فی الواقع ایسا ہے تو تم نے ہلاکت کا محل بنایا ہے اس ڈیوڑھی اور اس کے پھاٹک کو فوراً گرا دو اور دروازے پر کوئی محافظ یا دربان نہ رکھو تاکہ لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے تم سے مل سکیں۔"

حضرت سعد رضؓ نے امیر المومنین رضؓ کا خط پڑھ کر قسم کھائی کہ ڈیوڑھی میں نے محض شور و شغب سے بچنے کے لئے بنوائی ہے۔ میری قیام گاہ کے دروازے اہلِ حاجت کے لئے ہر وقت کھلے ہیں۔ میں نے ان پر کوئی دربان مقرر نہیں کیا اور نہ یہاں لوگوں کے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ ڈالی ہے۔ لوگوں نے امیر المومنین کو غلط خبر پہنچائی ہے۔ اسی طرح انھوں نے میری اقامت گاہ کو غلط طور پر "قصرِ سعد" کے نام سے مشہور کر دیا ہے۔"

حضرت محمدؓ بن مسلمہ رضؓ نے حضرت سعد رضؓ کا عُذر قبول کر لیا اور مدینہ واپس جا کر تمام حالات حضرت عمر فاروق رضؓ کے گوش گزار کئے۔ انھوں نے بھی حضرت سعد رضؓ کا عُذر قبول کر لیا اور ان کو کوفہ کی امارت پر بحال رکھا۔

دوسری مرتبہ مخالفت کا طوفان ۲۱ سنہ ھ میں اُٹھا اور یہ ان کی معزولی پر منتج ہوا۔ طبری کا بیان ہے کہ ۲۱ سنہ ھ میں جب حضرت سعد رضؓ نے کوفہ سے عراقِ عجم کو فوج روانہ کی تو کچھ لوگوں نے ایرانیوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے خلاف چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ حضرت سعد رضؓ کو اُن لوگوں کے جہاد سے کترانے کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے

ان کے خلاف حضرت عمر فاروق رض کے پاس شکایت کی۔ اس پر یہ لوگ حضرت سعد رض کے سخت مخالف ہو گئے اور جراح بن سنان کی قیادت میں ایک وفد مرتب کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ سعد رض صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر فاروق رض نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے حضرت محمدؓ بن مسلمہ رض کو کوفہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں کی ہر ایک مسجد میں جا کر اس بارے میں لوگوں سے پوچھ گچھ کی تو الزام لگانے والی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں نے حضرت سعدؓ پر عائد کردہ الزام کو غلط اور لغو ٹھہرایا اور کہا کہ ہم نے سعد رض میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ ابن مسلمہ رض حضرت سعد رض اور فریقِ مخالف کے کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رض نے فریقِ مخالف کا بیان سُنا اور پھر حضرت سعد رض سے پوچھا "سعد رض تم کس طرح نماز پڑھاتے ہو کہ ان لوگوں کو شکایت پیدا ہوئی"۔

حضرت سعد رض نے جواب دیا۔ "پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں"۔

حضرت عمر فاروق رض نے فرمایا۔ "اے ابُواسحاق مجھے تم سے یہی توقع تھی"۔

امیر المومنین رض کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ وہ حضرت سعدؓ کے طریقِ عمل کو صحیح سمجھتے تھے۔ تاہم انھوں نے حضرت سعد رض کو کوفہ کی امارت پر واپس بھیجنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ان کے خیال میں جو لوگ حضرت سعد رض کے مخالف تھے وہ کوفہ میں کوئی اور فتنہ کھڑا کر سکتے تھے جس سے مسلمانوں کے تشتت و افتراق میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت سعد رض کو عہدۂ امارت سے سبکدوش کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رض یا بروایتِ دیگر عبداللہ بن عتبان رض کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رض ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "کوفہ کے لوگوں نے حضرت عمر رض کے پاس

حضرت سعدرضؓ کی شکایت کی۔ اس پر سعدرضؓ کو معزول کر دیا گیا اور ان کی جگہ عمار رضؓ کو کوفہ کا امیر مقرر کیا گیا۔ اہلِ کوفہ کی شکایت یہ تھی کہ سعدرضؓ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے۔ حضرت عمر رضؓ نے حضرت سعدرضؓ کو بُلا بھیجا اور کہا کہ اے ابُو اسحاق ان لوگوں کے خیال میں تم اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ ابُو اسحاق (سعدرضؓ) نے جواب دیا "خدا کی قسم میں تو ہمیشہ ان کو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز پڑھاتا تھا اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا عشاءُ کی نماز کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا اور آخری کو مختصر کرتا تھا۔"

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا "اے ابُو اسحٰق آپ کی نسبت مجھے یہی گمان تھا۔" انھوں (حضرت عمر رضؓ) نے ان (حضرت سعدرضؓ) کے ساتھ چند آدمی کوفہ بھیجے۔ ان میں سے ایک نے (جنھیں حضرت عمر رضؓ نے تحقیق پر مقرر کیا تھا) اہلِ کوفہ سے پُوچھ گچھ کی اور ہر مسجد میں جاکر لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے (حضرت سعدرضؓ کی) تعریف کی۔ یہاں تک کہ وہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے شکایت کی حقیقت دریافت کی۔ ان میں سے ایک شخص اُٹھا۔ اس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابُو سعدہ تھی۔ اُس نے کہا تم ہم کو قسم دے کر پُوچھ رہے ہو تو سُنو کہ سعدرضؓ فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے تقسیم میں مساوات نہیں برتتے تھے۔ مقدمہ میں عدل نہیں کرتے تھے۔

سعدرضؓ نے کہا "ہاں خدا کی قسم میں تین چیزوں کی دُعا کرتا ہوں۔ الٰہی اگر تیرا یہ بندہ دروغ گو (کاذب) ہے اور محض ریاء کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر، فقر طویل کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا۔"

راوی کہتے ہیں کہ بعد میں جب اس (اسامہ بن قتادہ) سے پُوچھا جاتا تھا۔ کہتا تھا میں بہت ضعیف العمر ہوں اور فتنوں میں مُبتلا ہوں۔ مجھ پر سعدرضؓ کی بد دُعا پڑی ہے ــــ

عبدالملک کا بیان ہے کہ میں نے ایک عرصہ کے بعد اسامہ بن قتادہ کو دیکھا۔ اُسکے پپوٹے کبرسنی کی وجہ سے آنکھوں پر لٹک آئے تھے اور اُس کو راستے میں لڑکیاں چھیڑا کرتی تھیں۔[۱]

۱۔ بخاری باب وجوب القرأۃ الامام والماموم فی الصلوٰۃ کلھا۔

کچھ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کے مخالفین میں بنو اسد پیش پیش تھے اور اُن کی سب سے بڑی شکایت یہی تھی کہ سعدؓ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے۔ تحقیقات کے بعد یہ شکایت لغو ثابت ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت سعدؓ کے طریقِ عمل کو صحیح قرار دیا۔ البتہ اسامہ بن قتادہ علبسی نے حضرت سعدؓ پر کچھ دوسرے الزامات بھی عائد کئے۔ بنظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزامات بالکل بے بنیاد اور لغو تھے اس لئے حضرت سعدؓ کو اسامہ کی الزام تراشی پر بڑا دکھ ہوا اور انھوں نے اسامہ کے لئے بددعا کی۔ چونکہ مستجابُ الدعوات تھے، اُن کی بددعا اسامہ کے حق میں پوری ہوئی اور دنیا پر روشن ہوگیا کہ اسامہ نے حضرت سعدؓ کو ناحق بدنام کیا تھا۔ اب ہم اسامہ کے الزامات کا جائزہ لیتے ہیں:-

۱۔ "حضرت سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے"

کتبِ سیر و تاریخ میں حضرت سعدؓ کی متعدد غزوات میں مجاہدانہ شرکت تواتر سے ثابت ہے البتہ عراقِ عرب کی مہم کے موقع پر وہ ایک مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے یا لڑائی میں عملی حصّہ لینے سے معذور ہوگئے تھے۔ اس لئے فوج کی نگرانی اور دوسرے انتظامات اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے اور مبارزت کی خدمت اُن کا نائب انجام دیتا تھا۔ حضرت سعدؓ کی معذوری کا علم سب مسلمانوں کو ہوگیا تھا اس لئے یہ کہنا کہ سعدؓ دانستہ میدانِ جنگ میں جانے سے گریز کرتے تھے، بالکل غلط تھا۔

۲۔ "حضرت سعدؓ تقسیم میں مساوات نہیں برتتے تھے"

حضرت سعدؓ پر یہ الزام سراسر کج فہمی کی بنا پر تھا۔ مالِ غنیمت اور تنخواہوں کی تقسیم خلیفۃ المسلمین کے احکام کے مطابق ہوتی تھی۔ جن لوگوں نے لڑائی میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہوتے، اُن کو عام حصّہ سے کچھ زائد دیا جاتا تھا۔ اسی طرح تنخواہوں اور وظائف کی شرح لوگوں کی لیاقت، مراتب اور فرائض کے مطابق مقرر تھی۔ ہر ایک کو مساوی تنخواہ

یا وظیفہ دینا ناممکن تھا۔

۱۰۔ "حضرت سعد رض مقدمہ میں انصاف نہیں کرتے تھے۔"

یہ الزام قطعاً غلط تھا۔ اسامہ اور حضرت سعد رض کے دوسرے مخالفین ایک مثال بھی ایسی نہ پیش کر سکے جس میں حضرت سعد رض نے عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہو اور جانب داری سے کام لیا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ جس فریق کے خلاف فیصلہ دیا جائے وہ بالعموم حاکم کو غیر منصف سمجھتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سعد رض نے خدا اور خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی روشنی میں اپنی صوابدید کے مطابق کوئی فیصلہ دیا ہو اور اس میں بتقاضائے بشری کوئی سقم رہ گیا ہو۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ دانستہ کسی کسی فریق کی بے جا رعایت کرتے تھے، بالکل غلط تھا۔

عدالتی فیصلے تو ایک طرف رہے۔ حضرت سعد رض عام معاملات میں بھی اس قدر احتیاط برتتے تھے کہ کوئی دیانتدار شخص فی الحقیقت ان کو جانبداری سے متہم نہ کر سکتا تھا۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی اس روایت کا ذکر بے محل نہ ہوگا:-

ویذکر ان اقواماً اختلفوا فی الاذان فاقرع بینھم سعد ؎	کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں میں اذان دینے کے معاملہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت سعد رض نے ان میں قرعہ ڈالا۔

یعنی خود کسی فریق کے حق میں فیصلہ دینے کے بجائے حضرت سعد رض نے قرعہ اندازی کے ذریعے یہ جھگڑا نپٹایا۔ عدالتی مقدمات کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہیں کیا جا سکتا تاہم مذکورہ واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعد رض ان مقدمات میں کس قدر احتیاط سے کام لیتے ہوں گے۔ حضرت سعد رض نیک نیت اور بے قصور تھے۔ اس لئے اپنے خلاف بے ہودہ الزامات سن کر ان کو قدرتاً غصہ آیا اور انھوں نے برملا اپنے دلی جذبات کا اظہار

؎ بخاری کتاب المناقب باب الاستہام فی الاذان۔

اِن الفاظ بیں کیا :۔

"مَیں عربوں میں پہلا شخص ہُوں جس نے راہِ حق میں تیر چلایا ہم رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے تھے اور ہمارے پاس درختوں کے پتّوں کے سوا کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ہوتی تھی ، یہاں تک کہ ہمارا فضلہ اُونٹ یا بکری کی مینگنیوں کی طرح ہوتا تھا جس میں کوئی خلط نہیں ہوتی تھی (اللہ اللہ کیسا وقت آگیا ہے کہ) آج بنو اسد اسلام کے معاملہ میں مجھ کو مستحقِ تعزیر گردانتے ہیں گویا مَیں خائب و خاسر ہُوں اور میرا عمل رائیگاں گیا ہے" ۔ [1]

طبقات ابن سعد میں واقدی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو منصبِ امارت سے ہٹا کر اُن کا مال بٹا لیا تھا ۔ لیکن دُوسری روایات سے اس روایت کی تغلیط ہوتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو تمام الزامات سے بری قرار دیا تھا ہی اُن کی منصبِ امارت سے سبکدوشی ، تو یہ ملکی مصالح کی بناء پر تھی ، نہ کہ کسی خیانت یا فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کی بناء پر ۔ خود حضرت عمرؓ نے وفات سے پہلے حضرت سعدؓ کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ اُن کی بے گناہی پر دال ہے ۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی ۔

---

[1] بخاری کتاب المناقب ، مناقبِ سعدؓ

فاروقِ اعظمؓ کی وصیّت

(۱)

فاروقِ اعظمؓ کی وصیّت

۲۳ھ (مطابق ۶۴۴ء) میں دُنیائے اسلام ایک المناک سانحہ سے دوچار ہوئی۔ یہ سانحہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کی شہادت تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ کے پارسی غلام ابو لؤلؤ فیروز کو حضرت عمرؓ سے ذاتی پرخاش تھی[۱]۔ حضرت عمر رضؓ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو فیروز نے گھات سے نکل کر ایک دو دھاری خنجر سے اُن پر پے در پے چھ وار کئے۔ جن میں سے ایک زیر ناف پڑا۔ اس سے اُن کی آنتیں کٹ گئیں اور وہ زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔ لوگوں نے قاتل کو پکڑا تو اُس نے اُسی خنجر سے خودکشی کر لی۔ حضرت عمرؓ کو لوگ اُٹھا کر گھر لائے۔ جب ہوش آیا تو پوچھا۔ "مجھ پر کس نے حملہ کیا ہے؟"

---

[۱] مؤرخین نے اس پرخاش کا سبب یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس خراج یا محصول کی رقم کو جو فیروز اپنے آقا مغیرہ بن شعبہ رضؓ کو دیتا تھا، گھٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس واقعہ سے چند دن پہلے فیروز نے حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ مغیرہؓ نے مجھ پر بہت بھاری محصول عائد کیا ہے اسے کم کرادیں۔ حضرت عمرؓ نے محصول کی مقدار پوچھی تو اس نے کہا "دو درہم یومیہ"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "تم کیا کام جانتے ہو؟" اس نے جواب دیا۔ "آہن گری، نقاشی اور نجاری"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "تم ایک ہنر مند آدمی ہو اور جو ہنر تم جانتے ہو ان کے مقابلے میں محصول کی رقم زیادہ نہیں"۔ اس پر فیروز ناراض ہو کر چلا آیا۔

لوگوں نے بتایا کہ "اللہ کے دشمن ابو لؤلؤ فیروز نے"۔ فرمایا "اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرا قاتل کسی عرب (یعنی اسلام کے نام لیوا) کو نہیں بنایا"۔

حضرت عمرؓ کے علاج کے لئے دو تین طبیب بلائے گئے۔ انھوں نے نبیذ اور دودھ پلایا۔ دونوں چیزیں زیر ناف زخم سے باہر نکل آئیں۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ امیر المؤمنین جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ حضرت عمرؓ بھی جان گئے کہ اب آخری وقت ہے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ آپ اپنا جانشین نامزد کر دیں۔ فاروق اعظمؓ نے سوچ بچار کے بعد چھ اکابر صحابہؓ کے نام لئے اور فرمایا کہ یہ لوگ اپنے میں سے جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہیں پاتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر ان سے خوش رہے۔

ان چھ اصحاب کے اسمائے گرامی یہ تھے۔ (۱) حضرت عثمانؓ بن عفان۔ (۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ (۳) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ (۴) حضرت زبیرؓ بن عوام۔ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور (۶) حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔

ان لوگوں کا انتخاب حضرت عمرؓ کی دقتِ نظر پر دال ہے۔ فی الحقیقت خلیفہ کے انتخاب کے لئے ان سے بہتر لوگ نہیں مل سکتے تھے۔ فاروقِ اعظمؓ نے وفات سے قبل حضرت سعدؓ کی نسبت خصوصیت سے یہ الفاظ فرمائے :-

فانی لم اعزله عن عجز ولا خیانة، فان اصابت الامرة سعداً فهو ذاك والا فلیستعن به ایکم ما امر۔ ؎	میں نے ان (سعدؓ) کو (فرائض سے) کوتاہی یا خیانت کی بناء پر معزول نہیں کیا۔ اگر سعدؓ خلافت کے لئے منتخب ہو جائیں تو وہ اس کے اہل ہیں اور اگر وہ منتخب نہ ہوں تو جو خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد لے (یعنی ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے)"

؎ بخاری کتاب المناقب / باب قصة البیعة"

(۲)

عبید اللہ بن عمرؓ کا جوشِ انتقام

فاروقِ اعظمؓ نے قاتلانہ حملے کے دوسرے یا تیسرے دن پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اجازت سے اُن کی آخری آرام گاہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں بنائی گئی۔ طبری اور ابنِ اثیر کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اُن کی میت کو قبر میں اتارا۔

جس دن حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اُسی دن سے مدینہ میں یہ افواہ گشت کر رہی تھی کہ امیر المومنین پر حملہ ابولؤلؤ کا ذاتی فعل نہیں ہے بلکہ وہ ایک سازش کا شکار ہوئے ہیں۔ اس سازش کے سلسلہ میں لوگ ہرمزان[1] اور جفینہ[2] کا نام لے رہے تھے فاروقِ اعظمؓ کے نوجوان فرزند عبید اللہ کے کانوں میں اس افواہ کی بھنک پڑی تو فرطِ غیظ میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے اور شمشیر بکف ہرمزان کے گھر پہنچے۔ جب وہ باہر نکلا تو تلوار کے ایک بھرپور وار سے اُس کو خاک و خون میں لوٹا دیا۔ گرتے وقت اُس کی زبان پر "لا الٰہ الا اللہ" کے الفاظ تھے۔ ہرمزان کے بعد عبید اللہ نے جفینہ کا کام تمام کیا اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ ابولؤلؤ کی ایک لڑکی کو بھی مار ڈالا جو مسلمان تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خبر ملی کہ عبید اللہ بن عمرؓ نے قانون کو اپنے ہاتھ میں

---

[1] ہرمزان ایران کا مشہور امیر تھا۔ وہ ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ خوزستان کی فتح کے بعد وہ گرفتار ہو کر حضرت عمرؓ کے سامنے پہنچا اور ایک حیلہ سے اپنی جان بچالی، اس کے بعد مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ میں اقامت اختیار کرلی۔ [2] جفینہ حیرہ کا رہنے والا ایک عیسائی تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا دودھ شریک بھائی تھا۔ حضرت سعدؓ کے ایما سے وہ مدینہ میں آکر مقیم ہوگیا تھا اور لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا کرتا تھا۔

لے لیا ہے اور مدینہ کے تمام پردیسی غلاموں کے قتل پر کمر باندھی ہے، تو وہ عبیداللہ کو خونِ ناحق سے روکنے کے لئے فوراً گھر سے نکل پڑے۔ اس اثناء میں حضرت عمرو بن عاص رضؓ نے عبیداللہ سے ان کی خون آلود تلوار لے کر اپنے قبضے میں کر لی تھی۔ حضرت سعد رضؓ نے وہاں پہنچ کر عبیداللہ کے سر کے بال پکڑ لئے اور ان کو لعنت ملامت کی کہ تم نے تحقیق کے بغیر ہرمزان، جفینہ اور ایک کمسن لڑکی کو قتل کر ڈالا ہے۔ عبیداللہ پر خون سوار تھا، وہ حضرت سعد رضؓ سے بھی الجھ پڑے۔ جو لوگ اس موقع پر موجود تھے انھوں نے بڑی مشکل سے دونوں کو الگ کیا اور عبیداللہ کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا[۱]۔

(۳)

خلیفۂ سوم کا انتخاب

ابھی تک خلیفۂ سوم کا انتخاب عمل میں نہیں آیا تھا اور مدینہ کی فضاء پر رنج والم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ منتخب کر لینا۔ اس واقعہ کے بعد مجلسِ شوریٰ کے ارکان ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر خلیفہ کے انتخاب کے کام میں مشغول ہو گئے۔ پہلی مجلسِ مشاورت بیت المال میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر حضرت عمرو بن عاص رضؓ اور مغیرہ بن شعبہ رضؓ بھی بیت المال کے دروازے پر آکر بیٹھ گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو ان کا وہاں بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور انھوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر کہا: "تمھیں یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا

---

[۱] حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو سب سے پہلے انکے سامنے عبیداللہ بن عمر رضؓ کا مقدمہ پیش ہوا۔ کچھ لوگوں نے رائے دی کہ عبیداللہ کو ہرمزان اور ابولؤلؤ کی لڑکی کے قصاص میں قتل کیا جائے لیکن عام لوگوں کی رائے یہ تھی کہ ان سے نرم سلوک کیا جائے۔ حضرت عثمان رضؓ نے عبیداللہ کے فعل کو سخت ناپسند کیا تھا تاہم انھوں نے اس معاملے میں نرمی اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ انھوں نے مقتولوں کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبیداللہ کو رہا کر دیا۔ (عمر فاروق اعظم ہیکل)

کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مجلسِ مشاورت میں تم بھی شریک تھے۔ واللہ ہم تمھیں یہاں نہیں بیٹھنے دیں گے۔"

حضرت عمرو بن عاصؓ اور مغیرہ بن شعبہ رضؓ حضرت سعد رضؓ کے ارشادات سُن کر وہاں سے چل دئے۔ پہلی مجلسِ مشاورت میں ارکانِ شوریٰ کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے اس کے بعد دو دن تک شوریٰ کے کئی اجلاس ہوتے رہے۔ اس دوران میں حضرت سعد رضؓ خلافت کے معاملہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ دوسرے ارکانِ شوریٰ نے بھی ان کے تتبّع میں یہ معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ پر چھوڑ دیا۔ انھوں نے حضرت عثمان رضؓ کے حق میں فیصلہ کیا۔ مسجدِ نبوی ؐ میں اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا تو لوگوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اسے قبول کر لیا۔ اور سب نے حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(۴)

حضرت سعد رضؓ دوبارہ منصبِ امارت پر

حضرت عمر فاروق رضؓ نے وصیّت کی تھی کہ سعد رضؓ اگر خلیفہ منتخب نہ ہو سکیں تو جو خلیفہ منتخب ہو وہ ان کی خدمات سے فائدہ اُٹھائے۔ حضرت ذوالنورین رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی وصیّت پر عمل کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ اس بار حضرت سعد رضؓ تین سال تک منصبِ امارت پر فائز رہے۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود[1] رضؓ ان کے ماتحت مہتمم بیت المال کے عہدے پر

---

[1] ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ سے کچھ پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے بعد ہمیشہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضور ؐ کو جوتا پہناتے۔ خواب سے جگایا کرتے اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ انھوں نے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ستّر سورتوں کی تعلیم حاصل کی۔ حضور ؐ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

فائز تھے۔ اس کے ساتھ منصبِ قضاء بھی اُن کے سپرد تھا۔ حضرت سعد رضؓ نے فرائض امارت کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا لیکن ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ اور ان کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت سعد رضؓ نے کسی ضرورت کی بناء پر بیت المال سے کچھ قرض لیا لیکن بعض ایسے اسباب پیش آئے کہ وہ مدّت تک یہ قرض واپس نہ کر سکے۔ مہتمم بیت المال حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ ایسے معاملات میں بہت سخت تھے اور کسی نرمی کے روادار نہیں تھے۔ انھوں نے قرض کی وصولی کے لیے حضرت سعد رضؓ پر بہت سختی کی۔ حضرت سعد رضؓ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ـــ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضؓ معاذ بن جبل رضؓ۔ ابی بن کعب رضؓ اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضؓ سے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ ابن مسعود رضؓ کو علم کی تھیلی کہا کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں کوئی سورۃ یا آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کب اُتری اور کہاں اُتری حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ "خدا کی قسم ہم نے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طریق زندگی اور عمل کا واقف عبداللہ بن مسعود رضؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا" حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جنگِ بدر سے حنین تک تمام غزوات میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمرکاب رہے۔ عہدِ فاروقی میں یرموک کے ہولناک معرکہ میں دادِ شجاعت دی۔ فاروقِ اعظم رضؓ نے ۲۰ھ میں ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ وہ اس عہدہ پر دس سال تک فائز رہے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضؓ نے بعض اسباب کی بناء پر اُن کو اپنے عہدہ سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے بعد ابنِ مسعود رضؓ عزلت گزین ہو گئے۔ ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اُس وقت اُن کی عمر ساٹھ سال سے کچھ اُوپر تھی۔ وصیّت کے مطابق رات کے وقت جنّت البقیع میں دفن کیے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) احادیث مروی ہیں۔ وہ ان اصحاب میں سے ہیں جو علم و فضل کے لحاظ سے سرآمدِ روزگار تسلیم کیے گئے۔"

(مہاجرین حصّہ اوّل)

کی نیت نیک تھی اور وہ کچھ مہلت چاہتے تھے لیکن ابنِ مسعود رضؓ قرض فوراً وصول کرنے پر مُصر تھے۔ حضرت سعد رضؓ کو اُن کے شدید اصرار پر غصہ آگیا اور انھوں نے اپنی چھڑی زمین پر پھینک کر آسمان کی طرف نظر کی اور کہا:۔

"اے زمین و آسمان کے خالق ...."

رسُولِ اکرم صؐ نے ایک بار حضرت سعد رضؓ کے حق میں دُعا فرمائی تھی ۔"اَللّٰھُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَہٗ" (الٰہی اس کی دُعا قبول فرمایا کر) اس لئے ان کا مستجاب الدعوات ہونا مسلّم تھا۔ حضرت عبداللہ رضؓ ڈر گئے اور بلند آواز سے بولے ۔"دیکھو میرے لئے بددُعا نہ کرنا۔" حضرت سعد رضؓ نے کہا ۔" واللہ اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو میں تمھارے لئے سخت بددُعا کرتا۔" حضرت عبداللہ رضؓ نے اب وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت سعد رضؓ کی اقامت گاہ سے نکل گئے۔

حضرت عثمان رضؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ حضرت سعد رضؓ کے اظہارِ غضب پر ناراض ہوئے اور اُن کو منصبِ امارت سے سبکدوش کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا امیر مقرر کر دیا۔

گوشہ نشینی

عقیق کا گوشۂ تنہائی

حضرت سعد رضؓ کو حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ نے ۲۶ھ میں کوفہ کی امارت سے سبکدوش کیا۔ اس کے بعد انھوں نے سیاستِ ملکی سے یکسر قطع تعلق کر لیا اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں عزلت گزین ہو گئے اور اپنی وفات تک تیس یا پینتیس سال نہایت خاموشی سے گزارے۔ اس دوران میں عالم اسلامی میں بڑے بڑے اُتار چڑھاؤ اور فساد و فتن برپا ہوئے لیکن حضرت سعد رضؓ ان سب سے کنارہ کش رہے۔ اگر کسی وقت گوشۂ عزلت سے باہر تشریف لائے بھی تو اس کا مقصد محض پند و نصیحت اور لوگوں کو فتنہ و فساد سے روکنا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ کے عہدِ خلافت کے آخری دنوں میں جب مفسدین مدینہ میں داخل ہو گئے اور انھوں نے امیر المؤمنین رضؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو حضرت سعدؓ عقیق سے مدینہ تشریف لائے اور باغیوں کو مقدور بھر سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان لوگوں کے مقدر میں حضرت عثمان رضؓ کا خونِ ناحق لکھا ہوا تھا۔ انھوں نے حضرت سعد رضؓ کی نصیحت کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور وہ ان لوگوں سے مایوس ہو کر واپس آ گئے[1]۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت

---

[1] مسند احمد حنبل میں حضرت بسر بن سعید رضؓ سے روایت ہے " ان سعد بن ابی وقاص قال عند فتنة عثمان ابن عفّان اشهد ان رسول الله صلعم قال انها ستكون فتنة القاعد فيها خير من القائم والقائم خير من الماشي والماشي خير من الساعي "

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کے بعد حضرت علی مرتضیٰ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت سعد رضؓ اُن لوگوں میں سے تھے جنھوں نے بلا توقف خلافتِ مرتضوی کو تسلیم کر لیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تاہم معاملاتِ مُلکی سے وہ بدستور بے تعلّق رہے اور اپنے گوشۂ عزلت کو کسی حال میں چھوڑنا پسند نہ کیا۔ مُسلمانوں میں تشتّت و افتراق کی خبریں سُن کر اُن کو بہت صدمہ ہوتا تھا اور انھوں نے سب سے کہہ دیا تھا کہ مُسلمانوں کے باہمی اختلاف اور جنگ کی کوئی بات مجھے نہ سُنایا کرو۔ اُس زمانہ میں مُسلمانوں کی افسوس ناک باہمی جنگوں میں "جنگِ جمل" سرِفہرست ہے۔ اس میں اگر ایک طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت حسن رضؓ، حضرت حسین رضؓ، حضرت عمّار بن یاسر رضؓ جیسے جلیل القدر بزرگ تھے تو دُوسری طرف اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر بن عوام رضؓ جیسی عظیم المرتبت ہستیاں تھیں بعض لوگوں نے حضرت سعد رضؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی فوج میں شامل ہونے کی ترغیب دی لیکن حضرت سعد رضؓ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں اُس وقت تک نہیں لڑوں گا جب تک تم مجھے ایسی تیغ کا پتہ نہ بتاؤ جس کی آنکھیں، زبان اور ہونٹ ہوں اور وہ یہ کہے کہ فلاں کافر ہے اور فلاں مومن"۔

چنانچہ جب جمل میں مُسلمان مُسلمان کے خلاف صف آرا تھا، حضرت سعد رضؓ مدینہ منوّرہ میں یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ مسند احمد حنبل میں عبداللہ بن رقیم کنانی سے روایت ہے:- "اخرجنا الی المدینة زمن الجمل فلقینا سعد بن مالك بها"

(جنگِ جمل کے زمانہ میں ہم مدینہ گئے وہاں سعد بن مالک (ابی وقاص) سے مُلاقات ہوئی)"۔

(۲)

مُسلمانوں کی باہمی آویزش سے کنارہ کشی

جنگِ جمل کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور امیر معاویہ رضؓ کے درمیان معرکہ آرا ہوں

(صفحہ گزشتہ سے آگے) سعد بن ابی وقاص رضؓ نے فتنۂ عثمان بن عفان رضؓ کے زمانہ میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسُول اکرمؐ نے فرمایا ہے عنقریب ایک فتنہ کھڑا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے ... سے بہتر ہوگا۔

کا سلسلہ شروع ہوا تو اُس وقت بھی حضرت سعدرضؓ اپنی روش پر قائم رہے اور مطلق کسی لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ جب اُنھوں نے سُنا کہ فریقین نے آپس میں صُلح کی گفتگو کرنا منظور کرلیا ہے تو وہ بے حد مسرور ہوئے اور گفتگوئے مصالحت کا نتیجہ دیکھنے کے لئے دومۃ الجندل تشریف لے گئے۔ افسوس کہ یہ گفت و شنید بے نتیجہ ثابت ہوئی اور مسلمانوں کی باہمی مناقشت ختم نہ ہو سکی[1]۔ حضرت سعد رضؓ دل شکستہ ہو کر واپس اپنے گوشۂ عزلت میں آگئے اور پھر تادم مرگ ہر قسم کے مُلکی قضیوں سے یکسر بے تعلق رہے عقیق میں وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے حتیٰ کہ اُن کو اونٹ اور بکریاں چرانے سے بھی گریز نہیں تھا۔ ایک دفعہ وہ جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ان کا بیٹا عمرو بن سعد آیا اور کہنے لگا۔ "ابا جان آپ جنگل میں اُونٹوں اور بکریوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور لوگ حکومت اور

---

[1] یہاں طبری۔ ابن سعد۔ ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر کی ان روایات کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضؓ کی ذاتی رائے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے حق میں تھی اور وہ انھیں ہی خلیفۂ برحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب تحکیم کے موقع پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ (حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے نامزد حَکَم) کی سادگی حضرت عمرو بن العاص رضؓ (حضرت معاویہؓ کے نامزد حکم) کی سیاست سے مات کھا گئی تو حضرت سعد رضؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"افسوس تمھارے حال پر اے ابوموسیٰ تم عمرو کی چالوں کے مقابلے میں بڑے کمزور نکلے۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی شہادت اور امام حسن رضؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت سعدرضؓ نے امیر معاویہ رضؓ کی بیعت کر لی لیکن اس حال میں بھی وہ انھیں خلیفۃ المسلمین کی بجائے بادشاہ تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ بیعت کے بعد وہ امیر معاویہ رضؓ سے ملے تو "السلام علیک ایہا الملک" کہہ کر خطاب کیا۔ وہ بولے "اگر آپ امیر المومنین کہتے تو کیا حرج تھا؟" حضرت سعد رضؓ نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم! جس طرح آپ کو یہ حکومت ملی ہے اس طریقہ سے اگر یہ مجھے مل رہی ہوتی تو میں اس کا لینا ہرگز پسند نہ کرتا۔"

(ابن اثیر ــــ جلد ۳)

سلطنت کے لئے قسمت آزمائی کر رہے ہیں۔ کیا اس وقت آپ کا گوشہ نشین رہنا مناسب ہے؟"

حضرت سعدرضؓ عمرو کی بات سن کر سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور اس کی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا "خاموش میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خدا متقی غنی مخفی بندہ کو محبوب رکھتا ہے"۔[1]

مسلم کتاب الفضائل میں روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضؓ حضرت سعدرضؓ سے ملے اور کہا کہ آپ ابوتراب (علی کرم اللہ وجہہ) کی مخالفت کیوں نہیں کرتے (ان کو برا کہنے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے؟) حضرت سعدرضؓ نے جواب دیا تم جو یہ کہتے ہو تو تین باتیں ہیں جو رسول اللہ صلعم نے ان کے بارے میں فرمائیں۔ ان کے ہوتے ہوئے میں علی رضؓ کو برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر ان تین باتوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہو جائے تو یہ میرے لئے سرخ اونٹوں[2] سے بہتر ہو۔ میں نے رسول اکرم

---

[1] یہ روایت صحیح بخاری اور اسد الغابہ کی ہے۔ مسند احمد حنبل میں ہے کہ حضرت سعدرضؓ کے پاس ان کا بیٹا عامر آیا اور ان کو سیاست ملکی میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ حضرت سعدرضؓ نے فرمایا۔ "بیٹا تم چاہتے ہو کہ میں فتنہ کا سرگروہ ہوں؟ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھ کو ایسی تلوار نہ مل جائے جو مسلمان کو مارتے وقت ہٹ جائے اور کافر کو مارتے وقت لگ جائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا بزرگ و برتر مخفی متقی (پوشیدہ پرہیزگار) کو محبوب رکھتا ہے"۔ البدایہ والنہایہ کی روایت ہے کہ زمانۂ فتنہ میں ایک دفعہ حضرت سعد رضؓ کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس وقت خلافت کا دعویٰ کر دیں تو ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لئے تیار ہیں۔ انھوں نے جواب دیا "بھتیجے ان ایک لاکھ تلواروں میں سے میں صرف ایک ایسی تلوار چاہتا ہوں جو کافر پر تو چلے لیکن کسی مسلمان پر نہ چلے"۔

[2] عرب میں سرخ اونٹوں کو بڑا قیمتی سمجھا جاتا ہے۔

صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ انھوں نے بعض غزوات میں حضرت علی رضؓ کو اپنا جانشین بنایا تھا علی رضؓ نے کہا "یا رسُول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچّوں کے ساتھ چھوڑ دیا ہے" حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہ تعلّق ہو جو ہارُون (علیہ السّلام) کو موسیٰ (علیہ السّلام) کے ساتھ تھا۔ البتہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔"

اور جنگِ خیبر کے دن میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا کہ "آج میں عَلَم ایسے آدمی کو دُوں گا جو خدا اور خدا کے رسُول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو خدا اور خدا کا رسُول دوست رکھتے ہیں" حضورؐ کا ارشاد سُن کر ہم نے گردنیں بڑھائیں (آگے بڑھے) حضور صلعم نے فرمایا "علی رضؓ کو بلاؤ" وہ لائے گئے۔ اس وقت وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے حضور صلعم نے اُن کی آنکھوں کو اپنا لعاب لگایا اور عَلَم عنایت فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی "ندع ابناءنا وابناءکم" تو رسُول اللہ صلعم نے علی رضؓ۔ فاطمہ رضؓ، حسن رضؓ اور حسین رضؓ کو بلایا اور فرمایا "خداوندا یہ میرے اہل ہیں"

حضرت سعد رضؓ کا جواب سن کر امیر معاویہؓ خاموش ہو گئے۔ اصل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے فضائل کے معترف تھے اور دل سے ان کے مداح تھے یہی وجہ تھی کہ انھوں نے بلا توقف حضرت علی رضؓ کی بیعت کر لی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ مسلمانوں کی باہمی آویزش سے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ اور بعض دُوسرے صحابہ کرام کی طرح کنارہ کش رہے[1]

---

[1] یہاں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضؓ خوارج کے بارے میں شبہ جانبدار نہیں تھے ان کے نزدیک خوارج (یا حروریہ) فاسق تھے۔ ایک دفعہ ان کے بیٹے مصعب نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آیت "قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا" سے حروریہ مراد ہیں؟ انہوں نے جواب دیا "نہیں یہود و نصاریٰ ہیں یہود نے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنّت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانا ہے نہ پینا۔ اور حروریہ وہ ہیں جو خدا سے عہد و پیمان کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر سُورۃ الکہف)

سفرِ آخرت

(۱)

وصیّت اور وفات

حضرت سعد رضؓ کو عقیق میں خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہوئے جب ایک طویل عرصہ گزر گیا تو ضعفِ پیری ان پر غالب آنا شروع ہوا۔ قوائے بدنی مضمحل ہو گئے اور آنکھوں کی بصارت نے جواب دے دیا۔ اب وہ منتظر تھے کہ کب خالقِ حقیقی کا بُلاوا آئے اور وہ اس عالمِ فانی سے کنارہ کریں۔ آخر ۵۵ھ ہجری میں یہ ساعت آپہنچی۔ وفات سے چند دن پہلے انھوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی جو پانچ ہزار درہم نکلی۔ یہ تمام رقم انھوں نے والیٔ مدینہ کے پاس بھجوا دی[1]۔ مرض الموت میں وصیت کی کہ غزوۂ بدر میں جو اونی کپڑا میں پہنے ہوئے تھا اس میں لپیٹ کر دفن کرنا میرے لئے لحد کھودنا اور (قبر پر) کچی اینٹ نصب کر دینا جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا[2]۔ اس کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ سالِ وفات کے بارے میں مؤرخین میں خاصا اختلاف ہے مختلف کتابوں میں سالِ وفات ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۵ھ، ۵۶ھ، ۵۷ھ اور ۵۸ھ درج ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے "تہذیب التہذیب" میں تمام روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ۵۵ھ والی روایت زیادہ مشہور اور معتبر ہے۔ سالِ وفات کی طرح حضرت سعد رضؓ کی عمر

[1] طبقات ابن سعد
[2] صحیح مسلم

کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ مختلف روایتوں کی روشنی میں اُن کی کم از کم عمر ۷۲ سال اور زیادہ سے زیادہ پچاسی سال ٹھہرتی ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصّواب ؂

(۲)

جنازہ اور تدفین

حضرت سعدؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیّت کی تعمیل کی گئی اور ان کو بدر والے اُونی کپڑے کا کفن پہنایا گیا۔ اس کے بعد جنازہ مدینہ منوّرہ لایا گیا۔ ان کی وفات کی خبر سُن کر مدینہ منوّرہ میں کہرام مچ گیا اور ہر طرف سے لوگ جنازہ میں شرکت کے لئے اُمڈ آئے۔ اس وقت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ حیات تھیں۔ ان کو بھی حضرت سعدؓ کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا اور انھوں نے خواہش کی کہ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے اس محبُوب اور جاں نثار ساتھی کا جنازہ مسجد نبوی میں لایا جائے تاکہ وہ بھی اپنے حجرُوں میں نمازِ جنازہ پڑھ سکیں[۱]۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ جنازہ مسجد میں پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ اعتراض سُنا تو فرمایا "لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اُس پر کس قدر جلد اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ کیا رسُول اللّٰہ (صلعم) نے سہیلؓ بن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں نہیں پڑھائی تھی؟" اس بارے میں صحیح مسلم میں ایک مفصّل روایت اس طرح مذکور ہے:۔

لما توفی سعد بن ابی وقاص	جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فوت ہوئے
ارسل ازواج النبی صلعم ان	تو ازواج النبی صلعم نے پیغام بھیجا کہ اُن کا جنازہ
یمروا بجنازتہ فی المسجد	مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی نمازِ جنازہ
فیصلین علیہ، ففعلوا،	پڑھ سکیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ حجرُوں

[۱] صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضرت سعدؓ کا جنازہ مسجد میں لانے کا حکم حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیا تھا۔

فوقف به علی حجرهن یصلین علیه، اخرج به من باب الجنائز الذی کان الی المقاعد فبلغهن ان الناس عابوا ذالك، وقالوا ما کانت الجنائز یدخل بها المسجد فبلغ ذالك عائشة، فقالت ما اسرع الناس الی ان یعیبوا مالا علم لهم به، عابوا علینا ان یمر بجنازة فی المسجد، وما صلی رسول اللہ صلعم علی سهیل بن بیضاء الا فی جوف المسجد (کتاب الجنائز)

کے قریب (سامنے) جنازہ رکھا گیا۔ اور ازواجِ مطہرات رضی نمازِ جنازہ پڑھنے لگیں باب الجنائز سے جو مقاعد کی طرف ہے جنازہ نکالا گیا۔ ازواج مطہرات رضی کو خبر ملی کہ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جنازے مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے سُنا تو فرمایا لوگوں کو جس چیز کا علم نہیں ہوتا، اُس پر کس قدر جلد نکتہ چینی کرنے لگتے ہیں ہم پر اعتراض کیا گیا ہے کہ جنازہ مسجد میں کیوں لایا گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء رضی پر مسجد کے وسط میں نماز (جنازہ) پڑھی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے لوگوں کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یاد دلایا تو معترضین خاموش ہو گئے[ل] ۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی کا جنازہ مسجد میں لایا گیا اور اُمہاتُ المومنین رضی کے حجروں کے سامنے نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ والیٔ مدینہ مروان بن الحکم نے

ل اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے ایک اور مسئلہ بھی بیان فرمایا۔ سالم موسیٰ شداد رضی سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی زوجہ رسول اللہ صلعم کے پاس اس روز گیا جب سعد بن ابی وقاص رضی نے وفات پائی تھی۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی (برادر ام المومنین رضی) آئے۔ انھوں نے وضو کیا تو حضرت عائشہ رضی نے فرمایا۔ عبدالرحمٰن اچھی طرح وضو کرو میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ ایڑیوں کو آگ کا (باقی اگلے صفحہ پر)

نماز جنازہ پڑھائی۔ امہاتُ المؤمنین رضؓ نے اپنے حجروں میں نماز ادا کی[1]

اس کے بعد فاتحِ عراق عرب، جان نثارِ رسول صلعم حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو "جنّتُ البقیع" میں اپنی آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا[2]

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) عذاب ہوگا" (یعنی وضو کے وقت پاؤں کو ایڑیوں سمیت اچھی طرح دھونا چاہیئے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے)۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب آخر فی صفۃ الوضو)۔

[1] امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ کھلی جگہ پڑھنی چاہیئے۔ مسجد میں پڑھنا جائز نہیں۔ حضرت سہیل بن بیضاء رضؓ کی نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اس لئے پڑھی کہ آپؐ اعتکاف میں تھے۔ بہرصورت محولہ بالا روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت نماز جنازہ کا مسجد میں پڑھا جانا معمول نہ تھا۔ جو اصحاب حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی روایت کی بناء پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں وہ بھی اسے اس بات سے مشروط کرتے ہیں کہ میّت کو ایسی بیماری نہ ہو جس سے مسجد کے نجس ہو جانے کا خدشہ ہو۔ یعنی لاش سے خون وغیرہ نہ بہہ رہا ہو۔

[2] چین کے مشہور شہر کینٹن میں ایک قدیم مزار ہے۔ چینی مسلمانوں میں مشہور ہے کہ یہ مزار حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک قدیم مسجد ہے جو ہوائی شیانگ سرو (مسجد بیادگار پیغمبرؐ) کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے تعمیر کرائی تھی۔ چینی مسلمانوں کی اکثر روایات میں سعد وقاص رضؓ کا ذکر ہے۔ البتہ بعض روایات میں سعد نہیں لیکن وقاص یا ابو وقاص ضرور ہے۔ ان میں سے کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے شہنشاہ چین کے دربار میں سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اور کچھ دوسری روایات کے مطابق حضرت عثمان رضؓ کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کا ایک وفد حضرت سعد رضؓ (یا حضرت ابو وقاص) کی قیادت میں چینی دربار میں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں چینی مؤرخوں کو تسامح ہوا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اپنی زندگی میں کبھی چین نہیں گئے اور ان کا دفن بلاشبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں ہے۔ کینٹن میں جو قدیم مزار ہے وہ کسی دوسرے بزرگ کا ہے (ہو سکتا ہے کہ ان کا نام ابو وقاص ہو) اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

(۳)

حُلیہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کا حُلیہ یہ تھا۔

قد کوتاہ۔ سر بڑا۔ ناک چپٹی۔ جسم فربہ۔ بال گھنے۔ ہاتھ کی انگلیاں موٹی اور مضبوط۔ دو تین روایتوں میں اُن کا قد بلند و بالا لکھا ہے لیکن اکثر روایات ان کے کوتاہ قامت ہونے کے بارے میں متفق ہیں۔ اس ضمن میں بشر بن ربیعہ الخثعمیؓ کا یہ شعر نقل کرنا بے محل نہ ہوگا جو انھوں نے حضرت سعد رضؓ کے خلاف اظہار ناراضی کے لئے کہا تھا ۔

وسعد امیر شرہ دون خیرہ
طویل الشذی کابی الزناد قصیر

(اور سعد ایسے امیر ہیں جن کی بُرائی ان کی بھلائی سے زیادہ ہے
وہ تکلیف دینے میں طویل اور قد میں ابوالزناد کی طرح کوتاہ ہیں۔)

علّامہ بلاذری کا بیان ہے کہ بشر بن ربیعہ رضؓ مجاہدین قادسیہ میں سے تھے۔ جنگ کے بعد ان کو مالِ غنیمت سے حسب منشاء حصّہ نہ ملا تو وہ حضرت سعد رضؓ سے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے آگے) سے منسوب کرنا غلطی ہے۔ زمانہ حال کے بعض مؤرخین کی تحقیق ہے کہ کینٹن کی مشہور مسجد ۹۰۰ عیسوی میں تعمیر کی گئی تھی اور اس سے متصلہ مقبرہ فی الحقیقت ایک بزرگ "ابن وہابؒ" کا ہے۔ وہ خاندانِ قریش سے تھے اور نویں صدی عیسوی میں بصرہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر چین آئے۔

شہنشاہ چین نے اپنے دربار میں بُلا کر ان کی بے حد عزّت و تکریم کی اور ان سے عرب کے حالات پوچھے۔ یہ بات خاص طور پر دریافت کی کہ عربوں نے ایران کیسے فتح کیا۔ ابنِ وہابؒ نے سب باتوں کا معقول جواب دیا۔ شہنشاہ سے رخصت ہو کر وہ چین کی سیاحت میں مشغول ہو گئے اور ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام بھی کرتے رہے۔ ۹۰۰ء میں یا اس سے کچھ عرصہ پہلے کینٹن میں وفات پائی کینٹن کی مسجد اور مزار اُن ہی کی یادگار ہیں۔

ناراض ہو گئے اور غیظ و غضب کے عالم میں ان کے خلاف چند اشعار کہے۔ ان میں ایک مذکورہ شعر بھی تھا۔ علامہ طبری نے یہ شعر اس طرح نقل کیا ہے ؎

وسعد امیر خیرہ دون شرہ

وخیرًا امیر با العراق جریر

(اور سعد رضا ایسے امیر ہیں کہ ان کی بھلائی ان کی برائی سے بڑھ کر ہے)

(اور عراق کے سب سے اچھے امیر جریر ہیں) [1]

---

[1] طبری کا بیان ہے کہ جنگ قادسیہ کے بعد مشہور مجاہد عمرو بن معدیکرب رضا بھی حسب منشاء حصہ نہ ملنے پر حضرت سعد رضا سے ناراض ہو گئے اور ان کے خلاف چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر یہ تھا ؎

نُعطی السّویّہ من طعن علی نفذٍ ولا سَویّۃَ اذ تعطی الدنانیر

جب نیزے سینے چھید رہے تھے تو ہمیں برابر کا شریک رکھا گیا لیکن جب دینار تقسیم کرنے کا وقت آیا تو برابر کا حصہ نہ دیا گیا

حضرت سعد رضا نے حضرت عمر فاروق رضا کو یہ واقعہ لکھا تو انھوں نے لکھا کہ ان کو خوش کر دو۔ حضرت سعد رضا نے عمرو بن معدیکرب رضا اور بشر بن ربیعۃ رضا کو مزید دو دو ہزار درہم دے کر خوش کر دیا۔ گویا یہ اشعار محض ایک وقتی ابال کا نتیجہ تھے اور ان بزرگوں کے دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف تھے۔

خانگی زندگی

(۱)

ازواج

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ ازواج کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ... ... بنت شہاب زہریہ ۔ ۲۔ ماویہ بنت قیس بن معدیکرب

۳۔ زبد بنت حارث ... ... ۴۔ ام عامر بنت عمرو ... ...

۵۔ سلمیٰ بنت حفص (یا خصفہ) ... ... ۶۔ خولہ بنت عمرو ... ...

۷۔ ام حکیم بنت قارظ ... ... ۸۔ ام ہلال بنت ربیع ... ...

۹۔ ام حجیر ... ... ۱۰۔ طیبہ بنت عامر ... ...

۱۱۔ ایک عرب عورت جو لڑائی میں گرفتار ہو کر آئی ... ...

(۲)

اولاد

حضرت سعد رضؓ کے چھتیس ۳۶ اولادیں ہوئیں۔ ان میں سے اٹھارہ لڑکے تھے اور اٹھارہ لڑکیاں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) اسحاق اکبر۔ (۲) عمر۔ (۳) محمدؒ۔ (۴) عامر۔ (۵) اسحاق اصغر۔ (۶) اسمٰعیل۔

(۷) ابراہیم۔ (۸) موسیٰ۔ (۹) عبداللہ۔ (۱۰) مصعب۔ (۱۱) عبداللہ اصغر۔ (۱۲) عبدالرحمٰن۔ (۱۳) عمیر اکبر۔ (۱۴) عمیر اصغر۔ (۱۵) عمرو۔ (۱۶) عمران۔ (۱۷) صالح۔ (۱۸) عثمان۔

لڑکیوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) ام الحکیم کبریٰ۔ (۲) حفصہ۔ (۳) ام قاسم۔ (۴) ام کلثوم۔ (۵) ام عمران۔ (۶) ام عمرو۔ (۷) ام الحکیم صغریٰ (۸) ہند۔ (۹) ام زبیر (۱۰) ام موسیٰ۔ (۱۱) حمیدہ۔ (۱۲) حمنہ (۱۳) ام عمرو۔ (۱۴) ام ایوب۔ (۱۵) ام اسحاق۔ (۱۶) رملہ۔ (۱۷) عمرۂ عمیاء (۱۸) عائشہ۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی پہلی اولاد لڑکی تھی حجۃ الوداع کے موقع پر جب وہ شدید علیل ہوئے اور رسول اکرمؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت سعدؓ نے اپنے ترکہ کے متعلق وصیت کرتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا "میری وارث صرف ایک بیٹی ہے" یہ اسی لڑکی کی طرف اشارہ تھا۔ (یہ روایت ایک پچھلے باب میں آچکی ہے۔)

حضرت سعدؓ کی اولاد میں سے عامر۔ محمد۔ عائشہ۔ مصعب۔ ابراہیم اور عمرو نے تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ عمرو بن سعد سانحۂ کربلا کے سلسلے میں بہت بدنام ہے۔ افسوس کہ جان نثارِ رسولؐ سعدؓ کا فرزند رے کی حکومت کے لالچ میں اندھا ہو کر آلِ رسولؐ کے قتل میں شریک ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس وقت دشتِ کربلا میں امام حسینؓ پر تیروں اور تلواروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی تو حضرت زینب کبریٰؓ بنت علیؓ بے تاب ہو کر خیمے سے باہر نکل آئیں اور انھوں نے عمرو بن سعد سے مخاطب ہو کر اسے حضرت سعدؓ اور رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کا تعلق یاد دلایا۔ اس وقت عمرو نے فرطِ ندامت سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور روتے روتے اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی لیکن وائے شقاوت و بدبختی کہ اسے دشمنانِ آلِ رسولؐ سے کنارہ کش ہونے کی توفیق نہ ہوئی۔

(۳)

ذریعۂ معاش اور جائداد

حضرت سعد رضؓ نے بچپن میں تیر سازی کا کام سیکھا تھا اور ہجرت سے پہلے بھی اُن کا ذریعۂ معاش تھا۔ اس زمانے میں تیر سازی کی صنعت بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ حضرت سعد رضؓ نے اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ دُور دُور سے لوگ ان کی بنائی ہوئی کمانیں اور تیر خریدنے آتے تھے۔

ہجرت کے بعد دوسرے مہاجرینؓ کی طرح حضرت سعد رضؓ کو بھی عسرت اور تنگدستی کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ "ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معیت میں غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس درختوں کے پتّوں کے سوا کوئی چیز کھانے کے لیے نہیں ہوتی تھی۔" جوں جوں اسلام وسعت پذیر ہوا مسلمان مادی لحاظ سے بھی خوش حال ہوتے چلے گئے اور ایک وقت آیا (حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہدِ خلافت میں) کہ عرب میں شاذ ہی کوئی صاحبِ احتیاج ملتا تھا۔ خیبر کی فتح کے بعد رسولِ اکرمؐ نے حضرت سعد رضؓ کو وہاں کی مفتوحہ اراضی میں ایک جاگیر عطا فرمائی جس میں وہ خود کاشت کرتے تھے اور بعض اوقات زمین بٹائی پر بھی لے لیتے تھے۔ بخاری میں روایت ہے۔[1]

---

[1] شروع شروع میں مہاجرینؓ کا مدینہ میں کوئی ذریعۂ معاش نہیں تھا۔ انصارؓ نے رسولِ اکرمؐ سے درخواست کی کہ ہماری زمینیں اور نخلستان ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ حضورؐ نے انکار فرمایا۔ پھر انصارؓ نے پیشکش کی کہ مہاجرینؓ ہماری زمینوں میں محنت کریں ہم ان کو پیداوار میں شریک کر لیں گے۔ مہاجرینؓ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ بعد میں انصارؓ نے اپنے کھیت بٹائی پر دینے شروع کئے تو اکثر مہاجرینؓ نے زمینیں بٹائی پر لے کر زراعت اختیار کر لی۔ بخاری میں روایت ہے کہ مدینہ میں مہاجرینؓ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔ حضرت سعد رضؓ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔

"زارع علیؓ و سعد بن مالکؓ" الخ

یعنی علیؓ اور سعد بن مالکؓ (ابی وقاص) نے زراعت کی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں لوگوں کے روزینے مقرر کئے تو بدری صحابہؓ سے امتیازی سلوک کیا اور ہر بدری صحابی کا باختلاف روایت پانچ ہزار یا چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ بھی بدری صحابی تھے۔ یہ وظیفہ ملنے سے اُن کی خوشحالی میں اضافہ ہوگیا۔ اس کے علاوہ عراقِ عرب کے مالِ غنیمت میں سے انکو بہت بڑی رقم ملی اور وہ عرب کے متموّل ترین لوگوں میں سے ہوگئے۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں انھوں نے ایک بنجر اور افتادہ زمین خرید کر زراعت کا شغل اختیار کرلیا۔ گوشہ نشینی کے دِنوں میں وہ اپنا وقت عبادت۔ گلّہ بانی یا کھیتی باڑی میں کاٹتے تھے۔

مدینہ منوّرہ میں حضرت سعدؓ کا ایک وسیع مکان تھا جو بروایت واقدی اُن کو رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عطا فرمایا تھا۔ اس مکان کے ساتھ حضرت ابُو رافعؓ کا مکان تھا۔ انھوں نے اپنا مکان حضرت سعدؓ کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور حضرت سعدؓ نے اسے اپنے مکان میں شامل کرلیا۔ یہ واقعہ بخاری میں عمرو بن شرید کی زبانی تفصیل سے منقول ہے۔ عمرو بن شرید روایت کرتے ہیں:-

"میں سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا تھا کہ وہاں مسور بن مخرمہؓ بھی آگئے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد ابو رافعؓ مولیٰ رسُول اللہؐ آئے اور سعدؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ اے سعد میرا مکان آپ خرید لیں اور اپنے مکان میں ملالیں۔ سعدؓ نے کہا واللہ میں اسے نہ خریدوں گا (یعنی خریدنا نہیں چاہتا) ابو رافعؓ نے کہا بخدا آپ کو ضرور خریدنا ہوگا۔ سعدؓ کہنے لگے واللہ میں چار ہزار درہم سے زیادہ اس کی قیمت نہ دُوں گا۔ خواہ یہ رقم قسطوں میں لے لو یا یکمشت

وصول کرلو۔ ابو رافع رضؓ نے کہا مجھ کو اس مکان کی قیمت پانچ سو دینار ملتی ہے اگر میں نے رسول اللہ صلعم سے نہ سنا ہوتا کہ ہمسایہ کا حق زیادہ ہوتا ہے تو میں آپ کو چار ہزار درہم میں نہ دیتا۔ جبکہ مجھے اس کے پانچ سو دینار مل رہے ہیں۔ چنانچہ ابو رافع رضؓ نے سعد رضؓ کے پاس وہ مکان فروخت کر دیا۔"

"(بخاری کتاب الشفعہ)"

حضرت سعد رضؓ نے اپنے زمانۂ امارت میں کوفہ میں بھی ایک عالیشان مکان بنوایا اور اس کے بعد مدینہ سے دس میل دور عقیق کے مقام پر محل کی طرز کا ایک مکان بنوایا۔ اکثر روایات میں اس مکان کو "قصر" کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے

ان سعدًا رکب الی قصرہٖ بالعقیق، الخ

(سعد رضؓ اپنے قصر کو جو عقیق میں تھا، سوار ہو کر گئے) (مسلم کتاب الحج)

مسلم کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضؓ کو عقیق میں رسول اکرمؐ کی طرف سے زمین مرحمت ہوئی تھی پیچھے ذکر آچکا ہے کہ اپنی وفات سے پہلے حضرت سعد رضؓ نے پانچ ہزار درہم زکوٰۃ نکالی تھی اس سے ان کے مال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق انھوں نے ڈھائی لاکھ درہم ترکہ چھوڑا۔"

مناقب و فضائل

(۱)

صحیحین اور دوسری کتبِ احادیث و سِیَر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے عظیم الشان مناقب درج ہیں۔ حضرت سعد رضؓ فی الحقیقت اکابر صحابہ رضؓ کی مقدس جماعتؓ کا ایک گوہرِ تابندہ تھے۔ ان کی رفعتِ شان اور علوئے مرتبت کا اندازہ مندرجہ ذیل مناقب سے کیا جا سکتا ہے۔[1]

۱۔ وہ اسلام کے سابقون اولون میں سے ہیں اور سابقون اوّلون میں بھی امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا نام بغیر کسی تردد کے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت زید بن حارثہ رضؓ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔

۲۔ وہ ان مقدس "بلاکشانِ اسلام" میں سے ایک ہیں جنھوں نے راہِ حق میں ہر قسم کے مصائب و شدائد مردانہ وار برداشت کیے اور کسی قسم کا خوف، طمع اور خونی رشتہ اُن کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکا۔

۳۔ ان کو "شعب ابی طالب" میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔

---

[1] یہ مناقب بخاری، مسلم۔ ترمذی۔ اسد الغابہ، البدایہ۔ مسند احمد حنبل طبقات ابنِ سعد۔ اصابہ اور دیگر کتبِ رجال سے اخذ کیے گئے ہیں۔

۴۔ وہ پہلے صاحبِ رسولؐ ہیں جنھوں نے (ہجرت سے پہلے) راہِ حق میں (محض غیرتِ دینی کی بنا پر) خونریزی کی۔ [1]

۵۔ وہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ایک ہیں۔ اور مہاجرینِ اوّلین وہ تھے جو فضائل و مناقب کے لحاظ سے خلفائے راشدین رض اور ازواجِ مطہرات رض کے بعد دوسرے تمام صحابہ رض سے افضل ہیں۔ ان کی فضیلت علمائے اہلِ سُنّت کے نزدیک بالاتفاق مسلّم ہے۔

۶۔ ان کو فخرِ موجودات سرورِ کونین جناب محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے "مردِ صالح" کا عظیم لقب مرحمت ہوا۔ [2]

۷۔ وہ اصحابِ بدر میں سے ایک ہیں۔ غزوۂ بدر اور شرکائے بدر کی تاریخِ اسلام میں جو اہمیت ہے، وہ ہر مسلمان پر بخوبی روشن ہے۔ بدری صحابہ رض کو نہ صرف عہدِ رسالت میں، بلکہ حضورؐ کے بعد بھی ہر معاملہ میں امتیازی درجہ حاصل رہا۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک اصحابِ بدرؓ کا جو درجہ تھا وہ حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی رض کی اس روایت سے واضح ہوتا ہے:۔

جَاءَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ	جبرئیل علیہ السلام
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے
فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ	اور کہا کہ آپ اہلِ بدر کو مسلمانوں
فِيْكُمْ۔ قَالَ مِنْ	میں کیسا سمجھتے ہیں؟ (رسولِ اکرم صلعم نے) فرمایا
أَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ قَالَ	تمام مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ جبرئیل ع
وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ	نے کہا کہ ملائکہ میں سے جو فرشتے بدر
بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ	میں آئے (نازل ہوئے) اُن کا درجہ ملائکہ

[1] اس کی تفصیل "تیری راہ میں ہم ستائے گئے" کے باب میں آچکی ہے۔

[2] اس کی تفصیل "مدینہ کی ابتدائی زندگی" کے باب میں آچکی ہے۔

عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (صحیح بخاری)

میں بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے (یعنی وہ بھی سب ملائکہ سے افضل سمجھے جاتے ہیں)۔

اسی طرح حضرت ابُوہریرہ رضؓ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ بدرؓ کو بغیر کسی حساب کے بخشش کا مستحق ٹھہرایا :۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطَّلَعَ اللّٰهُ	اللہ تعالےٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا
عَلٰٓى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا	اور فرمایا اب تم جو چاہو
مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ	کرو میں تمہاری مغفرت
لَكُمْ (ابوداؤد)	کر چکا ہوں ۔

رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اصحابِ بدر رضؓ سے جو تعلّق خاطر تھا اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے :۔

ایک دفعہ حضورؐ مسجدِ نبوی میں صحابہ کرام رضؓ کے حلقے میں رونق افروز تھے مجلسِ اقدس میں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی ۔ اتنے میں کچھ بدری صحابہ رضؓ وہاں آگئے اور بیٹھنے کے لئے جگہ نہ ہونے کے باعث مجلس کے کنارے پر کھڑے ہو گئے ۔ حضورؐ انھیں کھڑا دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور شرکائے مجلس میں سے جو لوگ بدری صحابہ نہیں تھے، ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم اپنے بدری بھائیوں کے لئے جگہ خالی کر دو ۔"

حضرت سعد رضؓ انہی اصحابؓ کی جلیل القدر جماعت کے ایک فرد تھے ۔

۸۔ وہ ان ثابت قدم صحابہ رضؓ میں سے ایک ہیں جو جنگِ احد میں اخیر تک میدانِ جنگ میں جمے رہے اور رسُولِ اکرمؐ کی سپر بنے رہے ۔ اس جنگ میں رسولِ اکرمؐ نے ان کے لئے اپنے ماں اور باپ جمع کئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا :۔

"یَا سَعْدُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ"

(اے سعد تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں)۔

۹۔ وہ ان دس مقدس اصحاب رضؓ میں سے ایک ہیں جو "عشرہ مبشرہ" کے عظیم لقب سے مشہور ہیں۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو واضح الفاظ میں جنّت کی بشارت دی۔ دُوسرے نو اصحاب رضؓ یہ ہیں:۔

حضرت ابُوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمرؓ فاروق رضؓ۔ حضرت عثمان غنی رضؓ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت زبیر بن العوام رضؓ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضؓ۔ حضرت ابُوعبیدہ بن الجراح رضؓ۔ حضرت سعید بن زید رضؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ۔

۱۰۔ سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک موقع پر حضرت سعدؓ کے حق میں دُعا فرمائی

اَللّٰھُمَّ اَجِبْ دَعْوَتَہٗ وَسَدِّدْ رَمْیَتَہٗ

(الٰہی اس کی دعا قبول فرمایا کر اور اس کی تیر افگنی دُرست رہے)۔

اس مبارک دُعا کی بدولت اللہ تعالےٰ نے حضرت سعد رضؓ کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ لوگ اُن سے دُعائے خیر کے خواہاں رہتے تھے اور ان کی بددُعا سے ڈرتے تھے۔ ولایت کوفہ کے زمانہ میں اسامہ بن قتادہ نے بےجا اور غلط الزامات لگا کر ان کا دِل آزردہ کیا تو بے اختیار ان کے مُنہ سے اسامہ کے لئے بددُعا نکل گئی لیکن یہ مشروط تھی یعنی اگر الزام لگانے والا جھُوٹا ہے تو اُس کی عمر اور فقر دراز ہو اور وہ فتنوں میں مبتلا ہو۔ اسامہ کے حق میں یہ بددُعا پوری ہوئی چنانچہ وہ خود کہا کرتا تھا:۔

اصابتنی دعوۃ سعد رضؓ — مجھ پر سعد رضؓ کی بددُعا پڑی۔

حضرت عثمان رضؓ کے عہدِ خلافت میں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے جھگڑ پڑے اور بددُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ابن مسعود رضؓ خود بڑے جلیل القدر صحابی تھے لیکن وہ بھی حضرت سعدؓ کی بددُعا سے ڈر گئے اور یہ کہتے ہُوئے وہاں سے چلے گئے "کہ میرے لئے بددُعا نہ کرنا"

۱۱۔ وہ ان سرفروش صحابہ رضؓ میں سے ایک ہیں جو بیعتِ رضوان سے مشرف ہوئے اور جو تاریخ میں "اصحاب الشجرہ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت سعد رضؓ کے لئے اِس سے بڑھ کر فخر و مباہات کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ ان کو اس مقدس گروہ کا ایک رُکن بننے کا شرف حاصل ہوا جن کو حق تعالیٰ نے خود اپنی خوشنودی کی بشارت دی :۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورۃ فتح)

(اے پیغمبر خدا مسلمانوں سے راضی تھا جبکہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے)۔

۱۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر وہ مکہ میں شدید بیمار ہو گئے تو رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم خود ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کی پیشانی، چہرے اور شکم پر دستِ مبارک پھیرا اور دُعا فرمائی :۔

"اللھم اشف سعدًا واتمم له هجرته"

(الٰہی سعد رضؓ کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا کر دے)۔

۱۳۔ حضرت سعد رضؓ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ننھیالی رشتہ دار تھے اور اسی بنا پر حضور صلعم فرطِ محبت سے ان کو ماموں کہا کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ حضرت سعد رضؓ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک شخص کو اپنے ماموں کی عزت کرنی چاہیئے۔

۱۴۔ حضرت سعد رضؓ کو بارگاہِ نبوی میں خصوصی قرب اور اختصاص حاصل تھا۔ یہاں تک کہ وہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس دوسرے مسلمانوں کی سفارش بھی کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے ایک مسلمان کی سفارش کی لیکن حضور صلعم متوجہ نہ ہوئے۔ جب حضرت سعد رضؓ نے اپنی عرضداشت کو کئی بار دُہرایا تو حضور صلعم نے ان کی گردن اور ہاتھوں کو مَس فرمایا اور حکم دیا کہ "اے سعد آگے بڑھ آؤ"۔ اس کے بعد حضور صلعم حضرت سعد رضؓ سے آہستہ آہستہ (رازدارانہ) گفتگو فرماتے رہے۔

۱۵۔ حضرت سعد رضؓ پہلے مسلمان ہیں جنھوں نے راہِ حق میں تیر افگنی کی۔

(۲)

رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد حضرت سعد رضؓ کو عراقِ عرب کی مہم کی قیادت کا عظیم شرف حاصل ہُوا۔ قادسیہ، مدائن اور دُوسرے معرکوں میں انھوں نے جس خوش تدبیری، جرأت اور حُسنِ انتظام کا ثبوت دیا اس سے انھوں نے ناموران عالم کی صف میں اپنا خاص مقام بنالیا۔

فاروقِ اعظم رضؓ نے اپنی وفات سے پہلے جن چھ اصحاب کو خلافت کا اہل قرار دیا ان میں ایک حضرت سعد رضؓ تھے۔ ان کے بارے میں فاروقِ اعظم رضؓ نے خاص طور پر فرمایا:

"فان اصابت الامرة سعدًا فهو ذاك"

(اگر خلافت سعد رضؓ کو پہنچے تو وہ اس کے اہل ہیں)۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ اگر وہ خلیفہ منتخب نہ ہو سکیں تو جو خلیفہ منتخب ہو وہ اُن کی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔

حضرت سعد رضؓ ان صحابہ کرام رضؓ میں سے ایک ہیں جن کا ہاتھ آخیر دم تک کسی مسلمان کے خون سے آلودہ نہیں ہُوا۔ وفات کے بعد ان کے جنازہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ امہات المومنین رضؓ نے بھی دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھی۔

اخلاق و عادات

حضرت سعدؓ نہایت اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ عادات کے مالک تھے۔ ان کا چمنِ اخلاق گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ تھا۔ خشیت الٰہی، حبِ رسولؐ، اتباعِ سنّت، غیرتِ دینی، تحمّلِ شدائد، زہد و تقویٰ، شجاعت، تواضع، ایثار، سخاوت اور انکساری ان کے مخصوص اوصاف تھے۔ فی الحقیقت اخلاقی حیثیت سے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی صف میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے عمرو بن معدیکربؓ سے حضرت سعدؓ کے حالات دریافت کیے۔ انھوں نے جواب دیا کہ سعدؓ نہایت متواضع ہیں۔ اپنے خیمہ میں صوف کے عربی لباس میں شیر ہیں۔ مقدمات میں عدل اور تقسیم میں مساوات رکھتے ہیں۔ ہم پر مثل ماں کے مہربان ہیں اور ہمارا حق چھوٹی چیونٹی کے برابر تک پہنچاتے ہیں۔ ؎[1]

(۱)

خشیتِ الٰہی اور عبادت

حضرت سعدؓ پر ہر وقت خشیتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا اور ان کی عبادت و ریاضت مشہور تھی۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جسم پر خوفِ الٰہی سے رعشہ طاری ہو جاتا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ وہ نماز تہجد کی التزام سے پابندی

---

[1] اسد الغابہ ذکر سعد بن ابی وقاص رضؓ

کرتے تھے اور اکثر آدھی رات کے بعد مسجد نبوی میں جاکر نہایت خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد نہایت عجز و الحاح سے دعا مانگتے تھے کہ "الٰہی میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے اپنی مخلوق کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔" نماز پنجگانہ کے ادا کرنے میں وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کیسے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں نماز قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز قضا ہو گئی تو سخت غمزدہ ہوئے۔ روزے نہایت کثرت سے رکھتے تھے۔ رمضان المبارک آتا تو انکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اس مقدس مہینہ میں رات دن عبادت کے سوا کوئی شغل نہ ہوتا۔ رات کے آخری حصے میں خوف خدا سے اس قدر روتے کہ ریش مبارک بھیگ جاتی۔ گو وہ عنفوانِ شباب ہی میں دولتِ اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے تھے لیکن قبولِ اسلام سے پہلے کا زمانہ یاد آتا تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ عبادت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ اوائلِ اسلام کے پُرصعوبت ایام میں مکہ کی ویران اور سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر یادِ الٰہی کیا کرتے تھے۔ وہ بارہا حج کے لئے بھی تشریف لے گئے۔

(۲)

حُبِ رسولؐ

حضرت سعدؓ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم سے والہانہ محبّت کرتے تھے۔ وہ رحمتِ عالمؐ کی ذاتِ اقدس پر دیوانہ وار فدا تھے اور ایک مقرّبِ بارگاہ صحابی کی حیثیت سے رسولِ اکرمؐ کی خدمت اور تائید و حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ وہ شروع سے لے کر آخر تک تمام غزوات میں والہانہ جوش اور ممتاز حیثیت سے شریک ہوئے اور نہایت خطرناک موقعوں پر سرورِ کونینؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا۔ جنگِ احد مسلمانوں کے لیے ایک سخت آزمائش تھی۔ حضرت سعدؓ اس کڑی آزمائش میں پورے اترے اور آخیر تک رسولِ اکرمؐ کی سپر بنے رہے۔ اس جنگ میں حضرت سعدؓ کے حقیقی

بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے ایک پتھر سے رسولِ اکرمؐ زخمی ہو گئے۔ حضرت سعدؓ کو عتبہ سے ایسی نفرت ہوئی کہ وہ اس کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا کی قسم عتبہ سے بڑھ کر میں کبھی کسی شخص کا دشمن نہیں ہوا"۔ رسولِ اکرمؐ سفر میں ہوتے تو حضرت سعدؓ بن بُلائے حضورؐ کی قیامگاہ پر پہرہ دینے کے لئے پہنچ جاتے اور آپؐ کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھتے۔ حضرت سعدؓ کا یہی جذبہ تھا جس نے انھیں رسالت مآبؐ کی نگاہ میں محبوب بنا دیا تھا۔

(۳)

اتّباعِ سُنّت

حضرت سعدؓ کو سنتِ نبوی کے اتباع کا خاص خیال تھا اور وہ حضورؐ کے احکام و ارشادات پر عمل کرنا اپنے لئے ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ ان کی ولایتِ کوفہ کے زمانے میں جب بعض کوفیوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ سعدؓ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے تو امیر المومنینؓ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا[1]

لقد شکوك فی کل شئ حتے الصلوٰۃ

(وہ لوگ (اہلِ کوفہ) آپ کی ہر چیز میں شاکی ہیں حتےٰ کہ نماز میں بھی)۔

حضرت سعدؓ نے جواب دیا:۔

اما انا فامد فی الاولیین، واحذف فے الاخریین ولا آلو ما اقتدیت به من صلوٰۃ رسول اللہ صلعمؐ

(بہر حال میں تو پہلی دو رکعات طویل کرتا ہوں اور آخری دو مختصر اور جب میں رسول اللہ صلعم کی نماز کی تقلید کرتا ہوں تو پھر مجھے (کسی کے کہنے کی) کچھ پرواہ نہیں)۔

بالفاظِ دیگر دوسرے الفاظ میں حضرت سعدؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو بتایا کہ رسولِ اکرمؐ کا عمل

---

[1] بخاری کتاب الاذان

بھی یہی تھا اور میں حضور صلعم کا اتباع کرتا ہوں۔ لوگ خواہ کچھ کہیں میں سنت نبوی پر عمل کروں گا
حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا "واللہ مجھے آپ کی نسبت یہی گمان تھا۔"

امیر المومنین رضؓ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ حضرت سعد رضؓ کا عمل فی الواقع سرورِ کونین ؐ کی سُنت کے مطابق تھا۔ وہ خود بھی سُنّت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرتے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے۔ فرماتے تھے کہ رسُولِ اکرم صلعم کی حیاتِ طیّبہ ہمارے لئے تقلید کا بہترین نمونہ ہے۔

حضور ؐ نے مدینہ منوّرہ اور اس کے نواح کو حرم قرار دیا ہے اور یہاں سے درخت وغیرہ کاٹنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک دفعہ حضرت سعد رضؓ نے ایک شخص کو حدودِ حرم میں درخت کاٹتے دیکھا تو تڑپ اٹھے اور اس شخص کے اوزار چھین لئے۔ اس نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو انھوں نے اسے رد کر دیا۔ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح بیان ہوئی ہے

ان سعدًا ركب الى	سعد رضؓ اپنے محل کو جو عقیق میں تھا
قصره بالعقيق، فوجد	سوار ہو کر جا رہے تھے
عبدًا يقطع شجرًا، او	دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا ہے
يخبطه، فسلبه، فلما	انھوں نے اس کے اوزار چھین کر ضبط کر لئے
رجع سعد جاء اهل	جب سعد رضؓ لوٹے تو غلام کے
العبد فكلموه ان يرد	گھر والے آئے اور مطالبہ کیا کہ غلام کو یا
على غلامهم او عليهم	ان کو وہ اوزار واپس کر دیں
ما اخذ من غلامهم،	جو انھوں نے غلام سے لئے تھے۔
فقال معاذ الله ان ارد	فرمایا معاذ اللہ جو چیز مجھ کو
شيئًا نفلنيه رسول الله	رسُول اللہ صلعم نے عنایت فرمائی ہے [1]

[1] شارحینِ حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا تھا کہ حرم سے (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صلعم وانی ان یردّ علیھم | اس کو کیسے واپس کر سکتا ہوں اور یہ کہہ کر
(کتاب الحج باب فضل المدینۃ) | اوزار واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

(۴)

غیرتِ دینی

حضرت سعدؓ غیرتِ دینی کے مظہرِ اتم تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد جب وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے، ایک دفعہ مشرکین کا ایک گروہ ادھر آنکلا اور اسلام کا تمسخر اڑانے لگا۔ حضرت سعدؓ تڑپ اٹھے۔ گو وہ بے بس تھے لیکن دینِ حق کی توہین برداشت نہ کر سکے۔ اونٹ کی ایک ہڈی پاس پڑی ہوئی تھی۔ اسے اٹھا کر ایک مشرک کے سر پر دے مارا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔

حضرت سعدؓ ہاشمی نہیں تھے لیکن جب مشرکین نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تو ان کی غیرتِ دینی برداشت نہ کر سکی کہ سرورِ کونین صلعم اور آپ کا ساتھ دینے والے ہاشمی تو فاقہ کشی کریں اور وہ شکم سیر ہو کر کھائیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنی رضا ورغبت سے شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے اور اخیر تک رسولِ اکرم صلعم کا ساتھ دیا۔

سریۂ عبداللہ بن جحشؓ میں حضرت سعدؓ بھی حضرت عبداللہؓ کے ساتھ تھے نخلہ پہنچ کر حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "جو شخص واپس جانا چاہے، جا سکتا ہے۔ میری طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں۔" حضرت سعدؓ نے جوش کے ساتھ فرمایا کہ واللہ ہم اس طرح واپس نہیں جائیں گے خواہ ہماری جانیں ہی کیوں نہ چلی جائیں ایک دفعہ حضرت سعدؓ کے سامنے ایک مشرک نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کے منہ پر طمانچہ مارا حضرت سعدؓ اس کی یہ حرکت برداشت نہ کر سکے اور اٹھ کر اس مشرک کو ایسی سزا دی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ــــ درخت وغیرہ کاٹنے والے کے اوزار چھین لئے جائیں۔ جو شخص یہ اوزار چھینے گا وہی ان کا مالک ہوگا۔ (مظاہر حق۔ مولانا قطب الدین دہلوی)۔

کہ تمام مخالفین گوش برآواز ہو گئے"۔

(۵)

تحمّلِ شدائد

تحمّلِ شدائد صحابہ کرام رضؓ کا خاص وصف تھا۔ انھوں نے راہِ حق میں ایسی ایسی مصیبتیں جھیلیں کہ انسان اُن کے تصوّر سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ سابقون اوّلون تو خاص طور پر مشرکین کا ہدفِ ستم بنے۔ حضرت سعد رضؓ بھی اس مقدس جماعت کے ایک رُکن تھے۔ وہ ایک مُدّت تک مکّہ میں دوسرے مُسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ کی ابتدائی زندگی بھی مصائب و شدائد سے خالی نہ تھی۔ چنانچہ خود حضرت سعد رضؓ کا بیان ہے کہ وہ درختوں کے پتّے کھا کھا کر رسُول اکرم صؐ کے ساتھ غزوہ کیا کرتے تھے۔

(۶)

زہد و تقویٰ

حضرت سعد رضؓ نہایت عفیف اور پارسا تھے۔ ساری عمر کبھی کسی مال دار آدمی سے کوئی تحفہ یا ہدیہ قبول نہیں کیا اور نہ کبھی ایسا لقمہ کھایا جس کے پاک ہونے میں ذرا بھی شبہ ہو وہ غیبت کو سخت ناپسند کرتے تھے اور کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ ان کے سامنے کسی دوسرے مُسلمان کی بُرائی بیان کرے۔ لوگوں کو ہمیشہ حق گوئی کی تلقین کرتے اور ریاکاری سے بچنے کی ہدایت کرتے تھے۔ اکثر بازار میں گشت پر تشریف لے جاتے اور دکان داروں کو پُورا تولنے اور پُورا ناپنے کی ہدایت کرتے۔ فرماتے تھے میں نے رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ خائن لوگ (جن میں کم تولنے اور کم ناپنے والے بھی شامل ہیں) قیامت کے دن ذلیل و خوار ہوں گے۔ ان کی کثرتِ عبادت اور اتباعِ سُنّت کا ذکر پیچھے آچکا ہے حارث بن عبداللہ جو حضرت سعد رضؓ کی خدمت میں دس برس تک رہے ہیں بیان کرتے ہیں کہ "سعد رضؓ نہایت متقی اور زاہد تھے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے"۔ جس وقت عالم

اسلام میں سیاسی مناقشات زوروں پر تھے حضرت سعدؓ نے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا جہاں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اُن کے بیٹے عمرو بن سعد نے ان ایام میں ان کو گوشۂ تنہائی سے نکلنے اور خود خلافت کا دعویٰ کرنے کی ترغیب دی تو وہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "میں نے رسُول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ میرے بعد ایک فتنہ برپا ہوگا جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا" طبیعت تبتل اور رہبانیت کی طرف مائل تھی لیکن سرورِ کائنات صلعم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا اس لئے علائق دنیوی سے قطع تعلّق نہ کیا۔ خود فرماتے ہیں :-

"رد رسول اللہ صلعم علیٰ عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لاختصینا"

(رسول اللہ صلعم نے عثمان بن مظعونؓ کو تبتل کی اجازت نہ دی اور اگر ان کو اجازت مل جاتی تو ہم لوگ خصی ہو جاتے) [1]

(صحیح بخاری۔ کتاب النکاح)

ایک بار حضرت سعدؓ نے اپنے ایک بیٹے سے فرمایا کہ اگر غنا چاہتے ہو تو قناعت کے وسیلہ سے حاصل کرو کیونکہ قناعت مال سے بے نیازی کے بغیر نہیں مل سکتی۔

---

[1] حضرت عثمان بن مظعونؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقین اسلام میں ان کا چودھواں نمبر ہے وہ دو ہجرتوں سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ مہاجرین حبشہ کی قیادت کی۔ کچھ عرصہ بعد مکہ واپس آ گئے اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ رسُولِ اکرم صلعم نے ان کا رشتۂ مواخاۃ حضرت ابوالہیثم بن التیہان انصاریؓ سے کرایا۔ جنگِ بدر میں والہانہ جوش سے شریک ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد چند دن بیمار رہ کر ۲ھ کے اخیر میں وفات پائی۔ رسُولِ اکرم صلعم کو حضرت عثمانؓ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ صلعم نے تین دفعہ باچشمِ پُرنم ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور خود نمازِ جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں دفن کرایا۔ وہ پہلے صحابی ہیں جو جنتِ بقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمانؓ فطرتاً نہایت پرہیزگار تھے۔ ایک دفعہ خواہش پیدا ہوئی کہ قوائے شہوانیہ کو فنا کر کے جنگلوں میں نکل جائیں۔ حضور صلعم نے سُنا تو ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا اور ارشاد فرمایا کیا میری زندگی تمہارے لئے قابلِ تقلید نہیں۔ میری بیویاں بھی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

(۷)

شجاعت

شجاعت اور بے خوفی حضرت سعدرضؓ کا نمایاں وصف تھا۔ غزوۂ بدر اور اس کے بعد معرکۂ احد میں انھوں نے جس جوش اور فداکاری کا مظاہرہ کیا وہ ان کی شجاعت کا بیّن ثبوت ہے۔ غزوۂ بدر میں انھوں نے مشرکین کے نامی جنگجو سعید بن العاص کو تہ تیغ کیا۔ غزوۂ احد میں طلحہ بن ابی طلحہ ان کے ہاتھ سے بُری طرح مارا گیا۔ اس غزوہ میں وہ اخیر تک رسُولِ اکرمؐ کی سپر بنے رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی آپؐ سے جُدا نہیں ہوئے حالانکہ مشرکین بار بار حضورؐ پر نرغہ کر کے آتے تھے۔ حضورؐ نے ان کے جذبۂ فدویت سے خوش ہو کر فرمایا:

"فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ"

غزوۂ احد کے بعد رسولِ اکرمؐ کی وفات تک تمام غزوات میں حضرت سعدؓ نے اسی شجاعت اور فداکاری کا مظاہرہ کیا۔ ان کا یہی وصف مہم عراق کی قیادت کے لئے ان کے انتخاب کا باعث ہوا۔ افسوس کہ جنگِ قادسیہ کے موقعہ پر وہ بیمار ہو گئے اور عملی طور پر لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ تاہم جب وہ بستر پر لیٹے لیٹے مجاہدوں کو جانبازیاں کرتے دیکھتے تھے تو جذبۂ شجاعت سے مجبور ہو کر بار بار کروٹیں بدلتے تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سعدرضؓ کی شجاعت اور غیرتِ دینی کی بناء پر لوگ ان کو فارس الاسلام (شہسوار اسلام) کے لقب سے پکارتے تھے۔

(۸)

تواضع اور انکسار

حضرت سعدرضؓ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ طبیعت میں حلم اور ضبط و تحمّل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) میں گوشت کھاتا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں۔ بیشک میری اُمّت کا خصی ہونا صرف روزے رکھنا ہے اسلئے جو شخص خصی کریگا یا خصی بنے گا وہ میری اُمّت سے نہیں ہے۔" (اسد الغابہ، طبقات ابن سعدؒ)

کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ اگرچہ وہ دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے بڑے اونچے درجے کے مالک تھے، لیکن غریبوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کی مدد کرنے میں انھیں کبھی عار محسوس نہ ہوتی۔ ایک دفعہ ان کو خیال پیدا ہوا کہ ان کو اپنے سے کم درجہ کے لوگوں پر برتری حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا:۔ [1]

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم — کیا تم ضعیفوں کی وجہ سے مدد اور رزق نہیں پاتے۔

حضرت سعدؓ نے حضورؐ کا ارشاد سنا اور تواضع کی گردن خم کر دی۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ غریبوں اور ضعیفوں کی مدد اور غم گساری میں پیش پیش رہتے۔ کسی مزدور کو بوجھ کے نیچے دبا دیکھتے تو خود اس کا بوجھ اٹھا کر منزل تک پہنچا آتے۔ کسی کو راستہ سے بھٹکا ہوا دیکھتے تو اس کو راستہ بتاتے اور ضروری ہوتا تو اس کے ساتھ منزلِ مقصود تک جاتے۔ گو انھوں نے عقیق میں محل تعمیر کرایا تھا لیکن مزاج کی سادگی میں مطلق فرق نہ آیا تھا سادہ سے سادہ غذا کھاتے اور سادہ سے سادہ لباس پہنتے تھے۔ عبادت سے فارغ ہوتے تو اپنے مویشی چرانے کے لئے جنگل کی طرف نکل جاتے۔ زمانہ امارت میں حاجت مندوں کے وظائف خود جا کر تقسیم کرتے تھے۔ ایرانی امراء ان سے ملنے آتے تو لباس کی یکسانی اور سادگی کی وجہ سے وہ معلوم نہ کر سکتے کہ مسلمانوں کا امیر کون ہے۔ فرمایا کرتے کہ ہماری عزت کا باعث اسلام ہے نہ کہ لباسِ فاخرہ۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کام خود کر لیتے تھے اور کسی خادم یا غلام کو تکلیف نہیں دیتے تھے۔ غرباء و مساکین اور مسافروں کی خدمت کر کے انھیں دلی مسرت ہوتی تھی۔ جنگِ قادسیہ کے بعد بعض لوگ مالِ غنیمت سے حسبِ منشا حصہ نہ پانے پر حضرت سعدؓ سے ناراض ہو گئے اور ان کی شان میں نامناسب الفاظ کہے (بلکہ ہجویہ شعر تک کہہ ڈالے) لیکن حضرت سعدؓ مشتعل نہ ہوئے اور تمام واقعات حضرت

---

[1] بخاری کتاب الجہاد۔

عمر فاروق رضؓ کو لکھ بھیجے۔ وہاں سے جو ہدایت موصول ہوئی اس کے مطابق عمل کر کے لوگوں کو خوش کر دیا اور کسی کے خلاف انتقامی کارروائی نہ کی۔

ان کی ولایتِ کوفہ کے دوران میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے حکم سے حضرت محمد بن مسلمہ رضؓ نے ان کی اقامت گاہ کی ڈیوڑھی کو آگ لگا دی لیکن بے قصور ہونے کے باوجود وہ خاموش رہے اور ابنِ مسلمہ رضؓ سے کوئی تعرض نہ کیا۔

(۹)

عیادت

مریضوں کی عیادت کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت سعد رضؓ کو اس کارِ نیک سے بہت شغف تھا۔ کسی مسلمان کی علالت کی خبر سنتے تو موقع ملنے پر اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک بار حضرت سعد بن عبادہ رضؓ علیل ہوئے تو رسولِ اکرمؐ کچھ صحابۂ کرام رضؓ کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سعدؓ بھی ان صحابہ رضؓ میں شامل تھے۔ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہدِ خلافت میں مشہور صحابی حضرت سلمان فارسی رضؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت سعد رضؓ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سلمان رضؓ ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ حضرت سعد رضؓ نے فرمایا "ابو عبداللہ رونے کی کیا بات ہے۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس عالمِ فانی سے کنارہ فرمایا تو وہ تم سے خوش تھے۔ اب تمہاری ملاقات حضورؐ سے حوضِ کوثر پر ہوگی۔ بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملو گے۔ تمہیں تو اس موقع پر خوش ہونا چاہیئے۔" حضرت سلمان رضؓ نے فرمایا۔ "اے سعد خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا اور نہ مجھے دنیا چھوڑنے کا غم ہے کہ اس سے میں نے کبھی دل نہیں لگایا۔ روتا اس لئے ہوں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کا مال و اسباب ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں۔"

حضرت سعد رضؓ فرماتے ہیں کہ جس سامان کو حضرت سلمان رضؓ نے سانپ سے تعبیر کیا وہ محض ایک لگن، ایک تسلہ اور ایک بڑے پیالے پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضؓ نے کہا " ابو عبداللہ مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔" حضرت سلمان رضؓ نے فرمایا "کسی کام کا ارادہ کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت اور تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو۔" لہ

(۱۰)

رِقّتِ قلب

حضرت سعد رضؓ کو اللہ تعالیٰ نے قلبِ گداز عطا فرمایا تھا۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو اشکبار ہو جاتے اور اس کی تکلیف دُور کرنے کی ہر ممکن سعی فرماتے۔ عبادت کے بعد دُعا مانگتے تو آنکھیں اکثر نم آلود ہو جاتیں۔ رمضان المبارک کی راتوں کے آخری حصّہ میں اس قدر روتے کہ ریش مبارک اور جائے نماز آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ حضرت ابُو موسیٰ اشعری رح فرماتے ہیں کہ " سعد رضؓ میں شجاعت اور لطافتِ طبع کے ساتھ رقتِ قلب بھی تھی۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ فوت ہوئے تو حضرت سعد رضؓ بھی ان کے جنازے میں شریک تھے۔ آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا اور کہتے جاتے تھے: " واجبلاہ " یعنی آہ یہ (علم و فضل کا) پہاڑ چل بسا۔ اکثر اشکبار ہو کر فرماتے " یہ فانی زندگی جلد ختم ہونے والی ہے اور ہم دُنیا کی لذّتوں میں محو ہیں۔" ؎۲

(۱۱)

ایثار

ایثار ایک اعلیٰ اخلاقی وصف ہے اور صحابہ کرام رضؓ میں یہ وصف بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ حضرت سعد رضؓ بھی اس سے متّصف تھے۔ شعبِ ابی طالب میں اپنی آزادی اور آرام کو چھوڑ کر بنو ہاشم کے ساتھ محصور رہنا جہاں اُن کی حُبِ رسُول صلعم پر دال ہے وہاں انکے

لہ ؎۲ طبقات ابنِ سعد رضؓ

جوہرِ ایثار کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے وصیت کی کہ حضرت سعد رضؓ بھی خلافت کے اہل ہیں تو وہ اپنے حقِ خلافت سے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ فوجی خدمت کے سلسلے میں سپہ سالاری کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے بلکہ عام مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت میں سے حصّہ لیتے تھے۔

(۱۲)

فیّاضی

فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی حضرت سعد رضؓ کا نمایاں وصف تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی سائل اُن کے در سے محروم گیا ہو۔ وہ مساجد کی تعمیر اور مکاتب کھولنے کے لئے دل کھول کر عطیے دیتے تھے۔ غُربا و مساکین کے لئے اُن کے گھر کے دروازے ہر وقت کھُلے رہتے تھے۔ اُن کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ رمضان المبارک میں خود حاجتمندوں کے گھر جاتے اور اُن کی ضرورتیں پوری کرتے۔ وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے۔ اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح ضعیفوں کی مدد کرنے کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ جو لوگ حضرت سعد رضؓ کی نگرانی میں فوجی تربیت حاصل کرتے وہ ان کے مصارف اپنے پاس سے ادا کرتے تھے۔ ان کی فوج کا کوئی سپاہی ایسی حالت میں شہید ہو جاتا کہ اُس کے ذمہ کوئی قرض ہوتا تو اس کا قرض اپنی گرہ سے ادا کرتے تھے۔

(۱۳)

رفاہِ عام کے کام

حضرت سعد رضؓ کو رفاہِ عامہ کے کاموں سے بہت دلچسپی تھی۔ اپنے عہدِ امارت میں انھوں نے ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ بنجر زمینوں کو نہایت خوش اسلوبی سے آباد کیا اور آبپاشی کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ جہاں نہری پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں کنوئیں کھدوائے۔ جس کام سے لوگوں کی تکلیفیں دُور ہوتی ہوں اور ان کے آرام اور خوشحالی میں اضافہ

ہوتا ہو، اُسے وہ فوراً ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ اگر اس کی انجام دہی ان کے دائرۂ اختیار سے باہر ہوتی تو دربارِ خلافت میں مفصّل حالات لکھ کر اجازت منگا لیتے۔ حضرت سعد رضؓ رفاہِ عامہ کے کاموں میں مذہب و ملّت کے اختلاف کو حائل نہیں ہونے دیتے تھے۔ انبار کے ایرانی باشندوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ انھوں نے حضرت سعد رضؓ سے درخواست کی کہ پانی کی قلّت دُور کرنے کے لئے ان کے لئے ایک نہر کھدوا دی جائے۔ حضرت سعد رضؓ نے حضرت سعد بن عمرو بن حرام رضؓ کو فوراً اس کام پر مامور کر دیا۔ گو یہ نہر ایک قدرتی رکاوٹ کی وجہ سے حضرت سعد رضؓ کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم چند سال بعد حجاج بن یوسف ثقفی نے اسے مکمّل کر دیا۔ اسی طرح حضرت سعد رضؓ نے جا بجا سڑکیں اور پُل تعمیر کروائے۔ کئی جگہ مسافر خانے بنوائے اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔ وہ مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے حقوق کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔ اور ان کو سرکاری ملازمتوں میں زیادہ سے زیادہ حصّہ دیتے تھے۔ وہ ان کی عبادت گاہوں سے کسی مُسلمان کو تعرّض کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اگر کسی مُسلمان سے کسی ذمی کو تکلیف پہنچی تو وہ اُس کا سختی سے محاسبہ کرتے تھے۔

اِستعدادِ علمی

(۱)

تحقیق و جستجو

حضرت سعدؓ کو بارگاہِ رسالت میں جو تقرب خصوصی حاصل تھا۔ اس کی بنا پر ان کا پایۂ علم و فضل بہت بلند ہو گیا تھا۔ انھوں نے نبوت کے سرچشمۂ علم و عرفان سے پورا پورا فیض اٹھایا تھا۔ اس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ رسولِ اکرمؐ کے وصال کے بعد وہ ان صحابۂ کبارؓ میں شمار ہوتے تھے جو علم و فن کا مرجع تھے۔ عام طور پر لوگ رسولِ اکرمؐ سے سوالات کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے لیکن حضرت سعدؓ کا جذبۂ تحقیق و جستجو ان کو خاموش نہ رہنے دیتا۔ وہ رسولِ اکرمؐ سے بلاجھجک مشتبہ امور کے متعلق سوال کرتے اور ذاتِ رسالت مآبؐ کی طرف سے جواب عنایت ہوتا تھا۔ اس طرح ان کا دامن بے شمار علمی جواہر ریزوں سے بھر گیا تھا۔ وہ خود روایت کرتے ہیں:۔

اعطیٰ رسول اللہ صلعم رھطًا وانا جالس فیھم، قال فترك رسول اللہ صلعم منھم رجلا لم یعطہٗ وھو اعجبھم الیّ،	(رسول اللہ صلعم نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے، میں بھی وہاں موجود تھا۔ رسولِ اکرم صلعم نے ایک شخص کو کچھ نہ دیا حالانکہ میری نظر میں وہ عطیہ پانے والوں سے بہتر تھا۔ مجھ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا)

فقمت الى رسول الله صلعم فساررته فقلت مالك عن فلانٍ والله انى لاراه مومنًا! قال اومسلمًا؟ قال فسكت قليلاً ثم غلبنى ما اعلم فيه فقلت يارسول الله مالك عن فلان، والله انى اراه مومنا! قال او مسلمًا؟ قال فسكت قليلا، ثم غلبنى ما اعلم فيه فقلت يارسول الله مالك عن فلان، والله انى اراه مومنا! قال او مسلمًا؟ يعنى فقال انى لاعطى الرجل وغيره احب الىّ منه خشيته ان يكب فى النار على وجهه (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

میں اُٹھ کر رسُول اللہ صلعم کے قریب گیا اور آہستہ سے عرض کی آپ نے فلاں کو کیوں نہیں دیا۔ واللہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ (مومن یا) مُسلم؟ میں نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا پھر اس کے بارے میں میری رائے غالب ہوئی اور کہا۔ یارسُول اللہ آپ نے فلاں کو محروم رکھا۔ واللہ میرے خیال میں وہ مومن ہے۔ حضور نے فرمایا (مومن یا) مُسلم؟ میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر مجھ پر اپنی رائے غالب آئی اور کہا یارسول اللہ آپ نے فلاں کو چھوڑ دیا واللہ میں اُس کو مومن سمجھتا ہوں۔ فرمایا (مومن یا) مسلم؟ پھر آپ نے (حتمی طور پر) ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات میں جس شخص کو کچھ دیتا ہوں اس سے وہ محبوب ہوتا ہے جس کو کچھ نہیں دیتا۔ صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں منہ کے بل دوزخ میں نہ جا گرے۔

حضرت سعدرضؓ کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہوتا تو وہ اپنے ہمعصر صحابہ کرامؓ سے بھی پوچھنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کو طاعون کے بارے میں اشکال پیدا ہوا۔ انھوں نے حضرت اسامہ بن زیدرضؓ سے پوچھا کہ تم نے طاعون کی نسبت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کیا سُنا ہے۔ حضرت اسامہ رضؓ نے فرمایا کہ رسُول اللہ صلعم فرماتے تھے طاعون عذاب الٰہی کی ایک قسم ہے جو بنی اسرائیل کے ایک طبقے پر بھیجی گئی تھی۔ اِس لئے

اگر تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے یہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے مت بھاگو۔ ؎

حضرت سعدؓ کا علمی پایہ کس قدر بلند تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت سعدؓ کے زمانۂ امارت میں ایک بار کوفہ کے ایک بزرگ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ان سے عرض کی کہ علم حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا "کیا تمہارے پاس سعدؓ بن مالک (ابی وقاص)۔ عبداللہؓ بن مسعودؓ۔ سلمانؓ۔ عمار بن یاسرؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ نہیں ہیں۔" اس کے ساتھ ہی انھوں نے ان بزرگوں کے فضل و کمال کی وجوہ بیان کیں۔

(۲)

شغف قرآن

قرآن حکیم ہر قسم کے علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ حضرت سعدؓ کو قرآن پاک سے غیر معمولی شغف و انہماک تھا۔ گو قرآن پاک کے حفاظ میں ان کا نام نہیں ملتا تاہم مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قرآن مجید کی متعدد سورتیں حفظ تھیں۔ تلاوت قرآن کا اس قدر شوق تھا کہ کبھی اس میں ناغہ نہیں آنے دیتے تھے۔ وہ ایسی خوش الحانی اور درد کے ساتھ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے کہ سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سائبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کے پاس حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ "میں نے سنا ہے کہ تم قرآن کریم کی قرأت نہایت خوش الحانی سے کرتے ہو۔ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قرآن غم (عبرت) کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے جب پڑھو تو روؤ اگر روتے نہیں تو متصنع صورت سے عبرت پذیری کا اظہار ہو اور اس کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو۔" حضرت سعدؓ

؎ طبقات ابن سعد

کو کلامِ پاک سے غایت درجہ محبت تھی اور وہ اس کا بے حد احترام کرتے تھے حضرت سعدرضؓ کے صاحبزادے مصعب کہتے ہیں کہ ایک دن میں ہاتھ میں قرآنِ حکیم لئے ہوئے تھا اور میرے والد تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے بدن کھجلایا تو والد (حضرت سعدرضؓ) نے فرمایا۔ "شاید تم نے اپنے بدن کے حصّہ اسفل کو مس کیا"۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا۔ "جاؤ اور وضو کر کے آؤ"۔

حضرت سعد رضؓ کے زمانۂ امارت میں ایک بار خراج کا کچھ مال بچ گیا حضرت عمر فاروق رضؓ نے انھیں حکم بھیجا کہ اس مال کو قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں تقسیم کر دو۔ حضرت سعد رضؓ نے ایسی خوش اسلوبی سے یہ مال تقسیم کیا کہ نہ صرف طلبۂ قرآن کی حوصلہ افزائی ہوئی بلکہ انکی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہو گیا چنانچہ جب دوسرے سال بھی یہی معاملہ پیش آیا تو حضرت سعد رضؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو لکھا کہ "پہلے سال صرف سات طلبۂ قرآن تھے اور اس سال ستر ہیں"۔ جنگِ قادسیہ کے بعد مالِ غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی تو حضرت سعد رضؓ نے عام حصّے کے علاوہ حفاظِ قرآن کو خاص حصّہ دیا۔

(۳)

تفقّہ فی الدّین

حضرت سعد رضؓ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے تفقّہ فی الدین کا خاص ملکہ عطا ہوا تھا۔ ان کا شمار فقہائے صحابہ رضؓ کے طبقۂ متوسطین میں ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں حضرت سعد رضؓ کے علاوہ اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت ابوہریرہ رضؓ، حضرت انس بن مالک رضؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ، حضرت ابوسعید خدری رضؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ، حضرت سلمان فارسی رضؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ، حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ، حضرت معاذ بن جبل رضؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ جیسے جلیل القدر بزرگ شامل تھے۔ اس سے حضرت سعد رضؓ کی فقہی قابلیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے بیان کئے ہوئے

متعدد فقہی مسائل کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً وہ میت کو ناپاک نہیں سمجھتے تھے[1]
روزوں میں پچھنے لگوانا جائز قرار دیتے تھے[2] آخر رات میں نماز وتر کی ایک رکعت کے قائل تھے[3]

(۴)

روایت حدیث

حضرت سعدؓ کو سالہا سال تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے متمتع ہونے کا موقع ملا تھا اس لئے ان کا کیسۂ علم و فضل علمی زر و جواہر سے پُر ہو گیا تھا۔ علم حدیث سے بھی انھوں نے وافر حصہ پایا تھا۔ گو وہ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط تھے تاہم ان سے دو سو پندرہ (۲۱۵) احادیث مروی ہیں[4] جن میں پندرہ (۱۵) متفق علیہ، پندرہ (۱۵) میں بخاری اور آٹھ میں مسلم منفرد ہیں۔ روایت حدیث میں حضرت سعدؓ جس حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے وہ حضرت سائب بن یزیدؓ کے اس قول سے ظاہر ہے:

---

[1] میت کو مس کرنا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بالاتفاق ثابت ہے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے وفات پائی تو حضورؐ نے تین بار ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (طبقات ابن سعد)

[2] ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ بھی روزوں میں پچھنے لگوانا جائز سمجھتے تھے۔

[3] رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز وتر کی ایک رکعت بھی ثابت ہے اور تین، پانچ، سات نو اور گیارہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی آخر رات میں ایک رکعت وتر کے قائل تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تین رکعات کی روایات مروی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے قائل تھے۔ حنفیہ کے نزدیک وتر میں صرف تین رکعتیں ہیں۔ شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک وتر میں ایک سے لے کر گیارہ رکعات تک پڑھی جا سکتی ہیں۔

[4] بدر البدور میں قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ نے حضرت سعدؓ کی مرویات حدیث کی تعداد دو سو ستر (۲۷۰) لکھی ہے۔ ہماری روایت کا ماخذ اسوۂ صحابہؓ جلد دوم ہے (مؤلفہ مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم)

صحبت طلحۃ بن عبید اللہ رضؓ	ہیں طلحہ بن عبید اللہ رضؓ۔
وسعدًا والمقداد بن الاسود وعبد	سعد رضؓ۔ مقداد بن اسود رضؓ اور عبد الرحمٰن
الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم	بن عوف رضؓ کی رفاقت میں رہا ہوں میں نے
فما سمعت احدًا منہم یحدث عن	ان میں سے کسی کو رسول اللہ صلعم سے
رسول اللہ صلعم الا انی سمعت	حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے طلحہ رضؓ کے
طلحۃ یحدث عن یوم احد،	جو غزوہ احد کا حال بیان کرتے تھے۔

یہی سائب بن یزید رضؓ ایک دفعہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک حضرت سعد رضؓ کے رفیق سفر رہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اثنائے سفر میں سعد رضؓ کی زبان سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد رضؓ کثرت روایات سے بعض دوسرے اکابر صحابہ رضؓ کی طرح پرہیز کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے :۔

قال ابن بطال وغیرہ	ابن بطال وغیرہ کہتے ہیں کہ بہت سے
کان کثیر من کبار الصحابۃ	کبار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لایحدثون عن رسول اللہ	سے اس لئے حدیث روایت نہیں کرتے تھے
صلی اللہ علیہ وسلم خشیۃ	کہ ان کو حدیث میں کمی بیشی کے ہو جانے
المزید والنقصان (اصابہ)	کا خوف تھا۔ (اصابہ)

حدیث میں حضرت سعد رضؓ کی شہادت کو نہایت وزنی تصور کیا جاتا تھا۔ خود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو اہمیت دی۔ ایک موقع پر جب انھوں نے ایک شخص کے مومن ہونے پر قسم کھائی تو حضور صلعم نے اُن کی شہادت کو رد نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کو حضرت سعد رضؓ کی روایت حدیث پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے "جب تم سعد رضؓ سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنو تو

پھر کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔"

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں اموالِ بنی نضیر یا صدقۂ مدینہ کا انتظام حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباسؓ مشترکہ طور پر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اس موقع پر انھوں نے جن بزرگوں کی حلفیہ شہادت لی ان میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی حضرت سعدؓ کی مرویات حدیث کو خاص وزن دیتے تھے

حضرت سعدؓ احادیث کی تلاش و تحقیق میں بھی سعی فرماتے تھے۔ چنانچہ جب ان کو وبائے طاعون کے بارے میں شبہ پیدا ہوا تو انھوں نے بلاتامل حضرت اسامہ بن زیدؓ سے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے طاعون کے متعلق کیا سنا۔ اسی طرح جب وہ کسی کو خلافِ سنت کام کرتے دیکھتے تو اس کو منع فرماتے اور اپنے قول کی تائید میں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث بیان فرماتے۔ اہلِ کوفہ ان کی نماز کے شاکی ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ پہلی دو رکعات طویل کیا کرتے تھے اور دوسری دو مختصر۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کرتا ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان کی بات کا یقین کرتے ہوئے فرمایا "بے شک آپ کی نسبت میرا یہی گمان تھا۔"

(۵)

حضرت سعدؓ سے مروی چند احادیث

یہاں ہم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی چند احادیث کا اردو ترجمہ بطور تبرک درج کرتے ہیں:۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ — اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں

مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ	نامرادی (بزدلی) اور بخل سے
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ	اور پناہ مانگتا ہوں اس چیز سے
اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ	کہ بدترین (نکمی) عمر (یعنی بڑھاپے)
الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ	کی طرف رد کیا جاؤں (لوٹا دیا جاؤں)
مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا	اور پناہ مانگتا ہوں
وَاَعُوْذُ	دنیا کے فتنہ (آزمائش) سے
بِكَ مِنْ	اور پناہ مانگتا ہوں قبر کے
فِتْنَةِ الْقَبْرِ [1]	فتنہ (عذاب) سے۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا ہر ایک تم میں سے عاجز ہے اس سے کہ ہر روز ہزار نیکیاں حاصل کرے۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی ہم میں سے ہزار نیکیاں کما لے۔ حضور صؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سچے دل سے سو بار سبحان اللہ پڑھے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ہزار گناہ زائل کئے جاتے ہیں۔ ــــــــ (صحیح مسلم)

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے رشتہ قائم کرے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اُس پر بہشت حرام ہے[2] ــــــــ (متفق علیہ)

---

[1] عمرو بن میمون رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ اپنے بیٹوں کو ان کلمات کی تعلیم دیا کرتے تھے جیسا کہ معلم لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے۔

[2] "تحفۃ الاخیار" میں مولوی خرم علی مرحوم اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو اپنا باپ بتلائے وہ بہشت سے بے نصیب ہے (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیں)

۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ بیشک سب مسلمانوں میں بڑا گنہگار مسلمان وہ ہے کہ جس نے وہ بات پوچھی کہ حرام نہ تھی پھر اسی کے پوچھنے سے حرام ہوگئی [۱] (متفق علیہ)

۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا دوست رکھتا ہے پرہیزگار، غنی اور چھپے ہوئے (گمنام) بندے کو۔ (صحیح مسلم)

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام جس وقت مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انھوں نے یہ دعا مانگی:

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(نہیں کوئی معبود مگر تو کہ پاک ہے تحقیق میں ظالموں میں سے ہوں)

اور کسی حاجت کے وقت کوئی مسلمان یہ دعا مانگتا ہے تو اللہ اس کو قبول فرماتا ہے (مسند احمد حنبل و ترمذی)

۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں کسی شخص کو کہ اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات تین رات سے زیادہ ترک کرے [۲] (متفق علیہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے آگے) ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بعض شیخ یا مغل اپنے آپ کو سید بتلاتے ہیں بہت برا کرتے ہیں کہ بہشت چھوڑ دوزخ کی تیاری کرتے ہیں۔

[۱] مولوی خرم علی مرحوم نے "تحفۃ الاخیار" میں اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ "مسئلہ پوچھنا دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ ہے جس کی حاجت پڑے۔ وہ بات معلوم نہیں تو دریافت کے واسطے پوچھے تو یہ درست ہے بلکہ اس کا حکم ہے کہ دریافت کرے۔ دوسرے یہ کہ ناحق بے حاجت پوچھنا اور تنگ کرنا یہ منع ہے۔ سو اسی کو حضرت صلعم نے منع فرمایا ہے کہ ناحق بے حاجت باتیں نہ پوچھا کرو۔ شاید حلال چیز تمھارے بے فائدہ سوال سے حرام ہو جاوے اور تم گنہگار ہو۔" [۲] محدثین اور شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا اطلاق دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کی باہمی رنجش پر ہوتا ہے اگر دین کے سبب سے ترک ملاقات تک نوبت پہنچی ہے تو یہ تین دن سے زیادہ بھی درست ہے چنانچہ رسول اکرم صلعم نے جہاد فی سبیل اللہ پر نہ جانے والوں سے طویل عرصہ تک کلام نہ فرمایا۔

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اہلِ مدینہ کو مکر اور حیلہ سے دکھ دے گا وہ اِس طرح گھل جائیگا جیسے نمک پانی میں۔ (متفق علیہ)

۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سُن کر یہ کلمات کہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے :۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا (صحیح مسلم)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں راضی ہوں ساتھ اللہ کے از روئے رب ہونے کے اور ساتھ محمدؐ کے از روئے رسول ہونے کے اور ساتھ اسلام کے از روئے دین ہونے کے) (صحیح مسلم)

۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ ایسا اور ایسا اور پھر آپؐ نے تیسری بار ایک انگلی کم کر دی[1]۔ (صحیح مسلم)

(ا) صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلعم نے فرمایا کہ ہم ان پڑھ اُمت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب جانیں مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا اور تیسری بار آپؐ نے انگوٹھا بند کر لیا اور پھر فرمایا مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا یعنی پورے تیس یعنی مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور تیس دن کا ہوتا ہے۔

(ب) حضرت صلعم نے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں اٹھا کر تین بار اشارہ کر کے فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا۔ مسلم کی روایت میں انتیس ہیں اور بخاری کی روایت میں انتیس بھی ہیں اور تیس بھی ہیں۔ شاید بعض لوگوں نے کہا کہ رمضان کے مہینے کا روزہ ہم پر فرض ہوا اور کبھی رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ تو چاہیئے کہ پورے پورے مہینے کا تمام ثواب نہ ہو تب حضرت صلعم نے یہ حدیث فرمائی اور کمال تصریح سے اشارہ کر کے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ثواب برابر ہے خواہ تیس دن کا مہینہ ہو اور خواہ انتیس دن کا ہو۔ (تحفۃ الاخیار ترجمۂ مشارق الانوار۔ مولوی خرم علی بلہوری)

۱۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک شخص پر وہی آسان معلوم ہو گا جس کے واسطے وہ پیدا ہوا ہے۔ لہ

(صحیح مسلم)

۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلے۔ جب ہم عزورا کے قریب پہنچے تو آپؐ سواری سے اترے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک ساعت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ پھر سجدہ میں گر پڑے اور بہت دیر سجدہ میں پڑے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک ساعت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے اور پھر سجدہ میں گر پڑے۔ یہ کام آپؐ نے تین بار کیا اور پھر فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے سوال کیا، اور سفارش کی۔ میرے رب نے مجھے امت کی تہائی عطا فرمائی۔ میں نے اپنے رب کو شکر کا سجدہ کیا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھا کر اپنی امت کے لئے رب سے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مجھے امت کی تہائی عطا فرمائی پھر میں نے اپنے رب کو شکر کا سجدہ کیا میں نے پھر اپنا سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے رب سے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے باقی تہائی بھی عطا فرمائی اس پر میں نے اپنے رب کو (تیسری بار) شکر کا سجدہ کیا۔ ۲ے

۱۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ آپ مجھے کوئی کلام سکھایئے جو میں پڑھا کروں آپؐ نے فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو۔

لہ بعض صحابہ رضؓ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جب ہر چیز مقدر ٹھہری تو عمل اور عبادت کا کیا فائدہ۔ اس وقت حضور ؐ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ عمل کو تقدیر کے مخالف نہ سمجھو بلکہ تمہارا یہ نیک عمل بھی تقدیر کا اثر ہے (تحفۃ الاخیار)

۲ے شارحین حدیث کہتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ امت محمدیہ ؐ کے گنہگاروں کو مطلق عذاب نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی بدولت بتدریج ساری امت کی مغفرت ہوگی۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ

(نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا، نہیں کوئی شریک اس کا، اللہ بڑا ہے بہت بڑا اور تعریف واسطے اللہ کے بہت ہے اور پاکی ہے واسطے اللہ کے جو جہانوں کا پالنے والا ہے نہ گناہوں سے پھرنے کی اور نہ عبادت کی قوت ہے مگر ساتھ مدد اللہ غالب حکمت والے کے)۔

اعرابی نے کہا۔ یہ میرے رب کے لئے ہے۔ میرے لئے کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کلمات پڑھا کرو:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

الٰہی مجھ کو بخش دے اور رحم کر مجھ پر اور ہدایت دے مجھ کو اور رزق (حلال) دے مجھ کو۔ (صحیح مسلم)۔

۱۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تو خدا کی رضامندی کے لئے خرچ کرے گا اس کا ثواب ضرور پائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا اسکا بھی تجھے اجر ملے گا۔ (متفق علیہ)

۱۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف چلے تو علی رضؓ کو (مدینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا۔ انھوں نے کہا کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "کیا تم راضی نہیں کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون ؑ کو موسیٰ ؑ سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ (صحیح بخاری)

کتابیات

ماخذ

سیرت سعد بن ابی وقاص رض

اِس کتاب کی ترتیب و تالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اُنکے نام یہ ہیں

۱۔ صحیح بخاری

۲۔ صحیح مسلم

۳۔ مسند احمد بن حنبل

۴۔ طبقات ابن سعد (مترجمہ مولٰینا عبداللہ العمادی)

۵۔ السیرۃ النبویہ ... ابنِ ہشام

۶۔ اسد الغابہ ... ابنِ اثیر

۷۔ تاریخ الکامل ... ابنِ اثیر

۸۔ الاصابہ فی تمیّز الصحابہ ... ابنِ حجر عسقلانی

۹۔ تاریخ طبری ... (ابی جعفر محمد بن جریر طبری) مترجمہ مولوی سیّد ابراہیم

۱۰۔ فتوح البلدان ... بلاذری

۱۱۔ فتوح العراق ... واقدی

۱۲۔ تاریخ ابو الفدا

۱۳۔ ریاض الصالحین .. .. ابُوزکریا یحییٰ بن شرف حزامی .. ..
۱۴۔ مشارق الانوار .. .. .. رضی الدین حسن بن حسن صنعانی .. ..
۱۵۔ سیرۃ النبیؐ (جلد اوّل) .. .. شبلی نعمانی .. ..
۱۶۔ اصح السیر .. .. .. عبدالرؤف داناپوری .. ..
۱۷۔ سیرت کبریٰ .. .. .. ابوالقاسم رفیق دلاوری .. ..
۱۸۔ سیرت احمدی .. .. .. خان احمد حسین خان .. ..
۱۹۔ الفارُوق رضؓ .. .. .. شبلی نعمانی .. ..
۲۰۔ سیرت عمر فارُوق رضؓ .. .. قاضی سراج الدین احمد .. ..
۲۱۔ رسُولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی .. ڈاکٹر محمد حمیداللہ .. ..
۲۲۔ تذکرۃ الکرام .. .. .. سیّد شاہ محمد کبیر ابوالعلاء داناپوری .. ..
۲۳۔ تاریخ اسلام (جلد اوّل و دوم) اکبر شاہ خان نجیب آبادی .. ..
۲۴۔ اشاعتِ اسلام .. .. .. محمّد حبیبُ الرحمٰن .. ..
۲۵۔ مہاجرین (جلد اوّل و دوم) .. شاہ معین الدّین احمد .. ..
۲۶۔ سیر الصحابہ (جلد ہفتم) .. شاہ معین الدّین احمد .. ..
۲۷۔ سیر الصحابہ (جلد دوم) .. سعید انصاری .. ..
۲۸۔ سیر انصار (جلد اوّل و دوم) .. سعید انصاری .. ..
۲۹۔ اسوۂ صحابہ (جلد اوّل و دوم) .. عبدالسّلام ندوی .. ..
۳۰۔ صد صحابہ .. .. .. شاہ مراد مارہروی .. ..
۳۱۔ داستان مشاہیر عرب .. .. زبید احمد ایم اے .. ..
۳۲۔ ارمغان احباب .. .. شمسُ العلماء مولوی محمد حسین .. ..
۳۳۔ سیرت ابُوبکر صدیق رضؓ .. .. حبیبُ الرحمٰن خان شروانی .. .. ..

۳۴۔ ابوبکر صدیق اکبرؓ ۔۔۔ محمد حسین ہیکل ۔۔۔

۳۵۔ عمر فاروق اعظم رضؓ ۔۔۔ محمد حسین ہیکل ۔۔۔

۳۶۔ حارث بن کلدہ ۔۔۔ (مضمون مندرجہ رسالہ فاران کراچی)

۔۔۔ (بابت مئی ۱۹۵۱ء از حکیم محمد یوسف نیر مرحوم)

۳۷۔ عشرہ مبشرہ ۔۔۔ عزیز حسن بقائیؒ ۔۔۔

۳۸۔ تاریخ اسلام (جلد اوّل) ۔۔ شاہ معین الدین احمد ۔۔۔



حیاتِ سعدؓ

یعنی

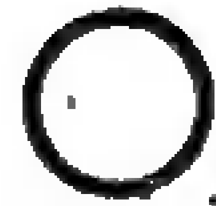
سیرت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

فاتح عراقِ عرب



مؤلفہ

طالب ہاشمی



ناشران

قومی کتب خانہ (رجسٹرڈ) ریلوے روڈ۔ لاہور۔